جميع الحقوق محفوظة بحقّ المؤلّف

اسم الكتاب : ....
مؤمن کی نماز اور طہارت کے مسائل واحکام
....
تأليف : ....
فضيلة الشيخ رضآء الله الباجوري
الطبع: ....
....
الثانى سنة ١٤٤٦هـ

النّاشر : ..... مدرسة ترتيل القرآن شانرے باجور باكستان

خطبۂ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

إنَّ الحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، مَن يَهْدِهِ اللَّهُ فلا مُضِلَّ له، وَمَن يُضْلِلْ فلا هادِيَ له، وَأَشْهَدُ أَنْ لا إلَهَ إلَّا اللَّهُ، وَحْدَهُ لا شَرِيكَ له، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسولُهُ. أَمَّا بَعْدُ فإنَّ خيرَ الحديثِ كتابُ اللَّهِ وخيرَ الهديِ هديُ محمَّدٍ صلي الله عليه وسلم وشرَّ الأمورِ مُحدثاتُها وَكُلَّ مُحدثةٍ بدعةٌ وَكُلَّ بدعةٍ ضلالةٌ

"بلاشبہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں، جسے اللہ راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اپنے در سے دھتکار دے اس کے لیے کوئی رہبر نہیں ہو سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

امابعد! یقینا تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو اللہ کے دین میں، اپنی طرف سے نت نئے نکالے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔" [1]

[1]صحيح مسلم، الجمعة، حديث: 867,868، وسنن النسائي، النكاح، حديث: 3280۔

پیش لفظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ ،وَنَسْتَغْفِرُهٗ ،وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا .مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ۔وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ۔وَأَشْهَدُ أَنْ لاَّ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ ،وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلىٰ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ [1] يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا [2]

{يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۔يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا [3]

امابعد! نماز اسلام کے پانچ ارکان میں سے دوسرا رکن، دین کا ستون اور اللہ تعالیٰ کے

[1]سورة آل عمران، الآية ١٠٢۔ [2] سورة النسآء،الآية الأولى۔ [3] سورة الأحزاب، الآيتان ٧٠۔٧١۔

ہاں محبوب ترین عمل ہے۔ اسے باجماعت ادا کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور ایسا کرنا جلیل القدر نیکیوں اور عظیم ترین اسلامی شعائر میں سے ہے،[1] لیکن اسلام کی طرف نسبت کرنے والے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد اس کے بارے میں تساہل اور کوتاہی کا شکار ہے۔ اس طرزِ عمل کے اسباب میں سے دو درج ذیل ہیں:

ا: نمازِ باجماعت کے اجر و ثواب سے بے خبری یا اس کا پیشِ نظر نہ رہنا۔

ب: باجماعت نماز کے حکم کے متعلق جہالت یا تجاہلِ عارفانہ۔

مسلمان برادران، اور ان سے پہلے خود اپنے آپ کی تنبیہ، تذکیر اور یاد دہانی کی خاطر اس کتاب میں توفیقِ الٰہی سے حسبِ ذیل پانچ سوالات کے جوابات قلم بند کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے:

ا: باجماعت نماز کے فضائل کیا ہیں؟ ب: باجماعت نماز کا حکم کیا ہے؟ ج: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اہتمام کیسے فرماتے تھے؟ د: سلف صالحین کا اس کی خاطر اہتمام کیسے تھا؟ ہ: حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، ظاہری، اور دیگر اکابر علمائے اُمت کا اس بارے میں کیا موقف تھا۔ علاوہ ازیں دیارِ مقدّسہ کے علمائے کرام کی اس بارے میں رائے کیا ہے۔

ابو عطاء المنعم رضاء اللہ بن الحاج خان بادشاہ 19 ـ 3 بجے ظہر کے بعد بروز جمعرات ـ 16 ذوالحجہ 1446 بمطابق 12 جون 2025 باجوڑ

کتاب و سنت کی اتباع کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾

"(اے مسلمانو!) آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمھارے لیے اسلام کو (بطور) دین پسند کر لیا ہے۔" [1]

یہ آیت 9 ذوالحجہ 10 ہجری کو میدان عرفات میں نازل ہوئی۔ اس کے نازل ہونے کے تقریباً تین ماہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اجمل و اکمل دین امت کو سونپ کر رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور امت کو یہ وصیت فرما گئے:

((ترکتُ فیکم أَمْرَيْنِ لن تَضِلُّوا ما تَمَسَّكْتُمْ بهما: کتابَ اللهِ وسُنَّةَ نبيِّهِ))

”میں تمھارے اندر دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم انھیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے، ہر گز گمراہ نہیں ہو گے، اللہ کی کتاب اور اس کے نبیٔ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت۔“[2]

معلوم ہوا کہ اسلام، کتاب و سنت میں محدود ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مسئلہ وفتویٰ صرف وہی صحیح اور قابل عمل ہے جو قرآن و حدیث سے مدلل ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الجَنَّةَ إِلَّا مَن أَبَى))

”میری تمام امت جنت میں داخل ہو گی سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔“

لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! انکار کرنے والا کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1]المائدة 3:5- [2] [حسن] السنن الكبرٰى للبيهقي، آداب القاضي، حديث: 20337، والموطأ للإمام مالک، القدر، حديث: 1708-

((مَن أَطَاعَنِي دَخَلَ الجَنَّةَ، وَمَن عَصَانِي فقَدْ أَبَى))

”جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے انکار کیا۔“ [1]

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور موثر نصیحت فرمائی۔ وعظ سن کر ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل دہل گئے۔ ایک شخص نے کہا: اللہ کے رسول! یہ وعظ تو ایسا ہے جیسے کسی رخصت کرنے والے کا ہوتا ہے، اس لیے ہمیں خاص وصیت کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور (اپنے امیر کی جائز بات) سننا اور ماننا چاہے (تمھارا امیر) حبشی غلام ہی ہو۔ میرے بعد جو تم میں سے زندہ رہے گا، وہ سخت اختلاف دیکھے گا۔ اس وقت تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کا طریقہ لازم پکڑنا، اسے ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑے رہنا اور (دین میں) نئے نئے کاموں (اور طور طریقوں) سے بچنا کیونکہ (دین میں) ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“ [2]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ کوئی بدعت حسنہ نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”ہر بدعت گمراہی ہے، چاہے لوگ اسے اچھا سمجھیں۔“[3]

حدیث کے معاملے میں چھان بین اور احتیاط:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾

"اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن مجید) نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لیے بیان کریں جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا ہے تاکہ وہ غور و فکر کریں۔"[4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((ألا إنّي أُوتيتُ الكِتابَ ومِثلَه معه))

"یاد رکھو! مجھے قرآن مجید اور اس کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز (حدیث) دی گئی ہے۔"[5]

[1]صحيح البخاري، الاعتصام، حديث: 7280۔ [2] [صحيح] سنن أبي داود، السنة، حديث: 4607، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، العلم، حديث: 2676۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے [3] السنة لمحمد بن نصر المروزي، ص: 82، وسنده صحيح۔ [4] النحل 44:16۔ [5] [صحيح] سنن أبي داود، السنة، حديث: 4604، وسنده صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 97 میں اسے صحیح کہا ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو فرض کیا ہے، اسی طرح اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی فرض قرار دی ہے۔ فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾

"اے اہل ایمان! اللہ کی اطاعت کرو اور (اس کے) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو۔ اور (اس اطاعت سے ہٹ کر) اپنے اعمال باطل نہ کرو۔"[1]

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی طرح حدیث نبوی بھی شرعی دلیل اور حجت ہے مگر حدیث سے دلیل لینے سے قبل اس بات کا علم ضروری ہے کہ آیا وہ حدیث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت بھی ہے یا نہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَكونُ في آخِرِ الزَّمانِ دَجّالُونَ كَذّابُونَ، يَأْتُونَكُمْ مِنَ الأحادِيثِ بما لَمْ تَسْمَعُوا أنتُمْ، ولا آباؤُكُمْ، فإيّاكُمْ وإيّاهُمْ، لا يُضِلُّونَكُمْ، ولا يَفْتِنُونَكُمْ))

"آخری زمانے میں دجال اور کذاب ہوں گے، وہ تمھیں ایسی ایسی احادیث سنائیں گے جو تم نے اور تمھارے آباء واجداد نے نہیں سنی ہوں گی، لہٰذا ان سے اپنے آپ کو بچانا۔ مبادا وہ تمھیں گمراہ کر دیں اور فتنے میں ڈال دیں۔"[2]

مزید فرمایا: ((مَن كذبَ عليَّ متعمِّدًا فليتبوَّأ مقعدَهُ منَ النّارِ))

"جو شخص مجھ پر عمداً جھوٹ بولے، وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنالے۔" [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((كفى بالمرءِ إثمًا أن يحدِّثَ بكلِّ ما سمِعَ))

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اِتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کر دے۔" [4]

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میرے نام سے ایسی کوئی حدیث بیان کی جسے وہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹی ہے تو یہ شخص جھوٹوں میں سے ایک ہے۔" اس حدیث کے بارے میں امام ابو الحسن علی بن عمر الدار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اسے امام مسلم نے بیان کیا ہے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی حدیث بیان کرتا ہے جس کے بارے میں اُسے شک ہے کہ یہ حدیث صحیح

[1]محمد 33:47 [2] صحيح مسلم، المقدمة، حديث: 7۔ [3] صحيح البخاري، العلم، حديث: 110۔ [4] صحيح مسلم، المقدمة، حديث: 5، ترقيم دار السلام۔

ہے یا صحیح نہیں تو یہ شخص جھوٹوں میں سے ایک ہے۔"[1]

متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ ثابت ہے کہ وہ حدیث بیان کرنے میں انتہائی احتیاط برتتے تھے۔ حافظ ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرنے سے محض اس لیے گریز کیا مبادا حدیث بیان کرنے میں کوئی غلطی یا کمی بیشی ہو جائے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان: "جو شخص مجھ پر عمداً جھوٹ بولتا ہے، اس کا ٹھکانا آگ ہے۔" کے مصداق قرار پائیں۔" [2]

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جو شخص حدیث کے ضعیف راوی کا ضعف جاننے کے باوجود ضعف بیان نہیں کرتا وہ اپنے اس فعل کی وجہ سے گناہ گار ہے اور عوام الناس کو دھوکا دیتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی بیان کردہ احادیث سننے والا ان سب پر یا ان میں سے بعض باتوں پر عمل کرے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ سب احادیث یا ان میں سے اکثر جھوٹ ہوں اور ان کی کوئی اصل ہی نہ ہو جبکہ صحیح احادیث اس قدر ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے ضعیف احادیث کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ پھر بہت سے لوگ علم ہو جانے کے باوجود جانے بوجھے ضعیف اور مجہول اسناد والی احادیث محض اس لیے بیان کرتے ہیں کہ عوام الناس میں ان کی شہرت ہو اور یہ کہا جائے کہ "یہ بہت احادیث جانتا اور اس نے بہت کتابیں لکھی ہیں۔" جو شخص علم کے معاملے میں یہ روش اختیار کرتا ہے اس کے لیے علم میں کچھ حصہ نہیں، اسے عالم کہنے کی بجائے جاہل کہنا زیادہ مناسب ہے۔" [3]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ائمہ میں سے کسی نے نہیں کہا کہ ضعیف حدیث سے کسی عمل کا واجب یا مستحب ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے، اس نے اجماع کی مخالفت کی۔" [4]

جمال الدین قاسمی فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین، ابن حزم اور ابو بکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک فضائل اعمال میں بھی صرف مقبول احادیث ہی قابل استدلال ہیں۔[5]

شیخ احمد شاکر، شیخ البانی اور شیخ محمد محي الدين عبدالحميد رحمہم اللہ اور دیگر محققین کا بھی یہی موقف ہے۔ وضاحت: یاد رہے کہ ضعیف حدیث (جسے مسلکی تعصب کی بنیاد پر نہیں بلکہ اصول حدیث کی روشنی میں خالص فنی

[1]أطراف الغرائب والأفراد للدارقطني: 1/22، وسنده صحيح [2] الكامل لابن عدي: 1/80۔ [3] صحيح مسلم، المقدمة، باب بيان أن الإسناد من الدّين۔ [4] التوسل والوسيلة، ص: 95۔ [5] قواعد التحديث، ص: 113۔

بنیادوں پر دلیل کے ساتھ ضعیف قرار دیا جائے) سے استدلال کے سلسلے میں محدثین کرام کے مختلف اقوال ہیں، مثلاً: ☆ اگر عمل قوی دلائل سے ثابت ہے اور ضعیف حدیث میں صرف اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے تو لوگوں کو اس عمل کی ترغیب دینے کے لیے اس ضعیف حدیث کو بیان کرنا جائز ہے۔

☆ کسی مسئلے کے بارے میں قرآن مجید اور مقبول احادیث مکمل طور پر خاموش ہوں، صرف بعض ضعیف روایات سے کچھ رہنمائی ملتی ہو تو اس مسئلے میں کسی امام کے قول پر عمل کرنے کی بجائے بہتر یہی ہے کہ اس ضعیف حدیث پر عمل کر لیا جائے۔ مگر دونوں گروہ اس بات پر متفق ہیں کہ صرف وہی ضعیف حدیث بیان کی جائے گی جس کا ضعف معمولی ہو، نیز اس کے ضعیف ہونے کی صراحت کی جائے گی۔ ☆ تیسری رائے یہ ہے کہ اگر ضعیف حدیث کی تائید میں دیگر قوی دلائل موجود ہوں تو پھر اسے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

☆ چوتھا قول یہ ہے کہ ضعیف حدیث کے بیان کا دروازہ نہ کھولا جائے کیونکہ:

☆ کسی عمل کی جس فضیلت کو بیان کیا جائے گا، سننے والا اس فضیلت کی سچائی پر ایمان لائے گا (تبھی اس عمل کو انجام دے گا) اسی بات کا نام عقیدہ ہے اور عقائد میں ضعیف حدیث سے استدلال بالاتفاق ناجائز ہے۔

☆ تقریباً ہر باطل فرقہ، کتاب و سنت کے فہم میں صحابہ و تابعین کے مجموعی فہم و عمل سے دور ہے کیونکہ اس کے بغیر وہ اپنے خود ساختہ امتیازی مسائل کا دفاع نہیں کر سکتا۔ اب اگر ضعیف احادیث کے بیان کا دروازہ کھول دیا گیا تو وہ یہ جھوٹا دعویٰ کرے گا کہ "ہر چند فلاں حدیث ضعیف ہے مگر اس کی تائید فلاں آیت کریمہ یا مقبول حدیث سے ہو رہی ہے، لہٰذا یہ حدیث ضعف کے باوجود قابل استدلال ہے۔" حالانکہ فہم سلف کے مطابق اس فلاں آیت یا مقبول حدیث سے اس ضعیف حدیث کی قطعاً تائید نہیں ہوتی۔

☆ آج کل عملاً جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ مفاد پرست علمائے سوء صرف فضائل ہی نہیں بلکہ عقائد و اعمال کو بھی مردود بلکہ موضوع روایات سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور لوگوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ "اول تو یہ احادیث بالکل صحیح ہیں اور اگر کوئی حدیث ضعیف بھی ہوئی، تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بالاتفاق قابل قبول ہوتی ہے۔"

☆ اس میں شک نہیں کہ دین محمدی کا اصل محافظ اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا یہ نہیں ہو سکتا کہ دین الٰہی کی کوئی بات مروی نہ ہو یا مروی تو ہو مگر اس کی تمام روایات ضعیف ہوں، اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک چیز دین الٰہی نہ ہو مگر مقبول احادیث کے ذخیرے میں موجود ہو، دوسرے الفاظ میں جو اصل دین

ہے وہ مقبول روایات میں موجود ہے اور جو دین نہیں اس روایت پر موئثر جرح موجود ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر بہتر یہی ہے کہ ضعیف حدیث سے استدلال کا دروازہ بند ہی رہنے دیا جائے، واللہ اعلم۔ مزید دیکھیے: ریاض الصالحین (اردو) طبع دارالسلام، فوائد حدیث: 1381۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "محققین، محدثین اور ائمہ رحمتہ اللہ علیہم کا کہنا ہے کہ جب حدیث ضعیف ہو تو اس کے بارے میں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کیا ہے۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ یا اس عمل سے منع کیا ہے۔ ایسا اس لیے کہ جزم کے صیغے روایت کی صحت کا تقاضا کرتے ہیں، لہٰذا ان کا اطلاق اسی روایت پر کیا جانا چاہیے جو ثابت ہو، ورنہ وہ انسان نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے والے کے مانند ہوگا مگر (افسوس کہ) اس اصول کو جمہور فقہاء اور دیگر اہل علم نے ملحوظ نہیں رکھا، سوائے محققین محدثین کے اور یہ قبیح قسم کا تساہل ہے کیونکہ وہ (علماء) بہت سی صحیح روایات کے بارے میں صیغۂ تمریض کے ساتھ کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی گئی۔ بہت سی ضعیف روایات کے بارے میں صیغۂ جزم کے ساتھ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا اسے فلاں نے روایت کیا ہے۔ اور یہ صحیح طریقے سے ہٹ جانا ہے۔" [1]

معلوم ہوا کہ صحیح اور ضعیف روایات کی پہچان اور ان میں تمیز کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غیر ثابت حدیث منسوب کرنے سے بچا جا سکے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((ولا فرق في العمل بالحديث في الأحكام أو في الفضائل. إذ الكل شرع))

"احکام ہوں یا فضائل، حدیث پر عمل کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ سب شریعت میں سے ہیں۔" [2]

نماز کی فرضیت، فضیلت اور اہمیت

اولاد کو نماز سکھانے کا حکم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مُرُوا أولادَكُمْ بالصَّلاةِ وهُمْ أبناءُ سبْعِ سِنينَ. واضْرِبُوهُمْ عليها وهُمْ أبناءُ عَشْرٍ سنين وفَرِّقُوا بيْنهُم في المَضاجِعِ))

’’اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور جب وہ دس برس کے ہوں تو انھیں ترکِ نماز پر مارو اور ان کے بستر جدا کر دو۔‘‘ [1]

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والدین کو حکم فرما رہے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کو سات برس ہی کی عمر میں نماز کی تعلیم دے کر نماز کا عادی بنانے کی کوشش کریں اور اگر وہ دس برس کے ہو کر نماز نہ پڑھیں تو والدین تادیبی کارروائی کریں، انھیں سزا دے کر نماز کا پابند بنائیں اور دس برس کی عمر کا زمانہ چونکہ بلوغت کے قریب ہے اس لیے انھیں اکٹھا نہ سونے دیں۔

ترک نماز، کفر کا اعلان ہے:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایمان اور شرک و کفر کے درمیان فرق، نماز کا چھوڑ دینا ہے۔‘‘[2] اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام اور کفر کے درمیان نماز دیوار کی طرح حائل ہے۔ دوسرے لفظوں میں ترکِ نماز مسلمان کو کفر تک پہنچانے والا فعل ہے۔

] [1]صحیح] سنن أبي داود، الصلاة، حدیث:494، وسنده حسن، وجامع الترمذي، الصلاة، حدیث: 407، وقال: ’’حسن صحیح‘‘ اس حدیث کو امام ابن خزیمہ، (حدیث: 1002)، امام حاکم (: 1/201علی شرط مسلم) اور امام ذہبی نے صحیح کہا ہے [2] صحیح مسلم، الإیمان، حدیث: 82۔

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہمارے اور ان (منافقوں) کے درمیان عہد نماز ہے۔ جس نے نماز چھوڑ دی، اس نے کفر کیا۔‘‘[1]

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ منافقوں کو جو امن حاصل ہے کہ وہ قتل نہیں کیے جاتے اور ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک روا رکھا جاتا ہے اور انھیں مسلمان سمجھا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں۔ ان کا نماز پڑھنا ان کے اور مسلمانوں کے درمیان ایک عہد ہے جس کے سبب منافقوں کی جان اور ان کا مال مسلمانوں کی تلوار اور یلغار سے محفوظ ہے اور جس نے نماز ترک کی تو اس نے اپنے کفر کا اعلان و اظہار کر دیا۔ مسلمان بھائیو! غور کرو، کس قدر خوف کا مقام ہے کہ ترک نماز، کفر کا اعلان ہے۔ عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اعمال میں سے ترکِ نماز کے سوا کسی چیز کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔[2]

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ’’جو شخص نماز چھوڑ دے تو اس سے یقینا (اللہ کی حفاظت کا) ذمہ ختم ہو گیا۔‘‘ [3] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص کی نماز عصر فوت ہو جائے تو گویا اس کا اہل (گھر بار) اور مال (سب کچھ) لوٹ لیا گیا۔‘‘ [4]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے نماز عصر چھوڑ دی، اس کے اعمال باطل ہو گئے۔‘‘ [5]

فضیلتِ نماز:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

] [1]صحیح] جامع الترمذي، الإيمان، حديث: 2621، وسنده صحيح، و سنن النسائي، الصلاة، حديث: 464۔ اسے امام ترمذی، امام ابن حبان (الإحسان: 1452)، امام حاکم (المستدرک: 1/7,6) اور امام ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ [2] [صحيح] جامع الترمذي، الإيمان، حديث: 2622، وسنده صحيح وللحديث طريق آخر عند الحاكم: 1/7، حديث: 12، وسنده حسن۔ [3] [حسن] سنن ابن ماجه ، الفتن، باب الصبر على البلاء ، حديث: 4034، وسنده حسن، وحسنه البوصيري۔ [4] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، حديث: 552، وصحيح مسلم ، المساجد، حديث: 626 [5] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، حديث: 553۔

اَلصَّلَاۃُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَۃُ إِلَی الْجُمُعَۃِ، کَفَّارَۃٌ لِمَا بَیْنَھُنَّ، مَالَمْ تُغْشَ الْکَبَائِرُ "پانچ نمازیں، ان گناہوں کو جو ان نمازوں کے درمیان ہوئے، مٹا دیتی ہیں اور (اسی طرح) ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، جب کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا گیا ہو۔" [1]

مثلاً: فجر کی نماز کے بعد جب نماز ظہر پڑھیں گے تو دونوں نمازوں کے درمیانی وقفے میں جو گناہ، لغزشیں اور خطائیں ہو چکی ہوں گی، اللہ تعالیٰ انھیں بخش دے گا۔ اسی طرح رات اور دن کے تمام صغیرہ گناہ نماز پنجگانہ سے معاف ہو جاتے ہیں، گویا پانچوں نمازوں پر ہیشگی مسلمانوں کے نامۂ اعمال کو ہر وقت صاف اور سفید رکھتی ہے حتیٰ کہ انسان نماز کی برکت سے آہستہ آہستہ چھوٹے گناہوں سے باز رہتے ہوئے بڑے گناہوں کے تصور ہی سے کانپ اٹھتا ہے۔ اگر عقیدہ، طریقۂ نماز اور نیت درست ہو تو نماز پر ہیشگی بندے کو گناہوں سے روک دیتی ہے۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کے باوجود کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہو تو یقیناً مذکورہ تین اوصاف میں سے کسی ایک میں ابھی تک خلل موجود ہے جس کی اصلاح ضروری ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "بھلا مجھے بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے کے باہر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ بار نہائے، کیا پھر بھی اس کے جسم پر میل باقی رہے گا؟" صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔"[2]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: "میں (نے گناہ کیا ہے اور بطور سزا) حد کو پہنچا ہوں، لہٰذا مجھ پر حد قائم کریں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے حد کا حال دریافت نہ کیا (یہ نہ پوچھا کہ کون سا گناہ کیا ہے۔) اتنے میں نماز کا وقت آ گیا۔ اس شخص نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو وہ شخص پھر کھڑا ہو کر کہنے لگا: اللہ کے رسول! تحقیق میں حد کو پہنچا

[1]صحيح مسلم ، الطهارة، حديث: 233۔ [2] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، حديث: 528، وصحيح مسلم ، المساجد، حديث: 667۔

ہوں، لہٰذا مجھ پر اللہ کا حکم نافذ کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟'' اس نے کہا: پڑھی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ نے تیرا گناہ بخش دیا ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کتنی وسیع ہے کہ نماز پڑھنے کے سبب اللہ تعالیٰ نے اس کا گناہ، جسے وہ اپنی سمجھ کے مطابق ''حد کو پہنچنا'' کہہ رہا تھا، معاف کر دیا۔ معلوم ہوا کہ نماز گناہوں کو مٹانے والی ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے گناہ اُس کے سر اور کندھوں پر آ جاتے ہیں، پھر جب وہ رکوع یا سجدہ کرتا ہے تو یہ گناہ ساقط، یعنی معاف ہو جاتے ہیں۔'' [2]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جس نے ان کے لیے اچھا وضو کیا، انھیں وقت پر ادا کیا، انھیں خشوع کے ساتھ پڑھا اور ان کا رکوع پورا کیا تو اس نمازی کے لیے اللہ کا عہد ہے کہ وہ اسے بخش دے گا اور جس نے ایسا نہ کیا، اس کے لیے اللہ کا عہد نہیں ہے، چاہے تو اُسے بخش دے اور چاہے تو اسے عذاب دے۔'' [3]

سیدنا عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص آفتاب کے طلوع و غروب سے پہلے (فجر اور عصر کی) نماز پڑھے گا، وہ شخص ہرگز آگ میں داخل نہیں ہو گا۔'' [4]

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے نماز عشاء باجماعت ادا کی (تو اس کے لیے اتنا ثواب ہے کہ) گویا اس نے آدھی رات تک قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز باجماعت پڑھی (تو اتنا ثواب پایا) جیسے اس نے تمام رات نماز پڑھی۔''[5]

سیدنا جندب قسری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی، وہ اللہ کی ذمہ داری (عہد و امان) میں ہے۔'' [6]

[1]صحيح مسلم، التوبة، حديث: 2764۔ [2] السنن الكبرٰى للبيهقي: 3/10 وسنده حسن، وشرح معاني الآثار للطحاوي: 1/477۔ [3] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 425، وسنده صحيح، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 2/215، فيه الصنابحي وهو أبو عبدالله وللحديث طريق آخر عند ابن حبان (الموارد: 252، الإحسان: 1728) وسنده حسن۔ [4] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 634۔ [5] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 656۔ [6] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 657۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھارے پاس فرشتے رات اور دن کو باری باری آتے ہیں۔ یہ آنے اور جانے والے فرشتے نماز فجر اور نماز عصر میں جمع ہوتے ہیں۔ جو فرشتے رات کو تمھارے پاس رہے وہ آسمان پر جاتے ہیں تو ان کا رب ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ اپنے بندوں کا حال خوب جانتا ہے: ''تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟'' وہ کہتے ہیں: ہم نے انھیں اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم ان کے پاس اس حال میں گئے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔'' [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "منافقوں پر فجر اور عشاء سے زیادہ بھاری کوئی نماز نہیں۔ اگر انھیں ان نمازوں کا ثواب معلوم ہو جائے تو وہ ان میں ضرور پہنچیں چاہے انھیں سرینوں کے بل گھسٹ کر ہی آنا پڑے۔" [2]

سرینوں کے بل گھسٹ کر آنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر پاؤں سے چلنے کی طاقت نہ ہو تو ان نمازوں کے ثواب اور اجر کی کشش انھیں چوتڑوں کے بل گھسٹ گھسٹ کر مسجد پہنچنے پر مجبور کر دے، یعنی ہر حال میں پہنچیں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عصر اس قدر پیاری تھی کہ جنگ خندق کے دن کفار کے حملے اور تیر اندازی کے سبب یہ نماز فوت ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید رنج پہنچا، اس پر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے: ''ہمیں کافروں نے درمیانی نماز، یعنی نماز عصر سے باز رکھا حتی کہ سورج بھی غروب ہو گیا، اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔"[3]

نمازی اور شہید:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک قبیلے کے دو شخص ایک ساتھ مسلمان ہوئے، ان میں سے ایک جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب ایک سال کے بعد فوت ہوئے۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ صاحب جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا، اس شہید سے پہلے جنت میں داخل ہو گئے۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے بڑا تعجب ہوا (کہ شہید کا رتبہ تو بہت بلند ہے، اس لیے جنت میں اسے پہلے داخل ہونا چاہیے تھا۔) میں نے صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود ہی اس (تقدیم و تاخیر) کی وجہ

[1]صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، حديث: 555، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 632 [2] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 657، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 651۔ [3] صحيح البخاري، الجهاد، حديث: 2931، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 627۔

پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کا بعد میں انتقال ہوا (کیا تم اس کی نیکیاں نہیں دیکھتے، کس قدر زیادہ ہو گئیں؟) کیا اس نے ایک رمضان کے روزے نہیں رکھے؟ اور سال بھر کی (فرض نمازوں کی) چھ ہزار یا اتنی اتنی رکعتیں زیادہ نہیں پڑھیں؟" [1]

فائدہ: یہ دونوں صحابی مہاجرین میں سے تھے اور دونوں نے اکٹھے ہجرت کی تھی۔ جہاد وغیرہ تمام اعمالِ صالحہ میں بھی یہ دونوں یکساں شریک تھے۔ ان میں سے ایک میدانِ جہاد میں شہید ہو گیا اور دوسرا جہاد کی تیاری میں مصروف اور مرابط رہا اور ساتھ ساتھ اعمالِ صالحہ بھی کرتا رہا۔ چونکہ حدیث میں آیا ہے کہ مرابط کا اجر و عمل جاری رہتا ہے، لہٰذا یہ اپنے اُس بھائی سے بڑھ گیا جو پہلے شہید ہو گیا تھا۔[2]

اہمیتِ نماز:

☆ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وقت پر نماز پڑھنا۔'' میں نے کہا: پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔'' میں نے کہا: پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' [3]

☆ اور فرمایا: ''آدمی اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے۔'' [4]

☆ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ بعض دوزخیوں پر رحمت کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ وہ دوزخ سے ایسے لوگوں کو باہر نکال لائیں جو اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ فرشتے انھیں نشانِ سجدہ سے پہچان کر دوزخ سے نکال دیں گے (کیونکہ) سجدے کی جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے، وہاں آگ کا کچھ اثر نہ ہو گا۔'' [5]

☆ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''سب سے افضل عمل اول وقت پر نماز پڑھنا ہے۔'' [6]

] [1]حسن] مسند أحمد: 2/333، وسندہ حسن، اسے حافظ منذری نے الترغیب والترھیب: 1/244 میں حسن کہا ہے۔ [2] دیکھیے: مشکل الآثار للطحاوي: 3/301، معلوم ہوا کہ منکرین جہاد کا اس حدیث سے استدلال غلط ہے۔ [3] صحیح البخاري، مواقیت الصلاۃ، حدیث: 527، وصحیح مسلم، الإیمان، حدیث: 85۔ [4] صحیح مسلم، الإیمان، حدیث: 82۔ [5] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 806، وصحیح مسلم، الإیمان، حدیث: 182۔ [6] [صحیح] صحیح ابن خزیمۃ، الصلاۃ، حدیث: 327۔ امام ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ میں، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 280 میں، امام حاکم نے المستدرک: 1/189,188 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جب تم میں سے کوئی آدمی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو رحمتِ الٰہی اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔'' [1]

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''میں نے خواب میں اپنے بابرکت اور بلند قدر پروردگار کو بہترین صورت میں دیکھا، اس نے کہا: اے محمد! میں نے کہا: اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ اللہ نے فرمایا: مقرب فرشتے کس بات پر بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: اے میرے پروردگار! میں نہیں جانتا۔ اللہ نے تین بار پوچھا۔ میں نے ہر بار یہی جواب دیا۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ اس نے اپنا (مبارک) ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی انگلیوں[2]

کی ٹھنڈک اپنی چھاتی کے درمیان محسوس کی۔ پھر میرے لیے ہر چیز ظاہر ہو گئی اور میں نے سب کو پہچان لیا۔[3] پھر فرمایا: اے محمد! میں نے کہا: میرے رب! میں حاضر ہوں۔ اللہ نے فرمایا: مقرب فرشتے کس بات پر بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: کفارات (گناہوں کا کفارہ بننے والی نیکیوں) کے بارے میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا: نماز باجماعت کے لیے پیدل چل کر جانا۔ نماز کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا اور مشقت (سردی یا بیماری وغیرہ) کے وقت پورا وضو کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور کس چیز پر بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: درجات کی بلندی کے بارے میں۔

اللہ تعالیٰ نے پوچھا: وہ کن چیزوں میں ہے؟ میں نے کہا: لوگوں کو کھانا کھلانے، نرم بات کرنے اور رات کو نماز پڑھنے میں جبکہ لوگ سو رہے ہوں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب جو چاہو دعا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میں نے یہ دعا کی:

] [1]حسن] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 945، وجامع الترمذي، الصلاة، حديث: 379، وسنن النسائي، السهو، حديث: 1192، وسنده حسن، امام ترمذی نے اسے حسن اور حافظ ابن حجر نے، بلوغ المرام، حدیث: 238 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [2] اللہ کا ہاتھ اور انگلیاں: ہاتھ اور انگلیاں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ ان کی کیفیت ہم نہیں جانتے۔ ہم انہیں مخلوق کے ہاتھوں اور انگلیوں سے تشبیہ نہیں دیتے بلکہ دیگر غیبی امور کی طرح اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر بھی ایمان بالغیب رکھتے ہیں۔ فللّٰہ الحمد علیٰ ذٰلک۔ [3] خواب دیکھتے وقت زمین و آسمان کی ہر وہ چیز میں نے دیکھی اور پہچان لی جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھانا چاہی۔ سوال و جواب سے بھی یہی مفہوم اخذ ہو رہا ہے، نیز ایک روایت میں صرف مشرق و مغرب کا ذکر ہے (جنوب و شمال کا نہیں)، لہٰذا اس حدیث کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر لوگوں کے جنت اور دوزخ میں داخل ہونے تک کائنات کے ہر زمان و مکان کی ہر چیز اور ہر راز مجھے معلوم ہو گیا۔ اگر ایسا ہوتا تو اس خواب کے بعد نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نہیں آنی چاہیے تھی کیونکہ جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی معلوم کرا دی گئی اس کی وحی بھیجنا بے فائدہ ہے مگر ایسا نہیں ہوا اور وحی آتی رہی بلکہ بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کا انتظار فرمایا کرتے تھے۔

((اللهمَّ إني أسألُكَ فِعْلَ الخيراتِ وتَرْكَ المنكراتِ وحُبَّ المساكينِ وأن تَغفرَ لي وتَرحَمَني وإذا أردتَ فتنةً في قومٍ فتوفَّني غيرَ مفتونٍ وأسألُك حُبَّكَ وحُبَّ من يُحبُّكَ وحُبَّ عملٍ يُقرِبُ إلى حُبّكَ))

”اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں نیکیوں کے کرنے کا، برائیوں کے چھوڑنے کا، مسکینوں سے محبت اور پیار کرنے کا اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما دے۔ اگر تیرا کسی قوم کو آزمائش میں ڈالنے کا ارادہ ہو تو مجھے آزمائش سے بچا کر موت دے دینا۔ اور میں تجھ سے تیری محبت اور ہر اس شخص کی محبت مانگتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور میں تجھ سے وہ عمل کرنے کی توفیق مانگتا ہوں جو (مجھے) تیری محبت کے قریب کر دے۔“

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میرا یہ خواب حق ہے، تم اسے یاد رکھو اور دوسرے لوگوں کو بھی یہ خواب سناؤ۔“ [1]

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے صبح کی نماز پڑھی، وہ اللہ کی حفاظت اور ذمہ داری میں ہے۔ (دُعا ہے کہ) اللہ تعالیٰ تم سے اپنی حفاظت کے بارے میں کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے، اس لیے کہ جس سے وہ یہ مطالبہ کرے گا، یقیناً اسے اپنی گرفت میں لے کر منہ کے بل جہنم میں پھینک دے گا۔“ [2]

☆ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَمَّنِي جبريلُ عليه السلامُ عندَ البيتِ مرتينِ))

”جبرئیل علیہ السلام نے خانہ کعبہ کے پاس میری دو دفعہ امامت کرائی ہے۔“ [3]

امامتِ جبرئیل کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کا درجہ اتنا بلند، اس کی اہمیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنی اعلیٰ وارفع اور اسے مخصوص ہیئت، مقررہ قاعدوں، متعینہ ضابطوں اور نہایت خشوع وخضوع سے ادا کرنا اس

] [1]حسن] جامع الترمذي، تفسير القرآن، حديث: 3235، وسنده حسن، ومسند أحمد: 5/243۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [2] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 657۔ [3] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 393، وسنده حسن، وجامع الترمذي، الصلاة، حديث: 149۔ اسے امام ترمذی نے اور امام ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمۃ، حدیث: 325 میں، ابن جارود نے المنتقٰی: 150,149 میں، امام حاکم نے المستدرک: 1/193 میں اور ابوبکر ابن العربی نے عارضة الأحوذي: 1/202 میں صحیح کہا ہے۔

قدر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم امت کے لیے جبرئیل علیہ السلام کو ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی کیفیت، ہیئت، اس کے اوقات اور اس کے قاعدے سکھائے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کے بتائے اور سکھائے ہوئے وقتوں، طریقوں، قاعدوں اور ضابطوں کے مطابق نماز پڑھتے رہے اور امت کو بھی حکم دیا: "اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔" [1]

[1]صحيح البخاري، الأذا□، حديث: 631۔

اَلنِّيَّـــــــةُ

نیت کے مسائل

(مسئلہ نمبر 1) اعمال کے اجر وثواب کا دارومدار نیت پر ہے۔

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنه قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم يَقُوْلُ ((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِيٍ مَّا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ ہِجْرَتُهٗ اِلَى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوْ اِلَى امْرَاَةٍ يَّنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ)) ۔رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ[1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی، لہٰذا جس شخص نے دنیا حاصل کرنے کی نیت سے ہجرت کی اسے دنیا ملے گی اور جس نے کسی عورت سے نکاح کے لئے ہجرت کہ اسے عورت ہی ملے گی۔ پس مہاجر کی ہجرت کا صلہ وہی ہے جس کے لئے اس نے ہجرت کی۔" اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

عَنْ اَبِيْ ہُرَيْرَةَ رضی اللہ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ((اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ ،فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعْمَتَهٗ فَعَرَفَهَا ،فَقَالَ مَا عَمِلْتَ فِيْهَا ؟ قَالَ قَاتَلْتُ فِيْكَ حَتّٰى اسْتُشْهِدْتُ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ

قَاتَلْتَ لِاَنْ يَّقَالَ جَرِيئٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ ۔وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا ؟ قَالَ :تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ وَقَرَأْتُ فِيْكَ الْقُرْآنَ قَالَ : كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ ہُوَ قَارِيئٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى

[1]باب كيف كا□ بدأ الوحى الى ر□ول الله ا

وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ :مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ اَنْ يُّنْفَقَ فِيْهَا اِلاَّ اَنْفَقْتُ فِيْهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ ہُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِيَ فِي النَّارِ))۔رَوَاهُ مُسْلِمٌ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"قیامت کے دن ایک شہید لایا جائے گا۔اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نعمتیں گنوائے گا اور شہید ان نعمتوں کا اقرار کرے گا اللہ اس سے پوچھے گا تو نے ان نعمتوں کا حق ادا کرنے کے لئے کیا عمل کیا،وہ کہے گا"میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتی کہ شہید ہو گیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے تو نے بہادر کہلوانے کے لئے جنگ کی سو دنیا نے تجھے بہادر کہا،پھر (فرشتوں)کو حکم ہو گا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔اس کے بعد وہ آدمی لایا جائے گا جس نے خود بھی علم سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نعمتیں گنوائے گا اور وہ(عالم) ان نعمتوں کا اقرار کرے گا تب اللہ اس سے پوچھے گا ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے تو نے کیا عمل کیا۔وہ عرض کرے گا میں نے خود بھی علم سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور تیری خاطر لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنایا۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا ہے تو نے تو قرآن اس لئے پڑھ کر سنایا تھا کہ لوگ تجھے قاری کہیں سو دنیا نے تمہیں عالم اور قاری کہا پھر حکم ہو گا اور اسے منہ کے بل اٹھا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔اس کے بعد ایک اور آدمی لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نعمتیں گنوائے گا،وہ ان نعمتوں کا اقرار کرے گا پھر اللہ تعالیٰ اس سے سوال کرے گا کہ میری نعمتیں پا کر تم نے کیا کام کئے؟وہ کہے گا کہ میں نے تیری رواہ میں ان تمام جگہوں پر مال خرچ کیا جہاں تجھ کو پسند تھا۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ تو جھوٹ کہتا ہے تو نے تو مال صرف اس لئے خرچ کیا تا کہ لوگ تجھے سخی کہیں اور دنیا نے تجھے سخی کہا پھر حکم ہو گا اور اسے منہ کے بل اٹھا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[1]مختصر صحيح مسلم ، للالبانى ،رقم الحديث 1089

فَضْلُ الطَّهَارَةِ

طہارت کی فضیلت

(مسئلہ نمبر 2) صفائی نصف ایمان ہے۔

عَنْ اَبِیْ مَالِکِ الْاَشْعَرِیِّ رضی الله عنه قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ((اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِیْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ اَوْ تَمْلَأُ مَا بَیْنَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَالصَّلاَۃُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَۃُ بُرْهَانٌ ، وَالصَّبْرُ ضِیَاءٌ ، وَالْقُرْآنُ حَجَّةٌ لَّکَ اَوْ عَلَیْکَ ، کُلُّ النَّاسِ یَغْدُوْ فَبَایِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا اَوْ مُوْبِقُهَا))رَوَاهُ مُسْلِمٌ[1]

حضرت مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"طہارت آدھا ایمان ہے۔(ایک مرتبہ) الحمدللہ کہنا ترازو کو نیکیوں سے بھر دیتا ہے۔ سبحان اللہ اور الحمدللہ کہنا زمین وآسمان کے درمیان ساری جگہ کو بھر دیتا ہے ، نماز (دنیاوآخرت میں چہرے) کا نور ہے، صبر روشنی ہے،اور قرآن مجید (قیامت کے روز) تیرے حق میں یا تیرے خلاف گواہی دے گا۔ ہر آدمی صبح اٹھتا ہے تو اس کی جان گروی ہوتی ہے جسے یا تو وہ (نیکی کرکے) آزاد کرالیتا ہے یا (گناہ کرکے) ہلاک کرتا ہے۔اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 3) وضو (طہارت) کرنے سے ہاتھ اور پاؤں کے تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الصُّنَابِحِیِّ رضی الله عنه قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم ((اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فَتَمَضْمَضَ خَرَجَتِ الْخَطَایَا مِنْ فِیْهِ وَاِذَا اسْتَنْثَرَ خَرَجَتِ الْخَطَایَا مِنْ

[1]مختصر صحیح مسلم ، للالبانی رقم الحدیث 120

اَنْفِهٖ فَاِذَا غَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَتِ الْخَطَایَا مِنْ وَجْهِهٖ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَشْفَارِ عَیْنَیْهِ فَاِذَا غَسَلَ یَدَیْهِ خَرَجَتِ الْخَطَایَا مِنْ یَدَیْهِ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ تَحْتَ اَظْفَارِ یَدَیْهِ فَاِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهٖ خَرَجَتِ رَاسِهٖ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ اُذُنَیْهِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَیْهِ خَرَجَتِ الْخَطَایَا مِنْ رِجْلَیْهِ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِ رِجْلَیْهِ ثُمَّ کَانَ مَشْیُهُ اِلَی الْمَسْجِدِ وَصَلاَتُهٗ نَافِلَةً لَهٗ)) ۔رَوَاهُ النَّسَائِیُّ[1]

حضرت عبداللہ بن صنابحی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"جب مومن آدمی وضو کرکے کلی کرتا ہے۔ تو اس کے منہ کے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جب ناک صاف کرتا ہے تو ناک کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، جب چہرہ دھوتا ہے تو چہرہ کے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں حتی کہ آنکھوں کی پلکوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں پھر جب ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھ کے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں حتی کہ

ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ معاف ہو جاتے ہیں پھر جب آدمی سر کا مسح کرتا ہے تو سر کے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں حتی کہ کانوں کے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر جب پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں حتی کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں، (وضو کرنے کے بعد) آدمی مسجد کی طرف آتا ہے اور نماز پڑھتا ہے تو یہ سارے اعمال اس کی نیکی میں اضافہ (یعنی بلندی درجات) کا باعث بنتے ہیں۔ اسے نسائی نے روایت کیا ہے۔

[1] کتاب الطھارۃ، باب مسح الاذنین مع الراس و...

اَہَمِیَّۃُ الطَّھَارَۃِ

طہارت کی اہمیت

(مسئلہ نمبر 4) طہارت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ ((لَا تُقْبَلُ صَلَاۃٌ بِغَیْرِ طُھُوْرٍ وَّلَا صَدَقَۃٌ مِنْ غَلُوْلٍ))۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اللہ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور مال غنیمت سے چوری کئے ہوئے مال کا صدقہ قبول نہیں کرتا۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ((مِفْتَاحُ الصَّلَاۃِ الطُّھُوْرُ وَتَحْرِیْمُھَا التَّکْبِیْرُ وَتَحْلِیْلُھَا التَّسْلِیْمُ))۔ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ [2] (صحیح)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "طہارت نماز کی کنجی ہے۔ نماز کی ابتداء تکبیر اور اختتام سلام پھیرنا ہے۔" اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 5) پیشاب کرنے کے بعد طہارت سے غفلت برتنے سے عذاب قبر ہوتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ((عَامَّۃُ عَذَابِ الْقَبْرِ فِی الْبَوْلِ فَاسْتَنْزِہُوْا مِنَ الْبَوْلِ)) رَوَاہُ الْبَزَّارُ وَالطَّبْرَانِیُّ وَالْحَاکِمُ وَالدَّارِ قُطْنِیُّ [3] (صحیح)

[1]کتاب الطھارۃ ، باب وجوب الطھارۃ للصلاۃ [2] صحیح ابن ماجۃ للالبانی ، الجزء الاول ،رقم الحدیث 222 [3] صحیح الترغیب والترہیب ، للالبانی ، الجزء الاول ، رقم الحدیث152

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قبر میں زیادہ تر عذاب پیشاب کے معاملے میں ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے احتیاط کرو۔" اسے بزار، طبرانی، حاکم اور دار قطنی نے روایت کیا ہے۔

اَلْمَــــــاءُ

پانی کے مسائل

(مسئلہ نمبر 6) پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰہِصلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ :یَا رَسُوْلَ اللّٰہِصلی اللہ علیہ وسلم اِنَّا نَرْکَبُ الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِیْلَ مِنَ الْمَائِ فَاِنَ تَوَضَّأْنَا بِہٖ عَطِشْنَا اَفَنَتَوَضَّأُ بِمَاءَ الْبَحْرِ ؟فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ((ہُوَالطُّھُوْرُمَاؤُہُ الْحِلُّ مَیْتَتُہُ))۔رَوَاہُ اَحْمَدُوَاَبُوْدَاوُدَوَالنَّسَائِیُّ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ[1] (صحیح)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا" اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں، تو تھوڑا سا پانی ساتھ لے جاتے ہیں اگر اس سے وضو کر لیں تو پیاسے رہ جائیں کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سمندر کا پانی پاک ہے اور اس میں مرا ہوا جانور (مچھلی) حلال ہے۔" اسے احمد، ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 7) پاک چیز پانی کا رنگ یا ذائقہ (یا دونوں) بدل دے تب بھی پانی پاک ہی رہتا ہے۔

عَنْ اُمِّ ہَانِئٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ :اِغْتَسَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ہُوَ وَمَیْمُوْنَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فِیْ قَصْعَۃٍ فِیْہَا اَثَرُ الْعَجِیْنِ ۔رَوَاہُ النَّسَائِیُّ[2] (صحیح)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک ٹب کے پانی سے غسل کیا۔ پانی میں گندھے ہوئے آٹے کا اثر تھا۔" اسے نسائی نے روایت کیا ہے۔

[1]صحیح سنن ابی داود ، للالبانی ، الجزء الاول ،رقم الحدیث 76 [2] صحیح سنن النسائی ، للالبانی ، الجزء الاول ،رقم الحدیث 3480

(مسئلہ نمبر 8) بلی کا جھوٹا ناپاک نہیں ہوتا۔

(مسئلہ نمبر 9) میاں، بیوی دونوں بیک وقت ایک ہی برتن کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :كُنْتُ اَتَوَضَّأُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ اِنَائٍ وَاحِدٍ قَدْ اَصَابَتْ مِنْهُ الْهِرَّةُ قَبْلَ ذٰلِكَ ۔رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ[1] (صحیح)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے وضو کرتے حالانکہ اس پانی سے بلی بھی پی چکی ہوتی۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ((فِيْ الْهِرَّةِ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَّافَاتِ))۔رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ[2] (صحیح)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کے بارے میں فرمایا "یہ ناپاک نہیں بلکہ تمہارے پاس (گھروں میں) آتی جاتی رہتی ہے۔" اسے ابو داود، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 10) استعمال شدہ پانی میں نجاست نہ پڑی ہو تو پانی پاک ہی رہتا ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَعُوْدُنِيْ وَاَنَا مَرِيْضٌ لاَ اَعْقِلُ فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وُضُوْئِهِ فَعَقَلْتُ ۔رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ[3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہا کہتے ہیں کہ میں بیماری کی وجہ سے بے ہوش تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو سے بچا ہوا پانی مجھ پر ڈال دیا تو مجھے ہوش آ گیا۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

[1]صحیح سنن ابن ماجہ ، للالبانی ، الجزء الاول ،رقم الحدیث 295 [2] صحیح سنن ابی داود ، للالبانی ، الجزء الاول ،رقم الحدیث 68 [3] کتاب الوضوء ، باب صب النبی اوضوئہ علی المغمی علیہ

(مسئلہ نمبر 11) پانی میں نجاست شامل ہو جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَنَّهُ نَهٰی اَنْ يُبَالَ فِيْ الْمَاۗءِ الرَّا كِدِ ۔رَوَاهُ مُسْلِمٌ[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[1] کتاب الطھارۃ باب النھی البول فی الماء الراکد

آدَابُ الْخَــــــلاۗءِ

رفع حاجت کے مسائل

(مسئلہ نمبر 12) بیت الخلاء میں داخل ہونے اور نکلنے کی مسنون دعا یہ ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ :كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِذَا دَخَلَ الْخَلاَۗءَ يَقُوْلُ ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ))۔مُتَفَقٌّ عَلَيْهِ[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

یا اللہ! میں ناپاک جنوں اور جننیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم كَانَ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْغَائِطِ قَالَ ((غُفْرَانَکَ)) ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ[2] (صحیح)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر آتے تو غُفْرَانَکَ (یا اللہ! میں تیری بخشش چاہتا ہوں) فرماتے۔ اسے احمد، ابوداود، نسائی، ترمذی، اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 13) بیت الخلاء میں اللہ تعالیٰ کے نام والی کوئی چیز ساتھ نہیں لے جانی چاہئے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ :كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِذَا دَخَلَ الْخَلاَءَ وَضَعَ خَاتَمَهُ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهُ[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ

[1]صحيح مسلم كتاب الحيض ، باب ما يقول اذا اراد دخول الخلاء [2] صحيح سنن ابي داود ، للالباني ، الجزء الاول ،رقم الحديث 23 [3] صحيح سنن ابن ماجه، باب ذكر الله عزوجل على الخلاء والخاتم في الخلاء

فرماتے تو اپنی انگوٹھی (جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحریر تھا) اتار دیا تے تھے۔" اسے ترمذی، نسائی، اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 14) کھلے میدان میں رفع حاجت کے وقت منہ یا پیٹھ قبلہ کی طرف نہیں کرنی چاہئے البتہ طہارت خانے کے اندر یا دیوار کی اوٹ میں ایسا کیا جاسکتا ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ((اِذَا جَلَسَ اَحَدُكُمْ عَلَى حَاجَتِهِ فَلاَ يَسْتَقْبِلَنَّ الْقِبْلَةَ وَلاَ يَسْتَدْبِرْهَا))۔رَوَاهُ مُسْلِمٌ[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کوئی آدمی رفع حاجت کے لئے بیٹھے تو منہ یا پیٹھ قبلہ کی طرف نہ کرے۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

عَنِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَقِيْتُ عَلٰى بَيْتِ اُخْتِيْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَاعِدًا لِّحَاجَتِهِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ ۔رَوَاهُ مُسْلِمٌ[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "میں اپنی بہن (ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا) کے گھر کی چھت پر چڑھا، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (چھت پر) رفع حاجت کے لئے بیٹھے ہوئے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ شام کی طرف اور پیٹھ قبلہ کی طرف تھی۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ وضاحت: حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بہن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں۔

(مسئلہ نمبر 15) رفع حاجت کے وقت شرمگاہ کو دایاں ہاتھ لگانا منع ہے۔

(مسئلہ نمبر 16) دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا منع ہے۔

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ((لاَ یُمْسِکَنَّ اَحَدُکُمْ ذَکَرَہٗ بِیَمِیْنِہٖ وَہُوَ یَبُوْلُ وَلاَ یَتَمَسَّحْ مِنَ الْخَلاَئِ بِیَمِیْنِہٖ وَلاَ یَتَنَفَّسْ فِی الْاِنَائِ)) ۔رَوَاہُ مُسْلِمٌ [3]

[1] کتاب الطهارة باب استقبال القبلة بغائط [2] کتاب الطهارة باب الاستطابة [3] کتاب الطهارة باب النهى عن الاستنجاء باليمين

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”پیشاب کرتے وقت کوئی آدمی اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجا کرے اور نہ ہی (کوئی چیز پیتے وقت) برتن میں پھونک مارے۔“ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 17) طہارت دائیں ہاتھ سے شروع کرنی چاہئے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ :اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَیُحِبُّ التَّیَمُّنَ فِیْ طُھُوْرِہٖ اِذَا تَطَھَّرَ وَفِیْ تَرَجُّلِہٖ اِذَا تَرَجَّلَ وَفِی انْتِعَالِہٖ اِذَا انْتَعَلَ ۔رَوَاہُ مُسْلِمٌ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنے، کنگھا کرنے اور جوتا پہننے میں دائیں طرف سے آغاز پسند فرمایا کرتے تھے۔“ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 18) راستے اور سائے کی جگہ میں رفع حاجت کرنا منع ہے ۔

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ :((اتَّقُوْا اللاَّعِنَیْنِ)) قَالُوْا :وَمَا اللاَّعِنَانِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ :((الَّذِیْ یَتَخَلّٰی فِیْ طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْ فِیْ ظِلِّھِمْ)) ۔رَوَاہُ مُسْلِمٌ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لوگو! لعنت کے دو کاموں سے بچو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لعنت کے وہ دو کام کون کون سے ہیں؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لوگوں کی گزر گاہ اور سایہ دار جگہ پر رفع حاجت کرنا۔“ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 19) استنجا کرنے کے لئے مٹی کے کم از کم تین ڈھیلے یا پانی استعمال کرنا چاہئے۔ (مسئلہ نمبر 20) گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنا منع ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَدْخُلُ الْخَلاَءَ فَاَحْمِلُ اَنَا وَغُلاَمٌ نَحْوِیْ اِدَاوَۃً مِنْ مَاءٍ وَعَنْزَۃً فَیَسْتَنْجِیْ بِالْمَاءِ ۔مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ[3]

[1]کتاب الطہارۃ باب التیمن فی الطہور وغیرہ [2]کتاب الطہارۃ باب النہی عن التخلی فی الطرق [3] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب الاستنجاء بالماء من التبرز

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو میں اور میری عمر کا ایک دوسرا لڑکا پانی کا لوٹا اور برچھی اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رفع حاجت کے بعد) پانی سے طہارت کرتے۔اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ سَلْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ قِیْلَ لَہٗ قَدْ عَلَّمَکُمْ نَبِیُّکُمْ کُلَّ شَیْءٍ حَتَّی الْخِرَاءَ ۃَ قَالَ :فَقَالَ اَجَلْ لَقَدْ نَھَانَا اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَۃَ لِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِیَ بِالْیَمِیْنِ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِیَ بِاَقَلَّ مِنْ ثَلاَثَۃِ اَحْجَارٍ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِیَ بِرَجِیْعٍ اَوْ بِعَظْمٍ ۔رَوَاہُ مُسْلِمٌ[1]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے (ازراہ تمسخر) کہا گیا" تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں ہر چیز کی تعلیم دی ہے۔حتی کہ پیشاب اور پاخانہ کی بھی؟"حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا" ہاں!رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رفع حاجت کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔استنجا کرتے وقت دایاں ہاتھ استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔تین پتھروں سے کم میں استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔نیز گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔"اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 21) نماز سے قبل بیت الخلاء سے فارغ ہونا ضروری ہے۔رفع حاجت کے وقت نماز کھڑی ہو جائے تو پہلے اطمینان سے رفع حاجت سے فارغ ہونا چاہئے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَرْقَمَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا اَرَادَ اَحَدُکُمُ الْغَائِطَ وَاُقِیْمَتِ الصَّلاَۃُ فَلْیَبْدَاْ بِہٖ)) ۔رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ[2] (صحیح)

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب کوئی شخص بیت الخلاء میں آنے کا ارادہ کرے اور ادھر نماز کھڑی ہو جائے تو پہلے اسے بیت الخلاء سے فارغ ہونا چاہئے۔اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 22) رفع حاجت کے لئے پردے کا اہتمام ضروری ہے۔

[1]کتاب الطہارۃ ، باب الا□تطابۃ [2] صحیح□نن ابن ماجہ، للالبانی الجزء الاول ، رقم الحدیث 499

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا اَرَادَ الْحَاجَةَ لَمْ يَرْفَعْ ثَوْبَهُ حَتّٰى يَدْنُوَ مِنَ الْاَرْضِ ۔رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ[1] (صحیح)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ " نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لئے بیٹھنے لگتے، تو زمین کے قریب پہنچ کر کپڑا اٹھاتے۔" (تاکہ بے پردگی نہ ہو) اسے ترمذی، ابوداود، اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا اَرَادَ الْبَرَازَ انْطَلَقَ حَتّٰى لاَ يَرَاهُ اَحَدٌ ۔رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ[2] (صحیح)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رفع حاجت کا ارادہ فرماتے (تو بستی سے) اتنے دور نکل جاتے کہ کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ پاتا۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 23) مٹی کے تین ڈھیلوں سے استنجا کرنے کے بعد پانی استعمال کرنا ضروری نہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((اِذَا ذَهَبَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْغَائِطِ فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ بِثَلاَثَةِ اَحْجَارٍ يَسْتَطِيْبُ بِهِنَّ فَاِنَّهَا تُجْزِئُ عَنْهُ))۔رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ[3] (حسن)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب رفع حاجت کے لئے جاؤ تو مٹی کے تین ڈھیلے ساتھ لے جاؤ۔ پانی کی جگہ یہی کافی ہیں۔ (یعنی تین ڈھیلوں سے مکمل طہارت حاصل ہو جائے گی جس کے بعد نماز پڑھنی جائز ہے) اسے احمد، ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 24) استنجا اور وضو کے لئے الگ الگ برتن استعمال کرنے چاہئیں۔

(مسئلہ نمبر 25) استنجا کرنے کی بعد ہاتھ پاک کرنے کے لئے کلمہ شہادت پڑھنا سنت سے ثابت نہیں۔

[1]صحیح سنن الترمذی ، للالبانی الجزء الاول ، رقم الحدیث 13 [2] صحیح سنن ابی داؤد للالبانی الجزء الاول رقم الحدیث 2 [3] صحیح سنن ابی داؤد للالبانی الجزء الاول رقم الحدیث 31

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃ رضی اللہ عنہ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا اَتَی الْخَلاَءَ اَتَیْتُہُ بِمَاءٍ فِیْ تَوْرٍ اَوْ رَکْوَۃٍ فَاسْتَنْجٰی ثُمَّ مَسَحَ یَدَہُ عَلَی الْاَرْضِ ثُمَّ اَتَیْتُہُ بِاِنَاءٍ آخَرَ فَتَوَضَّأَ۔رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ[1] (صحیح)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء کے لئے تشریف لاتے، تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی کا لوٹا یا چمڑے کی چھاگل لاکر دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم استنجا کرتے اور مٹی پر ہاتھ مل کر صاف کرتے۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے برتن میں پانی دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 26) رفع حاجت کے دوران بات کرنا منع ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَجُلاً مَرَّ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَبُوْلُ فَسَلَّمَ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْہِ ۔رَوَاہُ مُسْلِمٌ[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کررہے تھے۔ ایک آدمی کا ادھر سے گزر ہوا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 27) رفع حاجت کے بعد استنجا کرلینے سے طہارت حاصل ہوجاتی ہے وضو کرنا ضروری نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا یَقُوْلُ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَجَاءَ مِنَ الْغَائِطِ وَاُتِیَ بِطَعَامٍ فَقِیْلَ لَہٗ اَلاَ تَتَوَضَّأُ؟ قَالَ: ((لِمَ؟ اَلِلصَّلاَۃِ؟)) ۔رَوَاہُ مُسْلِمٌ[3]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے بعد تشریف لائے، تو کھانا لایا گیا، عرض کیا گیا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کھانے سے پہلے) وضو نہیں فرمائیں گے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" کیا نماز پڑھنی ہے کہ وضو کروں؟" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[1]صحیح سنن ابی داؤد للالبانی الجزء الاول رقم الحدیث 35 [2] کتاب الحیض ، باب التیمم [3] کتاب الحیض باب جواز اکل المحدث الطعام......

(مسئلہ نمبر 28) رفع حاجت سے طہارت حاصل کرنے کے بعد ہاتھوں کو مٹی یا صابن وغیرہ سے اچھی طرح صاف کرنا چاہئے۔

عَنْ مَیْمُوْنَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم اِغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَۃِ فَغَسَلَ فَرْجَہٗ بِیَدِہٖ ثُمَّ دَلَکَ بِہَا الْحَائِطَ ثُمَّ غَسَلَہَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوْءَہٗ لِلصَّلاَۃِ ۔رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ[1]

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا (ام المومنین) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل جنابت شروع کیا تو پہلے اپنے (بائیں) ہاتھ سے شرمگاہ کو دھویا پھر وہ ہاتھ دیوار پر رگڑا پھر اسے پانی سے دھویا پھر نماز کے وضو کی طرح کا وضو کیا۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 29) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منع ہے۔ البتہ بیماری یا تکلیف کے باعث کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی رخصت ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :مَنْ حَدَّثَكُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم بَالَ قَائِمًا فَلاَ تُصَدِّقُوْهُ مَا كَانَ يَبُوْلُ اِلاَّ جَالِسًا ۔رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَهْ[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے، اس کی تصدیق مت کرو۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کیا کرتے تھے۔ اسے احمد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ رضی الله عنه قَالَ رَاَيْتُنِی اَنَا وَالنَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم نَتَمَاشٰی فَاَتٰی سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ فَقَامَ كَمَا يَقُوْمُ اَحَدُكُمْ فَبَالَ فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ فَاَشَارَ اِلَیَّ فَجِئْتُهُ فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهِ حَتّٰی فَرَغَ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ[3]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جا رہے تھے کہ ہمارا گزر کسی قوم کے

[1]صحیح بخاری کتاب الغسل باب مسح الید بالتراب لتکون انقی [2] صحیح سنن النسائی للالبانی الجزء الاول رقم الحدیث 29 [3] کتاب الوضوء باب البول عند صاحبہ والتستر بالحائط

کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیوار کے پیچھے کھڑے ہوئے اور پیشاب کیا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارے سے مجھے اپنے پاس بلایا (تاکہ پردہ ہو جائے) چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہو گیا، حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب سے فارغ ہو گئے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ وضاحت: کھڑے ہونے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں زخم تھا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیٹھنا ممکن نہیں تھا یا بیٹھنے کے لئے مناسب جگہ نہیں تھی۔

(مسئلہ نمبر 30) بیماری، بڑھاپا یا سردی کے باعث برتن میں پیشاب کرنا درست ہے۔

عَنْ اُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ : كَانَ لِلنَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم قَدَحٌ مِنْ عِيْدَانٍ تَحْتَ سَرِيْرِهٖ يَبُوْلُ فِيْهِ بِاللَّيْلِ ۔رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ[1] (صحیح)

حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی کے نیچے ایک لکڑی کا پیالہ رکھا رہتا۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت پیشاب کیا کرتے تھے۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

[1]صحیح سنن ابی داؤد للالبانی الجزء الاول رقم الحدیث 19

إِزَالَـــــةُ النَّجَـــاسَةِ

نجاست دور کرنے کے مسائل

(مسئلہ نمبر 31)غلاظت اور نجاست دور کرنے کے لئے بایاں ہاتھ استعمال کرنا چاہئے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :كَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَلْيُمْنٰى لِطُهُوْرِهٖ وَطَعَامِهٖ وَكَانَتْ يَدَهُ الْيُسْرٰى لِخَلاَئِهٖ وَمَا كَانَ مِنْ اَذًى ـرَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ[1](صحیح)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو اور کھانے کے لئے دایاں ہاتھ استعمال فرماتے۔استنجا اور دوسری نجاست دور کرنے کے لئے بایاں ہاتھ استعمال فرماتے۔اسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر32)شیر خوار بچہ کپڑے پر پیشاب کردے تو اس پر پانی چھڑک دینا کافی ہے،لیکن شیر خوار بچی کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رضی الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ : ((بَوْلُ الْغُلاَمِ الرَّضِيْعِ يُنْضَحُ وَبَوْلُ الْجَارِيَةِ يُغْسَلُ)) قَالَ قَتَادَةُ رضی الله عنه : وَهٰذَا مَا لَمْ يَطْعَمَا فَاِذَا طَعِمَا غُسِلَ جَمِيْعًا ـرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ[2] (صحیح)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"شیر خوار بچے کے پیشاب پر پانی چھڑک دیا جائے اور شیر خوار بچی کے پیشاب کو دھویا جائے۔حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک بچے غلہ نہ کھائیں،جب کھانے لگیں گے تو دونوں کے پیشاب

[1]صحیح سنن ابی داود ، للالبانی ، الجزء الاول ،رقم الحدیث 26 [2] منتقی الاخبار کتاب الطھارۃ باب نضح بول الغلام اذا لم یطعم

دھوئے جائیں گے۔اسے احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

عَنْ اُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم بِابْنٍ لَهَا لَمْ يَاْكُلِ الطَّعَامَ فَوَضَعَتْهُ فِيْ حَجْرِهٖ فَبَالَ قَالَ فَلَمْ يَزِدْ عَلَى اَنْ نَضَحَ بِالْمَائِ ـرَوَاهُ مُسْلِمٌ[1]

حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اپنا بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر حاضر ہوئیں جب ابھی اناج نہیں کھاتا تھا۔ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گود میں بٹھایا، تو اس نے پیشاب کر دیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اوپر پانی چھڑکنے کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔ (یعنی اسے دھویا نہیں) اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 33) کپڑے پر منی یا کوئی دوسری رطوبت لگ جائے تو اتنی جگہ پانی سے دھو کر نماز پڑھ لینی چاہئے خواہ نشان باقی رہے۔)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كُنْتُ اَغْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَيَخْرُجُ اِلَى الصَّلاَةِ وَاِنَّ بُقَعَ الْمَاءِ فِيْ ثَوْبِهٖ ۔رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ[2]

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے جنابت دھو دیتی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لے جاتے اور پانی کی نمی کپڑوں پر باقی ہوتی۔" اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ تَغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ اَرَاهُ فِيْهِ بُقْعَةً اَوْ بُقَعًا ۔رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی دھو ڈالتیں، لیکن منی کا نشان یا نشانات کپڑے پر باقی رہتے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 34) اہل کتاب کے برتن دھوتے وقت یا دھونے کے بعد کلمہ شہادت وغیرہ پڑھنا سنت سے ثابت نہیں۔

[1]كتاب الطهارة باب حكم بول الطفل الرضيع [2] كتاب الوضوء ، باب غسل المنى وفركه [3] كتاب الوضوء باب اذا غسل الجنابة فلم يذهب اثره

(مسئلہ نمبر 35) مجبوری کی حالت میں اہل کتاب کے برتن پانی سے دھو کر استعمال کرنے جائز ہیں۔

عَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رضى الله عنه اَنَّهٗ قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِنَّا اَهْلُ سَفَرٍ نَمُرُّ بِالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ فَلاَ نَجِدُ غَيْرَ اٰنِيَتِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ((فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا غَيْرَهَا فَاغْسِلُوْهَا بِالْمَاءِ ثُمَّ كُلُوْا فِيْهَا وَاشْرَبُوْا)) ۔رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ[1] (صحيح)

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم سفر کرنے والے لوگ ہیں، ہمارا گزر یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں پر ہوتا ہے اور ان کے برتنوں کے علاوہ ہمیں کوئی برتن میسر نہیں آتا" (اس بارے میں کیا حکم ہے) رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اگر اہل کتاب کے برتنوں کے علاوہ کوئی برتن نہ ملیں تو ان کو پانی سے دھولو اور ان میں کھاؤ پیو۔“ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 36) جوتوں سے لگی نجاست جوتوں کو مٹی پر رگڑنے سے دور ہو جاتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 37) پانی کے علاوہ پاک مٹی بھی گندگی اور نجاست کو دور کرتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ : ((اِذَا جَاءَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَقْلِبْ نَعْلَیْہِ فَلْیَنْظُرْ فِیْھِمَا فَاِنْ رَاٰی خَبَثًا فَلْیَمْسَحْہُ بِالْاَرْضِ ثُمَّ لِیُصَلِّ فِیْھِمَا)) رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ[2] (صحیح)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جب کوئی آدمی مسجد میں آئے تو جوتے پلٹ کر دیکھ لے اگر جوتوں پر غلاظت لگی ہو تو انہیں زمین پر رگڑ کر صاف کرے پھر انہی جوتوں میں نماز پڑھ لے۔“ اسے احمد اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

عَنْ اِمْرَاَۃٍ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ الْاَشْھَلِ قَالَتْ : سَاَلْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ اِنَّ بَیْنِیْ وَبَیْنَ الْمَسْجِدِ طَرِیْقًا قَذِرَۃً قَالَ :((فَبَعْدَھَا طَرِیْقٌ اَنْظَفُ مِنْھَا ؟)) قُلْتُ نَعَمْ قَالَ :

[1] صحیح سنن الترمذی، للالبانی، الجزء الثانی، رقم الحدیث 1184 [2] منتقی الاخبار، الجزء الاول، رقم الحدیث 44

((فَھٰذِہٖ بِھٰذِہٖ))۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَۃَ[1] (صحیح)

بنو عبد الاشہل کی ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ”ہمارے (گھر) اور مسجد کے درمیان کچھ راستہ گندہ ہے“ (یعنی اگر جوتوں پر غلاظت لگ جائے تو کیا کرنا چاہئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کیا اس کے بعد صاف راستہ بھی ہے؟“ عورت نے عرض کیا ”ہاں“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”صاف راستہ گندے راستے کے اثرات ختم کر دیتا ہے۔“ اسے ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 38) برتن دھوتے وقت یا دھونے کے بعد کلمہ شہادت پڑھنا سنت سے ثابت نہیں۔

(مسئلہ نمبر 39) کتا برتن میں منہ ڈال دے تو برتن کو سات دفعہ دھونا چاہئے۔ پہلی بار مٹی سے دھونے کا حکم ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ((طُھُوْرُ اِنَاءِ اَحَدِکُمْ اِذَا وَلَغَ فِیْہِ الْکَلْبُ اَنْ یَغْسِلَہٗ سَبْعَ مَرَّاتٍ اُوْلَاھُنَّ بِالتُّرَابِ))۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ برتن سات مرتبہ دھویا جائے، پہلی دفعہ مٹی سے دھونا چاہئے۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 40) جنبی کو طہارت حاصل کرنے کے لئے پانی سے غسل کرنا چاہئے۔ پانی میسر نہ ہونے کی صورت میں مٹی سے تیمم کر کے طہارت حاصل کی جاسکتی ہے۔

وضاحت: حدیث مسئلہ نمبر 110 کے تحت ملاحظہ فرمائیں

(مسئلہ نمبر 41) کپڑے پر حیض کا خون لگ جائے تو اسے پانی سے دھو کر پاک کرنا چاہئے۔

وضاحت: حدیث مسئلہ نمبر 79 کے تحت ملاحظہ فرمائیں

[1] صحیح سنن ابن ماجه ، للالبانی ، الجزء الاول رقم الحدیث 431 [2] کتاب الطهارة باب حکم ولوغ الکلب

(مسئلہ نمبر 42) مردہ حلال جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔

عَنْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم رِجَالٌ مِّنْ قُرَيْشٍ يَجُرُّوْنَ شَاةً لَهُمْ مِثْلَ الْحِمَارِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ((لَوْ اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا)) قَالُوْا اِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ((يُطَهِّرُهَا الْمَاءُ وَالْقَرَظُ))۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ[1] (حسن)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا، قریش کے کچھ لوگ مری ہوئی بکری کو مرے ہوئے گدھے کی طرح کھینچ کر لے جارہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر تم اس مری ہوئی بکری کا چمڑہ اتار لیتے تو اچھا ہوتا" لوگوں نے عرض کیا "یہ مردار ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چمڑے کو پانی اور کیکر کی چھال پاک کر دیتے ہیں۔" اسے احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔
وضاحت: پانی اور کیکر کی چھال سے کھال رنگنے کو دباغت کہتے ہیں۔

(مسئلہ نمبر 43) پیشاب کی نجاست پانی سے دور ہو جاتی ہے۔

(مسئلہ نمبر 44) زمین خشک ہو کر خود بخود پاک ہو جاتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ :قَامَ اَعْرَابِیٌّ فَبَالَ فِی الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَہُ النَّاسُ فَقَالَ لَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ((دَعُوْہُ وَہَرِیْقُوْا عَلَی بَوْلِہٖ سَجْلاً مِنْ مَاءٍ اَوْ ذَنُوْبًا مِنْ مَاءٍ فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ))۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک بدو نے پیشاب کر دیا لوگ اسے مارنے کو دوڑے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اسے کچھ نہ کہو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہا دو کیوں کہ تم مشکل پیدا کرنے کے لئے نہیں آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

[1]مسند احمد 6/334 [2] کتاب الوضوء باب صب الماء علی البول فی المسجد

(مسئلہ نمبر 45) پینے والی چیز میں مکھی گر جائے تو اسے ڈبو کر نکال دینے سے مکھی کی نجاست دور ہو جاتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ((اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِی اِنَاءِ اَحَدِکُمْ فَلْیَغْمِسْہُ کُلَّہُ ثُمَّ لِیَطْرَحْہُ فَاِنَّ فِیْ اِحْدٰی جَنَاحَیْہِ شِفَاءً وَفِی الْآخَرِ دَاءً)) ۔رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبُخَارِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَۃَ[1] (صحیح)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب کسی کے مشروب میں مکھی گر جائے تو اسے پوری طرح ڈبو کر پھینک دینا چاہئے (اور مشروب پی لینا چاہئے) مکھی کے ایک پر میں شفا ہے اور دوسرے پر میں بیماری ہے۔" اسے احمد، بخاری، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

[1]صحیح بخاری کتاب الطب باب اذا وقع الذباب فی الاناء

اَلْجَنَـــــابَۃُ

جنابت کے مسائل

[1] (مسئلہ نمبر 46) مرد اور عورت کی شرمگاہ مل جانے پر غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

وضاحت: حدیث مسئلہ نمبر 104 کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(مسئلہ نمبر 47) عورت یا مرد کو احتلام ہو تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

وضاحت: حدیث مسئلہ نمبر 105 کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(مسئلہ نمبر 48) مذی آنے سے غسل واجب نہیں ہوتا بلکہ شرمگاہ دھو کر وضو کرلینا ہی کافی ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ :كُنْتُ رَجُلاً مَذَّاءً فَكُنْتُ اَسْتَحْيِيْ اَنْ اَسْئَلَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم لِمَكَانِ ابْنَتِهٖ فَاَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ رضی اللہ عنہ فَسَاَلَهُ فَقَالَ ((يَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ))۔رَوَاهُ مُسْلِمٌ [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے مذی کی شکایت تھی، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کرنے میں شرم محسوس کرتا تھا، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی میرے نکاح میں تھیں۔ چنانچہ میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کریں، چنانچہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" علی پیشاب کی جگہ دھو کر وضو کر لیا کریں۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[1] احتلام یا جماع کی وجہ سے پیدا ہونے والی ناپاکی کو جنابت کہتے ہیں۔ [2] کتاب الحیض باب المذی

(مسئلہ نمبر 49) بیوی سے صحبت کرنے سے قبل یہ دعا مانگنی چاہئے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ((لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّاتِيَ اَهْلَهُ قَالَ :بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَاِنَّهُ اِنْ يُقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِيْ ذٰلِكَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ اَبَدًا)) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ [1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب کوئی آدمی اپنی بیوی سے صحبت کا ارادہ کرے تو اسے یہ دعا مانگنی چاہئے۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا'' ہم اللہ کے نام سے مدد چاہتے ہیں یا اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور ہماری اس اولاد کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ جو تو ہمیں عطا فرمائے۔ یہ دعا پڑھنے کے بعد والدین کو اللہ تعالیٰ جو اولاد دے گا وہ شیطان کے شر سے ہمیشہ محفوظ رہے گی۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 50) دوبارہ صحبت کرنے سے قبل وضو کرنا مستحب ہے۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمْ اَهْلَهُ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يَعُوْدَ فَلْيَتَوَضَّأْ)) ۔رَوَاهُ مُسْلِمٌ [2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب کوئی آدمی اپنی بیوی سے صحبت کرے پھر دوبارہ کرنا چاہے تو پہلے وضو کرے۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 51) غسل جنابت میں پہلے دونوں ہاتھ دھونے چاہئیں پھر برتن میں ہاتھ ڈالنے چاہئیں۔

وضاحت: حدیث مسئلہ نمبر 107 کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(مسئلہ نمبر 52) جنبی جس پانی میں ہاتھ ڈال دے وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

[1]صحیح مسلم کتاب النکاح باب ما یستحب ان یقوله عند الجماع [2] کتاب حیض باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :اغْتَسَلَ بَعْضُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم فِيْ جَفْنَةٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم لِيَتَوَضَّاَ مِنْهَا اَوْ يَغْتَسِلَ فَقَالَتْ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِنِّيْ كُنْتُ جُنُبًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم ((اِنَّ الْمَاءَ لاَ يَجْنَبُ)) رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ[1] (صحیح)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن میں سے کسی نے ایک ٹب کے پانی سے غسل جنابت کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، وضو یا غسل کرنے لگے تو بولیں "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں حالت جنابت میں تھی۔" (اور میں نے اس ٹب کے پانی سے غسل کیا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پانی جنبی نہیں ہوتا۔" اسے احمد، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 53) حالت جنابت میں کسی سے مصافحہ کرنا، سلام دعا کرنا یا بات چیت کرنا جائز ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه اَنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم لَقِيَهُ فِيْ بَعْضِ طَرِيْقِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ جُنُبٌ فَانْخَنَسْتُ مِنْهُ فَذَهَبَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ :((اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ)) ؟ قَالَ :كُنْتُ جُنُبًا فَكَرِهْتُ اَنْ اُجَالِسَكَ وَاَنَا عَلٰى غَيْرِ طَهَارَةٍ ، قَالَ : ((سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لاَ يَنْجُسُ))۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینے کی کسی گلی میں ان کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، اس وقت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جنبی تھے۔ چنانچہ وہ وہاں سے کھسک گئے، جا کر غسل کیا اور پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "ابوہریرہ تم کہاں چلے گئے تھے؟" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "میں حالت جنابت میں تھا، لہٰذا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حالت میں بیٹھنا اچھا نہ سمجھا۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سبحان اللہ! مومن کسی حالت میں ناپاک نہیں ہوتا۔" اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

[1]صحیح سنن ابی داؤد، ، الجزء الاول، رقم الحدیث 61 [2] کتاب الغسل، باب عرق الجنب وان المسلم لا ینجس

(مسئلہ نمبر 54) حالت جنابت میں کھانے پینے کے لئے ہاتھ دھونے کافی ہیں، البتہ وضو کرنا افضل ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّاْكُلَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ يَدَيْهِ ۔رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ[1] (صحیح)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں کوئی چیز کھانا چاہتے، تو پہلے ہاتھ دھو لیتے۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِذَا كَانَ جُنُبًا فَاَرَادَ اَنْ يَّاْكُلَ اَوْ يَنَامَ تَوَضَّأَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلَاةِ ۔رَوَاهُ مُسْلِمٌ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں کھانا یا سونا چاہتے تو پہلے نماز کی طرح وضو کر لیتے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 55) جنبی مسجد سے گزر سکتا ہے لیکن ٹھہر نہیں سکتا۔

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : كَانَ اَحَدُنَا يَمُرُّ فِى الْمَسْجِدِ جُنُبًا مُجْتَازًا ۔رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ[3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حالت جنابت میں مسجد سے گزر جایا کرتے تھے۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 56) حالت جنابت میں زبانی اللہ کا ذکر کرنا جائز ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ اَحْيَانِهِ ۔رَوَاهُ مُسْلِمٌ [4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر حالت میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

[1]صحيح سنن ابن ماجه ، الجزء الاول رقم الحديث 483 [2] كتاب الحيض ، باب جواز نوم الجنب واستحباب والوضوء له [3] منتقى الاخبار ، الجزء الاول ، رقم الحديث 391 [4] كتاب الحيض ، باب ذكر الله تعالىٰ فى حال الجنابة

(مسئلہ نمبر 57) جنبی کو قرآن پاک پڑھنا یا پڑھانا منع ہے۔

(مسئلہ نمبر 58) پاک آدمی وضو کے بغیر قرآن مجید پڑھ سکتا ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُقْرِئُ نَا الْقُرْآنَ عَلَى كُلِّ حَالٍ مَا لَمْ يَكُنْ جُنُبًا ۔رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ[1] (صحيح)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت کے علاوہ ہر حال میں ہمیں قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے۔اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 59) جنبی سونے سے قبل غسل نہ کر سکے تو اسے وضو کر لینا چاہئے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ فَرْجَهُ وَتَوَضَّأَ لِلصَّلاَةِ ۔رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حالت جنابت میں سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنی شرمگاہ دھو کر نماز کی طرح وضو فرما لیتے۔اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 60) جنبی کے لئے وضو کر کے سونا افضل ہے لیکن نہ کرنے کی رخصت ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ اسْتَفْتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ ((هَلْ يَنَامُ اَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ ؟ قَالَ ((نَعَمْ لِيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَنَمْ حَتَّى يَغْتَسِلَ إِذَا شَاءَ)) ۔رَوَاهُ مُسْلِمٌ[3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا "کیا جنبی (غسل کئے بغیر) سو سکتا ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہاں!وضو کر لے اور سو جائے پھر جب چاہے (اٹھ کر) غسل کر لے۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَجْنُبُ ثُمَّ يَنَامُ وَلاَ يَمَسُّ مَاءً حَتَّى يَقُوْمَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَيَغْتَسِلُ ۔رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ[4] (صحيح)

[1]كتاب الطهارة ، باب ما جاء في الرجل يقرا القرآن على كل حال...... [2] كتاب الغسل ، باب الجنب يتوضا ثم ينام [3] كتاب الحيض ، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له [4] صحيح سنن ابن ماجه ، للالباني ، الجزء الاول ، رقم الحديث 421

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں پانی کو ہاتھ لگائے بغیر سو جاتے، پھر اٹھ کر غسل فرماتے۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(مسئلہ نمبر 61) غسل جنابت میں پہلے دونوں ہاتھ دھونے چاہئیں پھر طہارت حاصل کر کے وضو کرنا چاہئے۔

وضاحت: حدیث مسئلہ نمبر 107 کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(مسئلہ نمبر 62) جنابت مدت مسح ختم کر دیتی ہے۔

وضاحت: حدیث مسئلہ نمبر 143 کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(مسئلہ نمبر 63) غسل جنابت کے لئے پانی میسر نہ ہو تو غسل کی نیت سے کیا گیا تیمم ہی غسل جنابت کا کام دیتا ہے۔

وضاحت: حدیث مسئلہ نمبر 110 کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

نمازی کا لباس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا يُصَلِّي أحدُكم في الثوب الواحدِ ليس على عاتِقِه منه شيءٌ))

''تم میں سے کوئی ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھے ننگے ہوں۔'' [1]

اس سے معلوم ہوا کہ مرد کے لیے نماز کے دوران میں سر ڈھانپنا واجب نہیں اگر ایسا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کندھوں کے ساتھ سر کا ذکر بھی فرماتے، سر ڈھانپنے کے بارے میں مجموعی لحاظ سے لوگوں کو اس کی ترغیب دینا درست ہے مگر نماز کے ساتھ تخصیص کر کے سر نہ ڈھانپنے پر ملامت کرنا ٹھیک نہیں، تاہم بہتر یہی ہے کہ نماز کے دوران میں سر پر ٹوپی یا عمامہ وغیرہ ہو۔ دیکھیے: أخبار القضاة، محمد بن خلف بن حيان: 1/202۔ حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک ہی کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا، اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دونوں طرفیں اپنے کندھوں پر رکھی ہوئی تھیں۔[2]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور وہ اپنے تہبند چھوٹے ہونے کے سبب اپنی گردنوں پر باندھے ہوئے ہوتے تھے اور عورتوں سے کہہ دیا گیا تھا کہ جب تک مرد سیدھے ہو کر بیٹھ نہ جائیں اس وقت تک تم اپنے سر سجدے سے نہ اٹھانا۔[3]

یہ حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ اگلی صف والوں کے مقامِ ستر پر پچھلی صف والوں (خواتین) کی نظر نہ پڑے۔ یاد رہے کہ عہد نبوت میں خواتین پچھلی صفوں میں نماز ادا کرتی تھیں۔

[1]صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 359، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 516۔ [2] صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 354356، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 517۔ [3] صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 362۔

محمد بن منکدر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تو وہ ایک ہی کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی چادر ایک طرف رکھی ہوئی تھی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے ان سے کہا: ابو عبداللہ! آپ کی چادر پڑی رہتی ہے اور آپ نماز پڑھ لیتے ہیں تو انھوں نے فرمایا: ہاں، میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے اور میں نے چاہا کہ (میں بھی ایسا ہی کروں تاکہ) تمھارے جیسے جاہل مجھے (اس طرح نماز پڑھتے ہوئے) دیکھ لیں۔[1]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ یہود کی مخالفت کی خاطر، نماز میں سدل کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے کہ یہودی سدل کرتے ہیں۔[2]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو نماز میں سدل کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: گویا یہ یہودی ہیں جو اپنے عبادت خانے سے باہر آئے ہیں۔[3] معلوم ہوا کہ نماز میں یہودیوں کی طرح گردن پر کپڑا اٹکانا (سدل کرنا) جائز نہیں۔ **وضاحت:** سدل یہ ہے کہ (سر، یا) کندھوں پر اس طرح کپڑا ڈالا جائے کہ وہ دونوں طرف لٹکتا رہے۔ اگر سر یا گردن پر کپڑے کو بل دے دیا (لپیٹ لیا) جائے، پھر اس کے دونوں کنارے لٹکیں تو یہ سدل نہیں ہے۔ واللہ أعلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عورتیں نماز فجر ادا کرتی تھیں تو وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوتی تھیں۔[4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر نہیں ہوتی۔'' [5]

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ران قابل ستر ہوتی ہے؟'' یعنی اسے چھپانا چاہیے۔[6] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نماز میں ننگے پاؤں کھڑے ہوتے اور کبھی آپ نے جوتا پہن رکھا ہوتا تھا۔[7]

[1]صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 370 [2] ابن أبي شيبة: 2/259، حديث: 6483۔ [3] ابن أبي شيبة، حديث: 6480۔ [4] صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 372، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 645۔ [5] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 641 وهو حديث صحيح، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 775 میں اور امام ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ [6] سنن أبي داود، الحمام، حديث: 4014، وهو حديث حسن۔ [7] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 653، وسنده حسن، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، حديث: 1038، امام طحاوی نے اسے متواتر کہا ہے۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم نماز ادا کرو تو اپنا جوتا پہن لو یا اسے اتار کر اپنے قدموں کے درمیان رکھو۔'' [1]

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہودیوں کی مخالفت کرو، وہ جوتے اور موزے پہن کر نماز ادا نہیں کرتے۔'' [2]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم مسجد میں آؤ تو جوتوں کو اچھی طرح غور سے دیکھ لو، اگر ان میں گندگی یا نجاست نظر آئے تو انھیں زمین پر اچھی طرح رگڑو، پھر ان میں نماز ادا کرو۔“ [3]

وضاحت: اس دور میں مسجدوں کے فرش کچے ہوتے تھے اور جوتوں کے تلوے بھی عام طور پر ہموار ہوتے تھے جو زمین پر رگڑنے سے پاک ہو جاتے تھے۔ آج اکثر مسجدوں میں صفیں، دریاں یا قالین بچھ گئے ہیں اور جوتوں کے تلووں میں بسا اوقات گندگی پھنس جاتی ہے جو زمین پر رگڑنے سے نہیں نکلتی، لہٰذا آج اگر کوئی شخص جوتے پہن کر نماز ادا کرنا چاہے تو اسے طہارت کا مکمل اہتمام کرنا چاہیے ورنہ جوتے اتار کر نماز پڑھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”جب تم نماز ادا کرو تو اپنے جوتے دائیں یا بائیں نہ رکھو بلکہ قدموں کے درمیان رکھو کیونکہ تمھارا بایاں دوسرے نمازی کا دایاں ہو گا۔ ہاں اگر بائیں جانب کوئی نمازی نہ ہو تو بائیں جانب رکھ سکتے ہو۔“ [4]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ پیچھے سے بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اٹھے اور ان کا جوڑا کھول دیا۔ جب ابن حارث رحمہ اللہ نماز سے فارغ ہو گئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھنے لگے: تمھیں میرے سر سے کیا سروکار تھا؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ”بے شک اس طرح کے آدمی کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مشکیں بندھی ہوئی حالت میں نماز ادا کرے۔“ [5]

] [1]صحیح] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 655، وسندہ صحیح، امام حاکم نے المستدرک: 1/260,259 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ [2] [صحیح] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 652، وسندہ صحیح، امام حاکم نے المستدرک: 1/260 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [3] [صحیح] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 650، وسندہ صحیح، امام حاکم نے المستدرک: 1/260، میں، ذہبی اور نووی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [4] [صحیح] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 654،655، وسندہ صحیح، امام حاکم نے المستدرک: 1/259 میں، امام ذہبی اور امام نووی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [5] صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 492۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دھاری دار چادر میں نماز پڑھی۔ آپ کی نگاہ اس کی دھاریوں پر چلی گئی، جب فارغ ہوئے تو فرمایا: ”میری یہ چادر ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور اس کی سادہ چادر میرے پاس لے آؤ۔ اس (چادر کی دھاریوں) نے تو اس وقت مجھے نماز میں (خشوع سے) غافل کر دیا تھا۔“ [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں ایک جانب ایک پردہ لٹکا رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہمارے سامنے سے اپنا یہ پردہ ہٹا دو۔ اس کی تصویریں نماز میں مسلسل میرے سامنے آتی رہتی ہیں۔“ [2]

وضاحت: عصر حاضر میں عام مسلمان بڑی عقیدت اور دینی جذبے کے ساتھ ایک دوسرے سے بڑھ کر نقش و نگار والے مصلّے کا انتخاب کرتے ہیں اور اسے آداب عبادت کا حصہ سمجھتے ہیں۔ گھروں کے علاوہ اکثر مساجد میں بھی خوبصورت نقش و نگار والے مصلّے نظر آتے ہیں بلکہ اب تو مسجدوں میں اسی قسم کے قالین مروج ہو گئے ہیں۔ یہ سب خلاف سنت اور خلاف تقویٰ ہے۔ ہم سب کو چاہیے کہ اپنی عقیدت و محبت، جذبہ و شوق اور خیالات و نظریات کو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات اور مقدس فرمودات کے مطابق بنائیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اطاعت

میں اطاعتِ الٰہیہ، محبت ربانیہ اور قبولیتِ عبادت مضمر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے گرمی کی شدت سے (بچنے کی خاطر) سجدے کی جگہ پر کپڑے کا کنارہ بچھا لیتے تھے۔[3]

[1]صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 373، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 556۔ [2] صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 374۔ [3] صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 385۔

مساجد کے مسائل وفضائل مسجد کی فضیلت:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَن بَنى مَسْجِدًا ، يَبْتَغِي به وجْهَ اللهِ، بَنى اللّهُ له مِثْلَهُ في الجَنَّةِ

"جو شخص مسجد بنائے (اور) اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس (مسجد) جیسا گھر بناتا ہے۔" [1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ کو مسجدیں بہت زیادہ محبوب ہیں اور بازار انتہائی ناپسندیدہ ہیں۔" [2]

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مسجدیں دنیا کی تمام جگہوں سے بڑھ کر محبوب اور پیاری ہیں کیونکہ ان میں اللہ کی عبادت ہوتی ہے اور بازار اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ ہیں کیونکہ وہاں حرص، طمع، جھوٹ، مکر اور لین دین میں فریب اور دھوکے کا دور دورہ ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ کسی دینی یا دنیوی ضرورت کے بغیر بازار ہرگز نہیں جانا چاہیے اور مسجدوں کو بے حد محبوب رکھنا چاہیے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو کوئی دن کے اول حصے میں یا دن کے آخری حصے میں مسجد کی طرف جائے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہشت میں مہمانی تیار کرتا ہے۔"[3] ن

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے اور بہت اچھے طریقے سے وضو کرے اور پھر مسجد کا قصد کرے تو ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں نہ ڈالے کیونکہ بے شک وہ اس وقت

[1]صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 450، و صحيح مسلم، المساجد، حديث: 533۔ [2] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 671۔ [3] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 662، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 669۔

نماز ہی میں ہوتا ہے۔" [1] یعنی تمھیں برابر نماز کا ثواب مل رہا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسجد میں ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں نہ ڈالو۔"[2]

بعض مساجد میں نمازوں کا ثواب:

مسجد اقصیٰ میں ایک نماز دو سو پچاس(250) نمازوں کے برابر ہے۔[3]

مسجد حرام میں ایک نماز دوسری مساجد کی ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔[4]

مسجد نبوی میں ایک نماز دیگر مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔[5]

سیدنا عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم نہیں دیکھتے کہ میرا گھر مسجد کے کس قدر قریب ہے، اس کے باوجود فرض نماز کے علاوہ مجھے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ پسند ہے۔" [6]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم مسجد میں نماز پڑھو تو نماز کا کچھ حصہ (نوافل، سنتیں) اپنے گھروں میں پڑھو، اللہ اس نماز کے سبب گھر میں بھلائی دے گا۔" [7]

تحیۃ المسجد:

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت (تحیۃ المسجد کے طور پر) پڑھا کرو۔" [8]

پیاز اور لہسن کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاز اور لہسن سے منع کیا اور فرمایا: "جو شخص یہ دونوں چیزیں کھائے، وہ مسجد کے قریب نہ آئے۔" اور فرمایا: "اگر تم یہ چیزیں کھانا ہی چاہتے ہو تو انھیں پکا کر

] [1]صحیح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 562، وهو حديث حسن، امام حاکم نے المستدرک: 1/206 میں اور امام ذہبی نے اسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کر کے صحیح کہا ہے، البتہ امام ابوداود کی سیدنا کعب بن عجرہ والی روایت کی سند حسن ہے۔ (مرعاۃ، حدیث: 1003) [2] [صحيح] مسند أحمد: 4/241، وسنن أبي داود، حديث: 562 وهو حديث حسن۔ [3] [صحيح] المستدرک للحاکم: 4/509۔ [4] صحيح البخاري، فضل الصلاة، حديث: 1190، وصحيح مسلم، الحج، حديث: 1394۔ [5] صحيح البخاري، فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، حديث: 1190 وصحيح مسلم، الحج، حديث: 1394۔ [6] [صحيح] سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، حديث: 1378، وهو حديث صحيح، امام بوصیری نے اور امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1202 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [7] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 778۔ [8] صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 444، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 714۔

ان کی بومار دو۔" [1]

کیونکہ اس بُو سے فرشتوں کو بھی ایذا پہنچتی ہے۔[2]

شیخ ناصر الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کیا کسی کے تصور میں یہ بات آسکتی ہے کہ سگریٹ پینے والا پیاز و لہسن کے حکم میں داخل نہیں؟ سب کو معلوم ہے کہ سگریٹ کی بدبو پیاز اور لہسن کی بو سے کہیں زیادہ اذیت ناک ہوتی ہے۔ ان دونوں کے کھانے میں کوئی نقصان بھی نہیں جبکہ سگریٹ پینے کے بے شمار نقصانات ہیں اور فائدہ کوئی نہیں۔ اگر کسی کو کسی مرض کے ازالے کے لیے لہسن یا پیاز استعمال کرنے کی ضرورت ہو تو وہ ان کے استعمال کے بعد مسجد آسکتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو، جو سینے کے ایک مرض کی بنا پر لہسن کھا کر مسجد میں نماز پڑھنے آئے تھے، معذور قرار دیا تھا۔[3]

مسجد میں تھوکنا گناہ ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے اعمال پیش کیے گئے۔ میں نے دیکھا کہ نیک اعمال میں راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا بھی (شامل) ہے اور برے اعمال میں مسجد میں تھوکنا بھی ہے جس پر مٹی نہ ڈالی گئی ہو۔"[4] نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس پر مٹی ڈال کر دفن کرنا ہے۔" [5]

وضاحت: اگر مسجد کا فرش پختہ ہے تو تھوک، پانی یا کپڑے وغیرہ سے صاف کیا جائے گا۔

مسجد میں سونا:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں سویا کرتے تھے اور وہ غیر شادی شدہ نوجوان تھے۔[6]

مسجد میں خرید و فروخت:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم کسی شخص کو مسجد میں کچھ بیچتا یا خریدتا دیکھو تو کہو: لَا أَربحَ اللّٰهُ تِجارَتَكَ "اللہ تعالیٰ تیری سوداگری میں نفع

] [1][صحيح] سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3827، وسنده حسن اس مرفوع روایت کو علامہ البانی نے صحیح کہا ہے، البتہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ موقوف روایت صحیح مسلم (567) میں موجود ہے۔ [2] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 564۔ [3] [صحيح] سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3826، وهو حديث صحيح، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1672 میں اور امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 319 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [4] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 553۔ [5] صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 415، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 552۔ [6] صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 440۔

نہ دے۔" اور جس وقت تم کسی شخص کو مسجد میں کسی گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے دیکھو تو تم کہو: ((لا ردَّ اللّٰہُ علیکَ)) "اللہ تجھے وہ چیز نہ لوٹائے۔" کیونکہ مسجدیں اس مقصد کے لیے ہرگز نہیں بنائی گئیں۔" [1]

مسجد میں جانے کی فضیلت:

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اپنے گھر سے باوضو ہو کر فرض نماز ادا کرنے کے لیے مسجد کی طرف نکلتا ہے تو اسے حج کا احرام باندھنے والے کی مانند ثواب ملتا ہے۔" [2]

یاد رہے کہ جن افراد پر بیت اللہ کا حج فرض ہو چکا ہو، جب تک وہ بیت اللہ پہنچ کر حج نہ کریں ان سے فرضیت ساقط نہ ہو گی، چاہے ساری عمر باوضو ہو کر پانچوں نمازیں مسجد میں جا کر پڑھتے رہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اجر و ثواب کی فراوانی سے کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب اپنے گھر یا بازار میں تنہا نماز پڑھنے سے (کم از کم) پچیس درجے زیادہ ہے، لہٰذا جب انسان اچھی طرح وضو کر کے مسجد جائے تو اس کے ہر قدم سے اس کا درجہ بلند ہوتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔ جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے لیے اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ نماز کی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ! اس پر رحمت کر۔ اے اللہ! اس پر رحم کر۔ جب تک نمازی نماز کا انتظار کرتا ہے، وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔ [3]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد نبوی کے گرد کچھ مکان خالی ہوئے۔ بنو سلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ فرمایا: "اے بنو سلمہ! اپنے (موجودہ) گھروں میں ٹھہرے رہو (مسجد کی طرف آتے وقت) تمھارے قدم لکھے جاتے ہیں۔" [4]

مسجد سے دل لگانے والے کے لیے عظیم خوشخبری:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سات شخص ایسے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اس دن (حشر میں) اپنے (عرش کے) سائے میں رکھے گا جس دن سوائے اس کے سائے کے کوئی سایہ نہیں ہو گا:

] [1]صحیح] جامع الترمذي، البيوع، حديث: 1321، وسنده صحيح، امام حاکم نے المستدرک: 2/56 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [2] [صحیح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 558، اس کی سند حسن ہے۔ [3] صحيح البخاري، البيوع، حديث: 2119، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 649۔ [4] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 665۔

1 عادل حاکم۔

2 وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں جوانی گزارے۔

3وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو، جس وقت نماز پڑھ کر نکلتا ہے تو مسجد کی طرف دوبارہ آنے کے لیے بے تاب رہتا ہے۔

4وہ دو شخص جو (صرف) اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں (جب) ملتے ہیں تو اسی کی محبت میں اور جدا ہوتے ہیں تو اسی کی محبت میں۔

5وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے اور (محبت یا خشیت سے) اس کی آنکھوں سے آنسو بہ پڑتے ہیں۔

6وہ شخص جسے کسی اونچے خاندان والی، خوبصورت عورت نے (برائی کے لیے) بلایا (دعوت گناہ دی) تو اس شخص نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ 7وہ شخص جس نے اللہ کے نام پر کچھ دیا تو اسے اتنا مخفی رکھا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو علم نہ ہوا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا (خیرات کو بالکل مخفی رکھتا ہے)۔" [1]

مساجد میں خوشبو کے اہتمام کا حکم:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: "محلوں میں مسجدیں بناؤ۔ (جہاں نیا محلہ آباد ہو، وہاں مسجد بھی بناؤ) اور انھیں پاک صاف رکھو اور خوشبو لگاؤ۔" [2]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ لوگ مسجدوں پر فخر کریں گے۔" [3]

مسجد میں آکر نماز ادا کرنے والوں کے لیے خوشخبری:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اندھیروں میں (نماز کے لیے) مسجد کی طرف چل کر آنے والوں کو قیامت کے دن پورے نور کی خوشخبری سنا دو۔" [4]

مسجد میں مشرک داخل ہو سکتا ہے کیونکہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ

[1]صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 660، وصحیح مسلم، الزکاۃ، حدیث: 1031۔ [2] [صحیح] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 455، وھو حدیث صحیح، وسنن ابن ماجه، المساجد، حدیث: 759,758، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1294 میں اور امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 306 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [3] [صحیح] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 449، وسندہ صحیح، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1322 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [4] [صحیح] سنن ابن ماجه، المساجد، حدیث: 780، وسندہ حسن، امام حاکم نے المستدرک: 1/212 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

(جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا تھا۔[1]

مسجد کی خبر گیری کرنے والا مومن ہے:

مسلمان بہن بھائیو! مسجدوں کی خبر گیری کیا کرو۔ انھیں صاف ستھرا رکھو۔ روشنی اور پانی کا انتظام کرو۔ مرمت کا خیال رکھو مسجد کی سب سے بڑی اور اصل خبر گیری یہ ہے کہ وہاں جا کر پانچوں وقت باجماعت نماز پڑھو۔ مساجد میں قرآن و حدیث کے درس کا اہتمام کرو۔ مسنون نماز پڑھانے والے ائمہ کا تقرر اور پانچوں وقت اذان دینے کے لیے تنخواہ نہ لینے والے موذن کا انتظام کرو۔

قبرستان اور حمام میں نماز پڑھنے کی ممانعت:

سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قبرستان اور حمام کے سوا تمام روئے زمین مسجد ہے (سب جگہ نماز جائز ہے)۔" [2]

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں نماز پڑھنا جائز نہیں فرماتے تو قبرستان میں مسجدیں بنانا بھی جائز نہیں۔ مسجد کے معنی ہیں سجدے کی جگہ، نماز کی جگہ۔ جب قبرستان میں سجدہ اور نماز منع ہے تو نماز اور سجدے کے لیے مسجد (سجدے کی جگہ) بنانا بھی ممنوع قرار پائی۔

مسجد میں داخل ہونے کی دعا:

((اللّٰھمَّ اغفِرْ لي ذُنوبي وافتَحْ لي أبوابَ رحمتِكَ)) "اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔"[3]

ایک روایت میں مسجد میں داخل ہونے کی دعا ان الفاظ سے بھی منقول ہے:

بِسمِ اللّٰہِ والصلوٰۃ والسَّلامُ علی رسولِ اللّٰہِ اللّٰھُمَّ افتَح لي أبوابَ رحمتِكَ

"اللہ کے نام کے ساتھ (داخل ہوتا ہوں) اور (درود و) سلام ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔" [4]

اگر نمازی مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھ لے تو باقی دن وہ شیطان سے محفوظ رہے گا:

أعوذُ باللّٰہِ العظیمِ وبوجھہ الکریمِ وسلطانِہ القدیمِ من الشَّیطانِ الرَّجیمِ

[1]صحیح البخاري، الصلاۃ، حدیث: 462۔ [2] [صحیح] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 492، وسندہ صحیح، وجامع الترمذي، الصلاۃ، حدیث: 317۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے: 1/251 میں، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 791 میں، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 339,338 میں، اور امام ابن حزم نے المحلّی: 4/29 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [3] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 713۔ [4] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 465، وجامع الترمذي، الصلاۃ، حدیث: 314

"میں شیطان مردود سے عظمت والے اللہ، اس کے عزت والے چہرے اور اس کی قدیم بادشاہت کی پناہ چاہتا ہوں۔" [1]

مسجد سے نکلنے کی دعا

سیدنا ابو اسید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم مسجد سے نکلو تو یہ پڑھو: **اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِن فَضْلِكَ** "اے اللہ! بے شک میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔" [2]

ایک روایت میں مسجد سے نکلنے کی دعا ان الفاظ سے بھی منقول ہے:

بسمِ اللهِ والصلوة والسَّلامُ على رسولِ اللهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِن فَضْلِكَ اللهمَّ اعصِمْني مِنَ الشيطانِ الرجيمِ

"اللہ کے نام کے ساتھ (میں نکلتا ہوں) اور درود و سلام ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اے اللہ! میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔ اے اللہ! مجھے شیطان مردود سے بچا کے رکھ۔" [3]

مسجد میں بلند آواز سے باتیں کرنا منع ہے:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طائف کے رہنے والے دو آدمیوں سے (جو مسجد نبوی میں اونچی آواز سے باتیں کر رہے تھے) فرمایا: اگر تم مدینے کے رہنے والے ہوتے تو میں تمھیں ضرور سزا دیتا کہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مسجد میں اپنی آوازیں اونچی کرتے ہو۔[4]

[1]سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 466، وسندہ صحیح [2] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 713۔ [3] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 465، وجامع الترمذي، الصلاۃ، حدیث: 314، وسنن ابن ماجه، المساجد والجماعات، حدیث: 771773۔ [4] صحیح البخاري، الصلاۃ، حدیث: 470۔

اوقاتِ نماز

نماز پنجگانہ کے اوقات:

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے اوقات پوچھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم ان دو دنوں میں ہمارے ساتھ نماز پڑھو۔" جب سورج ڈھلا، یعنی زوال کا ٹائم ہوا تو آپ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو ظہر کی اذان کہنے کا حکم دیا،

پھر اقامت کا حکم دیا اور انھوں نے ظہر کی اقامت کہہ دی، پھر عصر کی نماز کا حکم دیا جب سورج بلند، سفید اور صاف تھا، پھر مغرب کی نماز کا حکم دیا جب سورج غروب ہوا۔ عشاء کی نماز کا حکم دیا جب سرخی غائب ہوئی اور فجر کی نماز کا حکم دیا جب فجر طلوع ہوئی، یعنی پانچوں نمازوں کو ان کے اول وقتوں میں پڑھایا۔ دوسرے دن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ظہر کی نماز اچھی طرح ٹھنڈی کر و اور عصر کی نماز پڑھی جبکہ سورج بلند تھا اور اس وقت سے تاخیر کی جو اس کے لیے (پہلے دن) تھا۔ مغرب کی نماز شفق (سورج کی سرخی) غائب ہونے سے پہلے پڑھی اور عشاء کی نماز ایک تہائی رات گزرنے پر پڑھی۔ فجر کی نماز (صبح) روشن کر کے پڑھی، یعنی نمازوں کو ان کے آخری اوقات میں پڑھایا اور پوچھا کہ اوقاتِ نماز کا سوال کرنے والا شخص کہاں ہے؟ اس نے عرض کی: میں حاضر ہوں اللہ کے رسول! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمھاری نمازوں کے اوقات ان دو وقتوں کے درمیان ہیں جنھیں تم نے دیکھا۔" [1]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَقْتُ الظُّهْرِ إذا زالَتِ الشَّمْسُ وكانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُولِهِ، ما لَمْ يَحْضُرِ العَصْرُ، ووَقْتُ العَصْرِ ما لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ، ووَقْتُ صَلاةِ المَغْرِبِ ما لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ، ووَقْتُ صَلاةِ العِشاءِ إلى نِصْفِ اللَّيْلِ الأوْسَطِ، ووَقْتُ صَلاةِ الصُّبْحِ مِن طُلُوعِ

[1]صحیح مسلم، المساجد، حدیث: 613۔

الفَجْرِ ما لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ "نماز ظہر کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور (اس وقت تک رہتا ہے) جب تک آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر نہ ہو جائے (عصر کے وقت تک) اور نماز عصر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک آفتاب زرد نہ ہو جائے۔ نماز مغرب کا وقت اس وقت تک ہے جب تک شفق غائب نہ ہو جائے۔ نماز عشاء کا وقت ٹھیک آدھی رات تک ہے۔ اور نماز فجر کا وقت طلوع فجر سے لے کر اس وقت تک ہے جب تک آفتاب طلوع نہ ہو۔" [1]

"شفق" اس سرخی کو کہتے ہیں جو غروب آفتاب کے بعد آسمان کے کنارے پر مغرب کی جانب دکھائی دیتی ہے۔

اذان و اقامت

اذان کی ابتدا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مسلمان جب مدینہ منورہ تشریف لائے، اس وقت اذان مشروع نہیں ہوئی تھی تو مسلمان ادائے نماز کے لیے وقت مقرر کر کے جمع ہوتے تھے۔ ایک دن اس بارے میں بات ہوئی کہ نماز کے اوقات کا اعلان کیسے کیا جائے؟ کچھ لوگوں نے یہ تجویز دی کہ نماز کے وقت ناقوس بجایا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ تو نصاریٰ کا کام ہے۔" کسی نے تجویز دی کہ بگل بجایا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ یہود کا کام ہے۔" کسی نے کہا کہ بلند مقام پر آگ روشن کی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ مجوس کا کام ہے۔" سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (اذان کی مشروعیت نازل ہونے کے بعد):

فَأُمِرَ بلالٌ: أَنْ يَشْفَعَ الأذانَ وأَنْ يُوتِرَ الإقامَةَ.

''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات جفت کہیں اور تکبیر (اقامت) کے کلمات طاق کہیں اور بعض روایات میں ہے: سوائے قد قامتِ الصَّلاۃُ کے اقامت کے کلمات طاق کہے جائیں۔'' [1]

[1]صحيح البخاري، الأذان، حديث: 603، 604 وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 378، وفتح الباري: 2/105، تحت الحديث: 603۔

اذان کے جفت کلمات

اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ

أَشهدُ أَن لا إِلَهَ إِلّا اللّٰهُ، أَشهدُ أَن لا إِلَهَ إِلّا اللّٰهُ

أَشهدُ أَنَّ محمَّدًا رسولُ اللّٰهِ، أَشهدُ أَنَّ محمَّدًا رسولُ اللّٰهِ

حَيَّ على الصَّلاةِ حَيَّ على الصَّلاةِ

حَيَّ على الفلاحِ حَيَّ على الفلاحِ

اللّٰهُ أَكبَرُ اللّٰهُ أَكبَرُ

لا إِلٰهَ إِلّا اللّٰهُ

''اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ نماز کی طرف آؤ۔ نماز کی طرف آؤ۔ نجات کی طرف آؤ۔ نجات کی طرف آؤ۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔'' [1]

فجر کی اذان:

سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اذان کی تعلیم دی اور فرمایا: ''فجر کی اذان، میں حَیَّ علی الفلاحِ کے بعد دو بار یہ کلمات زیادہ کہیں:

الصَّلاۃُ خیرٌ منَ النَّومِ الصَّلاۃُ خیرٌ منَ النَّومِ

"نماز نیند سے بہتر ہے۔ نماز نیند سے بہتر ہے۔" [2]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صبح کی اذان میں حَيَّ علی الفلاحِ کے بعد الصَّلاۃُ خیرٌ منَ النَّومِ دو دفعہ کہنا سنت ہے۔[3]

الصَّلاۃُ خیرٌ منَ النَّومِ کے الفاظ طلوع فجر کے بعد دی جانے والی اذان میں کہے جائیں گے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: فتاوی الدین الخالص: 3/223۔

] [1]حسن] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 499، وسندہ حسن، وسنن ابن ماجه، الأذان والسنة فيها، حدیث: 706، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 287 میں، امام ترمذی نے حدیث: 189 میں اور امام نووی نے المجموع: 3/76 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [2] [حسن] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 501، وھو حدیث حسن، وسنن النسائي، الأذان، حدیث: 634، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 375 میں، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 289میں اور امام نووی نے المجموع: 3/90 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [3] [صحیح] صحیح ابن خزیمة، الأذان والإقامة، حدیث: 386، وسندہ صحیح، والسنن الکبرٰی للبیهقي، الصلاۃ: 1/423، حدیث: 1984، امام ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

سی دنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بارش کے دن اپنے مؤذن سے کہا کہ حَيَّ علی الصَّلاۃِ کی بجائے الصلاۃَ في الرِّحالِ یا صلُّوا في بیوتِکُم "اپنے گھروں میں نماز ادا کرو۔" کہے اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔ ہر چند جمعہ فرض ہے مگر مجھے پسند نہیں کہ تم کیچڑ اور مٹی میں (مسجد کی طرف) چلو۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمات میں الصَّلاۃُ خیرٌ منَ النَّومِ کہنا یا بارش وغیرہ کی صورت میں الصلاۃَ في الرِّحالِ وغیرہ کہنا اذان میں اپنی طرف سے اضافہ نہیں بلکہ عہد نبوت کی سنت ہے، لہٰذا اسے اذان کے اندر من پسند اضافوں کی دلیل بنانا درست نہیں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مکمل اذان سے فراغت کے بعد ألا! الصلوا في الرِّحالِ یا ألا! الصلوا في الرِّحالِکم کہا جائے۔[2]

وضاحت: اذان کے درمیان حَيَّ علی الصَّلاۃِ کی جگہ یا اس کے بعد مذکورہ کلمات یا اس کے ہم معنٰی ماثورہ کلمات کہنا بھی ثابت ہے۔ دیکھیے: فتاوی الدین الخالص: 3/245، وتحفة الأحوذي: 2/292۔

اقامت کے جفت کلمات

اللّٰہُ أَکبرُ، اللّٰہُ أَکبرُ اللّٰہُ أَکبرُ، اللّٰہُ أَکبرُ أَشھدُ أن لا إلٰهَ إلّا اللّٰہُ أشھدُ أن لا إلٰهَ إلّا اللّٰہُ أشھدُ أنَّ محمَّدًا رسولُ اللّٰہِ، أشھدُ أنَّ محمَّدًا رسولُ اللّٰہِ حَيَّ علی الصَّلاۃِ، حَيَّ علی الصَّلاۃِ، حَيَّ علی الفلاحِ حَيَّ علی الفلاحِ قد قامتِ الصَّلاۃُ، قد قامتِ الصَّلاۃُ اللّٰہُ أَکبرُ، اللّٰہُ أَکبرُ لا إلٰهَ إلّا اللّٰہُ

"اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے" اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ نماز کی طرف آؤ۔ نماز کی طرف آؤ۔ کامیابی کی طرف

[1]صحيح البخاري، الأذا□، حديث: 668، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 699- [2] صحيح البخاري الأذا□، حديث: 666-

آؤ۔ تحقیق نماز کھڑی ہو گئی۔ تحقیق نماز کھڑی ہو گئی۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔" [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان کے کلمات دو دو بار اور تکبیر کے ایک ایک بار کہیں۔[2]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان کے کلمات دو دو بار اور تکبیر کے کلمات ایک ایک بار کہے جاتے تھے، سوائے اس کے کہ موذن قد قامتِ الصَّلاۃُ دو بار کہتا تھا۔[3]

] [1]حسن] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 499، وسنده حسن، ومسند أحمد: 4/43، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 290، 291 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [2] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 606,605، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 378، وسنن النسائي، حديث: 628 وسنده صحيح۔

سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اذان کے انیس (19) اور اقامت کے سترہ (17) کلمات سکھائے۔[1]

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو دوہری اذان اور دوہری اقامت سکھائی مگر افسوس کہ بعض لوگ محض اپنے فقہی مسلک کی پیروی میں بے حد ناانصافی سے کام لیتے ہوئے ایک ہی حدیث میں بیان شدہ دوہری اقامت پر ہمیشہ عمل کرتے ہیں مگر دوہری اذان پر کبھی عمل نہیں کرتے، حالانکہ اذان و اقامت کو دوہرا یا دونوں کو اکہرا کہنا، دونوں طرح سنت سے ثابت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک ایک مسلمان کسی مخصوص فقہ کے تقلیدی بندھنوں سے رہائی نہیں پاتا، وہ اطاعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا نہیں کر سکتا، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ کسی مسئلے میں مختلف ائمہ کے دلائل کا موازنہ کر کے کوئی رائے قائم کی جائے۔ یہ بات تسلیم ہے کہ ایک جاہل آدمی ایسا نہیں کر سکتا مگر علمائے کرام تو جاہل نہیں، وہ لوگوں کو تصویر کا صرف ایک رخ کیوں دکھاتے ہیں، ذرا سوچیں؟

اذان اور موذن کے فضائل:

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "موذن کی آواز جنات، انسان اور جو جو چیز سنتی ہے، وہ قیامت کے دن اس کے لیے گواہی دے گی۔" [2]

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: ''قیامت کے دن اذان دینے والوں کی گردنیں تمام لوگوں سے لمبی ہوں گی (اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے کی وجہ سے وہ نمایاں ہوں گے)۔'' [3]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔ اور اس حالت میں بھاگتا ہے کہ اس کی ہوا آواز سمیت خارج ہو رہی ہوتی ہے۔ وہ اتنی دور بھاگ جاتا ہے کہ وہاں اس کے کانوں میں اذان کی آواز نہیں آتی۔ جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو وہ آ جاتا ہے۔ جب تکبیر کہی جاتی ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔ جب تکبیر ختم ہوتی ہے تو پھر آ جاتا ہے اور نمازی کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے کہ فلاں بات یاد کر، فلاں بات یاد کر، یہاں تک کہ آدمی کو پتا ہی نہیں چلتا

] [1]صحیح] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 502، وھو حدیث صحیح، یہ الفاظ ابوداود کے ہیں، نیز دیکھیے: صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 379، وجامع الترمذي، الصلاۃ، حدیث: 192، امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [2] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 609۔ [3] صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 387۔

کہ اس نے نماز کی کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔'' [1]

اذان کا جواب دینا چاہیے:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مؤذن کہے: اللّٰہُ أَکْبَرُ، اللّٰہُ أَکْبَرُ پس تم بھی کہو: اللّٰہُ أَکْبَرُ، اللّٰہُ أَکْبَرُ پھر جب مؤذن کہے: أَشْھَدُ أَن لا إِلَهَ إِلّا اللّٰهُ تم بھی کہو أَشْھَدُ أَن لا إِلَهَ إِلّا اللّٰهُ پھر جب مؤذن کہے: أَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسولُ اللّٰهِ تو تم بھی کہو: أَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسولُ اللّٰهِ پھر جب مؤذن کہے: حَيَّ عَلَى الصَّلاةِ تو تم کہو: لا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ إِلّا بِاللّٰهِ پھر جب مؤذن کہے: حَيَّ عَلَى الفَلاحِ تو تم کہو: لا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ إِلّا بِاللّٰهِ پھر جب مؤذن کہے: اللّٰہُ أَکْبَرُ، اللّٰہُ أَکْبَرُ تو تم کہو: اللّٰہُ أَکْبَرُ، اللّٰہُ أَکْبَرُ، پھر جب مؤذن کہے: لا إِلَهَ إِلّا اللّٰهُ تو تم بھی کہو: لا إِلَهَ إِلّا اللّٰهُ۔ جو شخص صدق دل سے مؤذن کے کلمات کا جواب دے گا تو (جواب کی برکت سے) بہشت میں داخل ہو جائے گا۔'' [2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الصَّلاةُ خَيرٌ مِنَ النَّومِ کے جواب میں ''صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ'' کے الفاظ کی کوئی اصل نہیں۔[3]

لہٰذا فجر کی اذان میں الصَّلاةُ خَيرٌ مِنَ النَّومِ کے جواب میں بھی یہی کلمہ، یعنی الصَّلاةُ خَيرٌ مِنَ النَّومِ ہی کہنا چاہیے۔ قد قامتِ الصَّلاةُ کے جواب میں أَقامَها اللّٰهُ وَأَدامَها کہنے والی، ابوداود کی روایت (528) کو امام نووی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔[4]

اذان کے بعد کی دعائیں:

☆ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم مؤذن (کی آواز) سنو تو تم مؤذن کے جواب میں اُسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے اور (جب اذان ختم ہو جائے تو) پھر مجھ پر درود بھیجو، پس تحقیق جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔" [5]

[1]صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 608، وصحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 389۔ [2] صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 385۔ [3] التلخیص الحبیر: 1/210۔ [4] المجموع: 3/122، نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التلخیص الحبیر: 1/211 میں بھی اسے ضعیف کہا ہے کیونکہ اس روایت میں ایک راوی (رجل عن أهل الشام) مجهول اور دوسرا (محمد بن ثابت العبدی) ضعیف ہے۔ سندہ ضعیف۔ نیل المقصود: 528۔ [5] صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 384۔

سب مسلمان مردوں اور عورتوں کو چاہیے کہ جب مؤذن اذان ختم کرے تو ایک بار یہ درود شریف پڑھیں:

اللهمَّ صلِّ على محمَّدٍ وعلى آلِ محمَّدٍ كما صلَّيتَ على إبراهيمَ وعلى آلِ إبراهيمَ إنَّكَ حميدٌ مجيدٌ اللهمَّ بارِكْ على محمَّدٍ وعلى آلِ محمَّدٍ كما بارَكتَ على إبراهيمَ وعلى آلِ إبراهيمَ إنَّكَ حميدٌ مجيدٌ

"یاالٰہی! رحمت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد پر جس طرح تو نے رحمت بھیجی ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر، بے شک تو تعریف کیا گیا، بزرگی والا ہے۔ یاالٰہی! برکت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آل محمد پر جیسے تو نے برکت بھیجی ابراہیم علیہ السلام پر، اور آل ابراہیم پر، بے شک تیری بہت زیادہ تعریف ہے اور تو بڑی، بزرگی والا ہے۔" [1]

☆ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اذان سن کر (جواب دے اور پھر اذان ختم ہونے پر) یہ دعا پڑھے، اس کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے:

اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، والصَّلاةِ القائِمَةِ. آتِ مُحَمَّدًا الوَسِيلَةَ والفَضِيلَةَ، وابْعَثْهُ مَقامًا مَحْمُودًا الذي وعَدْتَهُ

"اے اللہ! اس پوری پکار (اذان) کے اور (قیامت تک) قائم رہنے والی نماز کے رب! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور بزرگی عطا فرما اور انھیں اس مقام محمود پر پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔" [2]

وسیلے کی تشریح: وسیلے کے متعلق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "بے شک وسیلہ بہشت میں ایک درجہ ہے جو بندگانِ الٰہی میں سے صرف ایک بندے کے لائق ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں، لہٰذا جس نے (اذان کی دعا پڑھ کر) اللہ سے میرے لیے وسیلہ مانگا، اس کے لیے (میری) شفاعت واجب ہو گئی۔" [3]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ وسیلہ بہشت کے ایک بلند و بالا درجے کا نام ہے۔

دعائے اذان میں مختلف الفاظ کے اضافوں کی حقیقت:

مسنون دعائے اذان میں بعض لوگوں نے چند

[1]صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، حديث: 3370۔ [2] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 614۔ [3] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 384۔

الفاظ بڑھا رکھے ہیں اور وہ الفاظ آج کل کی مروجہ کتبِ نماز میں بھی موجود ہیں۔ دعائے مسنون کے لفظ **والفَضِيلَةَ** کے بعد والدرجۃ الرَّفیعۃ کا اضافہ کرتے ہیں اور آگے وعَدْتَہُ کے بعد ((**وارزقنا شفاعتَهُ يومَ القيامةِ**)) کا اضافہ کرتے ہے اور پھر مسنون دعا کے آخر میں **يا أَرْحَمَ الرّاحِمِينَ** کا اضافہ بھی کرتے ہیں۔ **إِنَّكَ لا تُخْلِفُ الْمِيعادَ** یہ الفاظ سنن بیہقی کی روایت کے ہیں لیکن محقق العصر شیخ ناصر الدین رحمہ اللہ نے انھیں شاذ قرار دیا ہے۔ مذکورہ الفاظ کی مزید تحقیق کے لیے ارواء الغلیل اور القول المقبول کا مطالعہ کیجیے۔[1]

ذرا غور فرمائیے کیا نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ دعا میں یہ کمی رہ گئی تھی جو بعد کے لوگوں نے اپنے اضافے سے پوری کی ہے؟ مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پاک میں کمی بیشی کرنے کے تصور سے بھی کانپ اٹھنا چاہیے۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو باوضو ہو کر سونے سے پہلے پڑھنے کے لیے ایک دعا بتائی۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے پڑھ کر سنائی تو انھوں نے بنبِیّک کی جگہ برسولک یعنی نبی کی جگہ رسول کہا۔ تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے بتائے ہوئے لفظ ''نبی'' کو ''رسول'' سے مت بدلو بلکہ بنبیّک ہی کہو۔[2]
وضاحت: اس سے معلوم ہوا کہ مسنون دعائیں اور ورد، توقیفی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ہیں اور ان کی حیثیت عبادت کی ہے، لہٰذا ان میں کمی بیشی جائز نہیں اور کسی قرینے یا دلیل کے بغیر متکلم کے صیغے کو جمع کے صیغے سے بدلنا صحیح نہیں، اس کے بجائے بہتر یہ ہے کہ متکلم کا صیغہ ہی بولا جائے، البتہ نیت میں یہ رکھا جائے کہ میں یہی دعا فلاں فلاں کے حق میں بھی کر رہا ہوں، نیز مسنون دعاؤں اور اوراد کے ہوتے ہوئے خود ساختہ عربی دعاؤں، وردوں، وظیفوں اور درودوں کا التزام کرنا ٹھیک نہیں ہے اور اگر ان کے کچھ الفاظ شرک، کفر یا بدعت پر مشتمل ہوں تو اس صورت میں ان کا پڑھنا قطعی طور پر حرام ہو جاتا ہے لیکن افسوس کہ جاہل لوگ روزانہ علی الصبح پابندی کے ساتھ ان خود ساختہ چیزوں کی ''تلاوت'' کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے۔ آمین۔

☆ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص مؤذن کے شہادتین کے کلمات سن کر یہ دعا پڑھے تو اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔'' دعا یہ ہے:

[1]إرواء الغليل: 1/261,260، والقول المقبول في شرح و تعليق صلاة الرسول، ص: 302۔ [2] صحيح البخاري، الوضوء، حديث: 247، و صحيح مسلم، الذكر والدعاء، حديث: 2710۔

أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلّا اللّهُ وحْدَهُ لا شَرِيكَ له، وأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ ورَسولُهُ، رَضِيتُ باللّهِ رَبًّا وبِمُحَمَّدٍ رَسولًا، وبالإِسْلامِ دِينًا

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔ وہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں اللہ کے رب ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں۔" [1]

اذان مغرب کے بعد دعا کی حقیقت:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تعلیم دی کہ مغرب کی اذان کے وقت یہ دعا پڑھا کروں:

اللّٰهُمَّ! ان هذا إقبالُ لَيلِكَ، وإدبارُ نَهارِكَ، وأصواتُ دُعاتِكَ، فاغفِرْ لي

اِس دعا کو امام نووی، امام ترمذی اور شیخ البانی رحمہم اللہ وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔[2]

اذان واقامت کے دیگر مسائل:

☆ ہر نماز کے وقت اذان دینا ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے کوئی ایک اذان کہے۔" [3]

☆ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ وہ اذان کہتے ہوئے کانوں میں انگلیاں ڈالتے تھے۔[4]

☆ حَيَّ علی الصَّلاۃِ کہتے وقت منہ دائیں طرف پھیریں اور حَيَّ علی الفلاحِ کہتے وقت بائیں طرف۔[5]

☆ سیدنا عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مطالبے پر مجھے اپنی قوم کا امام مقرر کر دیا اور فرمایا: **واتخذْ مؤذنًا، لا يأخذُ على أذانِه أجرًا** "مؤذن ایسا مقرر کرنا جو اپنی اذان پر مزدوری نہ لے۔" [6]

[1]صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 386، وصحيح ابن خزيمة: 1/220، حديث: 422، والثمر المستطاب في فقه السنة والكتاب للألباني: 1/182۔ [2] ضعيف سنن أبي داود (مفصل) للألباني، حديث: 85، وجامع الترمذي، الدعوات، حديث: 3589، والقول المقبول، حديث: 304۔ [3] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 628، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 674۔ [4] [صحيح] صحيح البخاري، الأذان، قبل حديث: 634 تعليقًا، وجامع الترمذي، الصلاة، حديث: 197، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ رواه شعبة وجماعة عن عون به۔ [5] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 634، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 503۔ [6] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 531، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الصلاة، حديث: 209، امام ترمذی نے، امام حاکم نے المستدرک: 1/199201 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

☆ مؤذن وہ مقرر کرنا چاہیے جو بلند آواز والا ہو۔ سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: "بلال کو اذان سکھاؤ کیونکہ وہ تم سے بلند آواز والا ہے۔"[1]

☆ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مسجد کے قریب تمام گھروں سے میرا مکان اونچا تھا اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اس (مکان) پر (چڑھ کر) فجر کی اذان دیتے تھے۔[2]

☆ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے فرمایا: "جس طرح مؤذن کہتا ہے تم بھی اسی طرح جواب دو، پھر جب تم جواب سے فارغ ہو جاؤ تو (دعا) مانگو! تمھیں دیا جائے گا (تمھاری دعا قبول کی جائے گی)۔" [3]

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اذان اور تکبیر کے درمیان اللہ تعالیٰ دعا رد نہیں فرماتا۔" [4]

☆ بعض علاقوں میں بیماریوں اور وبا کے موقع پر لوگ گھر گھر اذانیں دیتے ہیں، یہ سنت سے ثابت نہیں کیونکہ اس سلسلے میں پیش کی جانے والی تمام روایات ضعیف ہیں۔ ☆

الصَّلاةُ خيرٌ منَ النَّومِ کے الفاظ سوائے اذان فجر کے کسی اور اذان میں نہ کہے جائیں۔ ☆ اقامت، اذان کے فوراً بعد نہیں ہونی چاہیے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اذان اور تکبیر کے درمیان نفل نماز کا وقفہ ہوتا ہے۔" [5]

☆ صبح صادق سے کچھ دیر پہلے والی اذان جائز ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمھیں بلال کی اذان سحری کھانے سے نہ روکے کیونکہ وہ رات کو اذان دیتا ہے تاکہ تہجد پڑھنے والے اپنی نماز سے جلد فارغ ہو جائیں (اور کچھ کھا پی لیں) اور سونے والے کو بیدار کر دیں۔"[6]

] [1]حسن] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 499، وسنده حسن، وجامع الترمذي، الصلاة، حديث: 189، امام نووی نے المجموع: 3/82 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [2] [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 519، والسيرة لابن ہشام بتحقيقي: 2/156، وسنده حسن، ابن إسحاق صرح بالسماع، حافظ ابن حجر نے فتح الباري: 2/103 میں اسے حسن کہا ہے۔ [3] [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 524، وسنده حسن، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 295 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [4] [صحيح] مسند أحمد: 3/225، وسنده صحيح، امام ابن خزیمہ نے حديث: 427,426میں اور امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 296 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [5] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 624، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 838۔ [6] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 621، وصحيح مسلم، الصيام، حديث: 1093۔

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اقامت ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں ہوتی۔" [1]

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفات میں دو نمازیں اکٹھی پڑھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان ایک مرتبہ دلوائی اور ہر نماز کی اقامت الگ الگ کہلوائی۔[2]

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اقامت کہی جائے تو صف میں شامل ہونے کے لیے مت بھاگو بلکہ وقار کے ساتھ چلتے ہوئے آؤ جو نماز تم (امام کے ساتھ) پالو وہ پڑھ لو اور جو رہ جائے، اسے (بعد میں) پورا کرو۔" [3]

☆ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک بلال رات کے وقت اذان دیتا ہے، پس تم کھاؤ اور پیو (بلال کی اذان سن کر سحری کھانا نہ چھوڑو)۔" [4]

☆ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس پہلی اذان کی حکمت یہ ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان اس لیے ہوتی تھی تاکہ نماز تہجد ادا کرنے والا (آرام کے لیے یا سحری کھانے کے لیے) واپس چلا جائے اور جو سویا ہوا ہو، وہ (نماز فجر یا سحری کھانے کے لیے) بیدار ہو جائے۔[5]

اس اذان اور نماز فجر کی اذان میں اتنا وقفہ نہیں ہوتا تھا جتنا آج کل گھنٹہ بھر یا آدھا گھنٹہ وقفہ کیا جاتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دونوں اذان دینے والوں کے درمیان صرف اس قدر وقفہ ہوتا تھا کہ ایک اذان دے کر اترتا اور دوسرا اذان کے لیے چڑھ جاتا تھا۔[6]

☆ ایک شخص اذان سن کر مسجد سے باہر نکل گیا تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک اس شخص نے سیدنا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔[7]

وضاحت: شرعی عذر یا نماز کی تیاری کے سلسلے میں مسجد سے باہر جانا پڑے تو پھر جانا جائز ہے۔ ☆ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو نماز کا ارادہ کر کے آتا ہے، وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔" [8]

[1]صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 710۔ [2] صحیح مسلم، الحج، حدیث: 1218۔ [3] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 636، وصحیح مسلم، المساجد، حدیث: 602۔ [4] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 622،623، وصحیح مسلم، الصیام، حدیث: 1092۔ [5] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 621، وصحیح مسلم، الصیام، حدیث:

1093۔ [6] صحیح مسلم، الصیام، حدیث: 1092۔ [7] صحیح مسلم، المساجد، حدیث: 655۔ [8] صحیح مسلم، المساجد، حدیث: 602۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نماز کی اقامت کہہ دی گئی اور کھڑے ہو کر صفیں درست کی گئیں۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نکل آئے۔ جب نماز کی جگہ پر کھڑے ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آیا کہ آپ جنبی ہیں تو آپ نے لوگوں سے کہا: اپنی جگہ کھڑے رہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر جا کر غسل فرمایا اور جب آپ واپس تشریف لائے تو آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہہ کر نماز پڑھائی۔[1]
وضاحت: بھول چوک انسانی کمزوری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے، اسی لیے بھول گئے۔ یہاں یہ بھی ثابت ہوا کہ بھولنا شانِ رسالت کے خلاف نہیں۔

[1]صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 275۔

قبلہ اور سترہ

احکامِ قبلہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر (نفل یا وتر) نماز ادا کرنے کا ارادہ کرتے تو جدھر سواری کا منہ ہوتا، اسی طرف نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ ہوتا:

((كانَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي في السَّفَرِ على راحِلَتِهِ، حَيْثُ تَوَجَّهَتْ به يُومِئُ إيماءً صَلاةَ اللَّيْلِ، إلَّا الفَرائِضَ ويُوتِرُ على راحِلَتِهِ))

"نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر میں رات کی نماز، اپنی سواری پر اشارے سے پڑھتے تھے، سواری کا منہ چاہے جدھر بھی ہوتا۔ فرض سواری پر نہ پڑھتے، البتہ وتر سواری پر ہی پڑھتے تھے۔" [1]

اور کبھی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول بھی دیکھنے میں آتا کہ جب اونٹنی پر نوافل ادا کرنے کا ارادہ فرماتے تو اونٹنی کا منہ قبلہ رخ کرتے اور تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع فرما دیتے۔ اس کے بعد نوافل ادا فرماتے رہتے، چاہے سواری کا رخ کسی طرف بھی ہوتا۔[2]

اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ سر کے اشارے سے کرتے، البتہ سجدے کی حالت میں رکوع کی نسبت سر کو زیادہ جھکا لیتے۔[3]

جب فرض نماز ادا کرنا مقصود ہوتا تو سواری سے اترتے اور قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے۔[4]

[1]صحيح البخاري، الوتر، حديث: 1000، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 700۔ [2] [حسن] سنن أبي داود، صلاة السفر، حديث: 1225، وسنده حسن، ابن سکن اور ابن ملقن وغیرہ نے اسے صحیح اور منذری نے حسن کہا ہے۔ [3] [صحيح] جامع الترمذي، الصلاة، حديث: 351، امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ وهو حديث صحيح و صححه ابن خزيمة، حديث: 1270۔ [4] صحيح البخاري، التقصير، حديث: 1099۔

قبلے کے بارے میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''مشرق و مغرب کے درمیان والی تمام سمت قبلہ ہے۔'' [1]
وضاحت: چونکہ بیت اللہ سے دور کے لوگوں کے لیے ٹھیک خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنا مشکل تھا، اس لیے بیت اللہ کے دائیں بائیں ساری جہت کو قبلہ قرار دیا گیا ہے۔ واللہ أعلم۔

یہ حکم اہل مدینہ اور ان لوگوں کے لیے ہے جن کا قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان، یعنی شمال یا جنوب والی سمت میں ہے۔ رہے برصغیر پاک و ہند کے لوگ یا وہ تمام لوگ جن کا قبلہ مغرب یا مشرق کی طرف ہے تو ان کے لیے شمال و جنوب کے درمیان والی تمام سمت قبلہ ہے۔ نمازی کے قبلے کی جانب قبر ہونے کی صورت میں لازم ہے کہ وہاں سے ہٹ کر نماز ادا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قبروں کی جانب منہ کر کے نماز ادا نہ کرو، نہ قبروں پر بیٹھو۔'' [2]

سترے کا بیان:

یہاں سترے سے مراد وہ چیز ہے جسے نمازی اپنے آگے کھڑا کر کے نماز پڑھتا ہے تا کہ اس کے آگے سے گزرنے والا (سترے کی دوسری طرف سے گزر جائے اور) گناہ گار نہ ہو۔ لاٹھی، برچھی، لکڑی، دیوار، ستون اور درخت وغیرہ کو سترہ بنایا جا سکتا ہے

اور امام کا سترہ سب مقتدیوں کے لیے کافی ہوتا ہے۔ سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا وضَعَ أحَدُكُمْ بيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ، ولا يُبالِ مَن مَرَّ وراءَ ذلكَ))

"جب تم میں سے کوئی شخص اپنے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر (کوئی چیز) رکھ لے تو نماز جاری رکھے اور جو کوئی اس کے باہر والی طرف سے گزرے اس کی پروانہ کرے۔" [3]

عطاء بن ابی رباح (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پالان کے پچھلے حصے کی لکڑی ایک ہاتھ یا اس سے کچھ زیادہ (لمبی) ہوتی ہے۔[4]

] [1]حسن] جامع الترمذي، الصلاة، حديث: 344، وسنده حسن، اس حديث كو امام ترمذى نے حسن صحيح كها ہے۔ [2] صحيح مسلم، الجنائز، حديث: 972۔ [3] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 499۔ [4] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 686، وسنده صحيح، امام ابن خزيمه نے حديث: 807 ميں اسے صحيح قرار ديا ہے۔

معلوم ہوا کہ کم از کم ایک ہاتھ (تقریباً سوا ایک[2] 1 فٹ) لمبی لکڑی یا کوئی اور چیز سترہ بن سکتی ہے۔ سیدنا ابو جُحَیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطحاء میں لوگوں کو نماز پڑھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برچھی نصب تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت ظہر کی نماز پڑھائی اور دو رکعت عصر کی۔ اس وقت برچھی کی دوسری طرف سے عورتیں اور گدھے گزر رہے تھے۔[1] ن

مازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو گزرنے کی سزا معلوم ہو جائے تو اسے اس کے آگے سے گزرنے کی بجائے چالیس (دن، ماہ یا سال) تک وہیں کھڑے رہنا زیادہ بہتر معلوم ہو گا۔" [2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم نماز ادا کرتے وقت آگے سترہ کھڑا کرو اور کوئی شخص سترے کے اندر (نمازی اور سُترے کے درمیان) سے گزرنا چاہے تو اس کی مزاحمت کرو اور اسے آگے سے نہ گزرنے دو۔ اگر وہ نہ مانے تو اس سے لڑو۔ بے شک وہ شیطان ہے۔" [3]

ایک روایت میں ہے: دو بار تو اسے ہاتھ سے روکو، اگر وہ نہ رکے تو اس سے ہاتھا پائی سے بھی گریز نہ کرو (کیونکہ) وہ شیطان ہے۔[4]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سترے اور اپنے درمیان میں سے کسی چیز کو گزرنے نہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے کہ ایک بکری دوڑتی ہوئی آئی، وہ آپ کے آگے سے گزرنا چاہتی تھی اور آپ گزرنے نہیں دینا چاہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بطن مبارک سترے کے ساتھ لگا دیا (تو بکری کو سترے کے پیچھے سے گزرنا پڑا)۔[5]
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے نماز (کھڑے ہونے کی جگہ) اور دیوار کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کا فاصلہ ہوتا تھا۔[6]

[1]صحیح البخاري، الصلاة، حدیث: 495، و صحیح مسلم، الصلاة، حدیث: 503۔ [2] صحیح البخاري، الصلاة، حدیث: 510، وصحیح مسلم، الصلاة، حدیث: 507 [3] صحیح البخاري، الصلاة، حدیث: 509، و صحیح مسلم، الصلاة، حدیث: 505۔ [4] [صحیح] صحیح ابن خزیمة، سترة المصلي، حدیث: 818، امام ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ وجاء في صحیح البخاري، حدیث: 3274 بِمَعناہ فالحدیث صحیح۔ [5] [صحیح] صحیح ابن خزیمة، سترة المصلي، حدیث: 827، وسندہ صحیح، امام حاکم نے المستدرک: 1/254 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [6] صحیح البخاري، الصلاة، حدیث: 496، وسنن أبي داود، الصلاة، حدیث: 696۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر نمازی کے آگے اونٹ کے پالان کی پچھلی لکڑی جتنا لمبا سترہ نہ ہو اور بالغ عورت، گدھا یا سیاہ کتا آگے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے اور سیاہ کتا شیطان ہے۔“ [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سوتی تھی۔ میرے پاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ لگاتے، میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جس وقت آپ کھڑے ہوتے تو پاؤں پھیلا دیتی۔ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔[2]

معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے گزرنا منع ہے۔ اگر آگے کوئی لیٹا ہو تو کوئی حرج نہیں، اسی طرح عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اگر وہ سامنے لیٹی ہو تو کوئی حرج نہیں۔

[1]صحیح مسلم، الصلاة، حدیث: 510۔ [2] صحیح البخاري، الصلاة، حدیث: 513، وصحیح مسلم، الصلاة، حدیث: (272)۔512۔

نماز باجماعت

اہمیت:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((إنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدَى، وَإِنَّ مِنْ سُنَنَ الْهُدَى الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُؤَذَّنُ فِيهِ وفى رواية ـ ولو أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ كما يُصَلِّي هذا المُتَخَلِّفُ في بَيْتِهِ، لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، ولو تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَما مِن رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فيُحْسِنُ الطُّهُورَ، ثُمَّ يَعْمِدُ إلى مَسْجِدٍ مِن هذِه المَساجِدِ، إلّا كَتَبَ اللَّهُ له بكُلِّ خَطْوَةٍ يَخْطُوها حَسَنَةً، وَيَرْفَعُهُ بها دَرَجَةً، وَيَحُطُّ عنْه بها سَيِّئَةً، وَلقَدْ رَأَيْتُنا وَما يَتَخَلَّفُ عَنْها إلّا مُنافِقٌ مَعْلُومُ النِّفاقِ، وَلقَدْ كانَ الرَّجُلُ يُؤْتَى به يُهادَى بيْنَ الرَّجُلَيْنِ حتّى يُقامَ في الصَّفِّ))

"بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کے طریقے سکھائے۔ ان ہدایت کے طریقوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس مسجد میں نماز ادا کی جائے جس میں اذان دی جاتی ہے... اور ایک روایت میں ہے (کہ انھوں نے فرمایا:) اگر تم نماز اپنے اپنے گھروں میں پڑھو گے جیسے (جماعت سے) پیچھے رہنے والا یہ شخص اپنے گھر میں پڑھ لیتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے اور اگر تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور (یہ بھی فرمایا کہ) جب کوئی شخص اچھا وضو کر کے کسی مسجد کی طرف جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے، جو وہ اٹھاتا ہے، ایک نیکی لکھتا ہے اور اس کے سبب اس کا ایک درجہ بلند کرتا اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔" اور میں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا (اس وقت) جماعت سے پکے اور خالص منافق کے سوا کوئی پیچھے نہیں رہتا تھا اور بیمار آدمی کو بھی دو آدمیوں کے سہارے نماز کے لیے لایا جاتا اور صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔" [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اکیلے شخص کی نماز سے، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ستائیس درجے زیادہ (باعثِ ثواب) ہے۔" [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے ارادہ کیا کہ میں لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں۔ پھر نماز کا حکم دوں اور اس کے لیے اذان کہی جائے، پھر کسی شخص کو لوگوں کی امامت کے لیے کہوں، پھر ان لوگوں کے گھر جلا دوں جو نماز (جماعت) میں حاضر نہیں ہوتے۔'' [3]

سیدنا عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے۔ انھوں نے اپنے نابینا ہونے کا عذر پیش کر کے اپنے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت چاہی تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اجازت دے دی لیکن پھر فرمایا: ''اذان سنتے ہو؟'' انھوں نے کہا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو پھر نماز میں حاضر ہوا کرو۔'' [4]

بھائیو سوچو! نابینا شخص کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ مل سکی اور آنکھوں والے جو اذان سن کر مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے نہیں جاتے وہ کتنے بڑے جرم اور گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں!

عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تمھاری عورت تم سے مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے ہرگز منع نہ کرو۔'' [5]
سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنی عورتوں کو (نماز پڑھنے کے لیے) مسجد میں آنے سے منع نہ کرو اگرچہ ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں۔'' [6]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو خوشبو لگا کر مسجد جانے سے منع فرمایا ہے۔[7]

[1]صحيح مسلم، المساجد، حديث: 654۔ [2] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 645، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 650۔ [3] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 644، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 651۔ [4] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 653۔ [5] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 873، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 442۔ [6] [صحيح]، سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 567، وهو حديث صحيح، امام حاکم نے المستدرک: 1/209 میں، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1684 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ وللحديث شاهد حسن عند البيهقي: 3/131 وصححه ابن خزيمة: 1683۔ [7] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 443۔

نماز باجماعت کے متفرق مسائل:

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا أُقِيمَتِ الصلاةُ ووجَدَ أحدُكُمُ الخلاءَ فَلْيَبْدَأْ بالخلاءِ))

"جب (جماعت کے لیے) اقامت کہہ دی جائے اور کسی شخص کو پیشاب وغیرہ کی حاجت ہو تو پہلے اس سے فراغت حاصل کرے (پھر نماز پڑھے)۔" [1]

☆ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اذان سن کر مسجد میں جماعت کے لیے نہ پہنچے (اور گھر میں نماز پڑھ لے) اس سے نماز قبول نہیں کی جاتی، اِلاّ یہ کہ کوئی عذر ہو۔" [2]

☆ جس جگہ تین آدمی ہوں اور وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو ان پر شیطان غالب ہو تا ہے۔[3]

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر شام کا کھانا سامنے لگا دیا جائے اور نماز کی اقامت ہو جائے تو پہلے کھانا کھاؤ اور کھانا کھانے میں جلدی نہ کرو یہاں تک کہ کھانے سے فارغ ہو جاؤ۔" سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے کھانا رکھ دیا جاتا اور جماعت بھی کھڑی ہو جاتی تو وہ اس وقت تک نماز کے لیے نہ جاتے جب تک کھانے سے فارغ نہ ہو جاتے، حالانکہ وہ امام کی قراءت بھی سن رہے ہوتے تھے۔[4]

☆ شدید سردی اور بارش کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے۔[5]

صفوں میں مل کر کھڑا ہونے کا حکم :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((سَوُّوا صُفُوفَكُمْ ، فإنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِن إقامَةِ الصَّلاةِ))

] [1]صحیح] جامع الترمذي، الطھارۃ، حدیث: 142، وسنن أبي داود، الطھارۃ، حدیث: 88. امام ترمذی نے، امام حاکم نے المستدرک: 3/335میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ التاریخ الکبیر للبخاري: 5/33 وسندہ صحیح۔ [2] [صحیح] سنن ابن ماجه، المساجد والجماعات، حدیث: 793، وھو صحیح، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 426 میں، امام حاکم نے المستدرک: 1/245 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے، تاریخ واسط لبحشل، ص: 202۔ [3] [صحیح] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 547، وسندہ صحیح، وسنن النسائي، الإمامة، حدیث: 848، امام حاکم اور امام ذہبی نے: 1/246 میں، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1486 میں، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 425 میں، اور امام نووی نے المجموع: 4/183 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [4] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 673، وصحیح مسلم، المساجد، حدیث: 559۔ [5] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 666، وصحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 697۔

"اپنی صفوں کو برابر کرو کیونکہ صفوں کا برابر کرنا نماز کا قائم کرنا ہے۔" [1]

قرآن حکیم میں ہے: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾ "اور نماز قائم کرو۔" [2]

یعنی ارکان اور سنن کا اہتمام کرتے ہوئے اور ان کا لحاظ رکھتے ہوئے نماز پڑھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "صفوں کو سیدھا کرنا بھی نماز قائم کرنے میں شامل ہے۔" اس سے معلوم ہوا کہ صفوں کا ٹیڑھا ہونا نقصان کا موجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صفوں کو سیدھا کرو کیونکہ صف کو سیدھا کرنا نماز کے حسن میں سے ہے۔" [3]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو (اس طرح) برابر کرتے گویا ان کے ساتھ تیروں کو برابر کرتے ہوں۔ یہاں تک کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صفوں کا سیدھا کرنا سمجھ لیا۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم (جماعت کے لیے) کھڑے ہوئے اور تکبیر کہنے کو تھے کہ ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے تو فرمایا: "اپنی صفوں کو برابر اور سیدھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں اختلاف ڈال دے گا۔" [4]

مذکورہ حدیث کی رو سے صفوں کا سیدھا کرنا نہایت ضروری ہے۔ اقامت ہو جانے کے بعد جب صفیں سیدھی، درست اور برابر ہو جائیں تو پھر امام کو تکبیر اولیٰ کہنی چاہیے۔

خبر دار! صفیں ٹیڑھی نہ ہوں کہ صفوں کا ٹیڑھا پن باہمی پھوٹ، دلوں کے اختلاف اور باطنی کدورت کا موجب ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی صفوں میں خوب مل کر کھڑے ہوا کرو (کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملاؤ) اور صفوں کو قریب قریب بناؤ (دو صفوں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ چھوڑو) اور گردنیں برابر (ایک دوسرے کی سیدھ میں) رکھو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ خالی جگہوں میں تمھاری صفوں میں گھس آتا ہے جیسے وہ بکری کا بچہ ہو۔'' [5]

[1]صحيح البخاري، الأذان، حديث: 723، و صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 433۔ [2] البقرة 43:2۔ [3] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 722، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 435۔ [4] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 436۔ [5] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 667، وسنده صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 387 میں اور امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1545 میں اسے صحیح کہا ہے۔

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف اپنا رخ کیا اور فرمایا: ''لوگو! اپنی صفیں سیدھی کرو۔ لوگو! اپنی صفیں درست کرو۔ لوگو! اپنی صفیں برابر کرو۔ اللہ کی قسم! یا تو تم ضرور ضرور صفیں سیدھی کرو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں میں اختلاف اور پھوٹ ڈال دے گا۔'' سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پھر تو یہ حالت ہو گئی کہ ہر شخص اپنے ساتھی کے کندھے سے کندھا، گھٹنے سے گھٹنا اور ٹخنے سے ٹخنا ملا کر اور جوڑ کر کھڑا ہوتا تھا۔'' [1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صفوں کو سیدھا کیا کرو کیونکہ میں تمھیں پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔'' (یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص (صفوں میں) اپنا کندھا دوسرے کے کندھے سے اور اپنا قدم دوسرے کے قدم سے ملا دیتا تھا۔[2]

وضاحت: حالت نماز میں قبلہ رخ ہونے کے باوجود پیچھے کھڑے نمازیوں پر نظر رکھنا، واقعی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا اور یہ حالتِ نماز کے ساتھ خاص تھا مگر نماز میں بھی یہ کیفیت ہر وقت نہیں ہوتی تھی بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا تھا ایسا ہو جاتا تھا اور جب نہیں چاہتا تھا، نہیں ہوتا تھا، چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے جب **سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ** کہا تو پیچھے سے ایک آدمی نے یہ دعا پڑھی: **رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ** حمدا تو سلام پھیرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنِ الْمُتَكَلِّمُ؟'' دعا کس نے پڑھی تھی؟'' [3]

ایک رات نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر سے اٹھ کر باہر چلے گئے۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے پیچھے باہر نکل پڑیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیع الغرقد (مدینہ منورہ کا قبرستان) پہنچ کر دعائے مغفرت کی اور واپس آ گئے۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اپنے بستر پر پہنچ گئیں لیکن ان کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ دریافت کی۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے ٹالنا چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ! بتادو ورنہ میرا اللہ مجھے بتادے گا۔'' اس پر امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے ساری بات بتادی۔[4]

اس سے معلوم ہوا کہ گھر سے نکلتے وقت امی عائشہ رضی اللہ عنہا کو

] [1]صحیح] سنن أبي داود، الصلاة، حدیث: 662، وھو حدیث صحیح، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 396 میں اسے صحیح کہا ہے۔ السنن الکبرٰی للنسائي: 1/287، وصحیح ابن خزیمة: 160، وسنن الدار قطني: 1/283۔ [2] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 725۔ [3] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 799۔ [4] صحیح مسلم، الجنائز، حدیث: 974۔

معلوم نہ تھا کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کدھر اور کیوں جارہے ہیں اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معلوم نہ ہوا کہ عائشہ بھی میرے پیچھے پیچھے آرہی ہیں۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صف میں داخل ہو کر ایک جانب سے دوسری جانب تک چلتے، ہمارے سینوں اور کندھوں کو برابر کرتے اور فرماتے تھے: ''آگے پیچھے مت ہونا (ورنہ) تمھارے دل بھی مختلف ہو جائیں گے۔'' اور فرماتے تھے: ''تحقیق اللہ تعالیٰ پہلی صف والوں پر اپنی رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے ان کے لیے (رحمت کی) دعا کرتے ہیں۔'' [1]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں برابر کرتے تھے۔ جب صفیں برابر ہو جاتیں تو (پھر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہُ أَکْبَرُ کہہ کر نماز شروع کرتے۔[2] سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صفیں درست کرو، کندھے برابر کرو، (صفوں کے اندر) درمیان میں فاصلہ نہ رہنے دو، اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ، صفوں کے اندر شیطان کے لیے خلا نہ چھوڑو۔ اور جو شخص صف ملائے گا، اللہ بھی اسے (اپنی رحمت سے) ملائے گا اور جو اسے کاٹے گا، اللہ بھی اسے (اپنی رحمت سے) کاٹ دے گا۔'' [3]

اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر صف درست کرنے کے لیے کوئی تمھیں آگے یا پیچھے کرے تو بڑی نرمی اور محبت سے آگے یا پیچھے ہو جاؤ۔ اگر صف سے کوئی نکل کر چلا جائے تو اس کی جگہ لے کر صف ملاؤ، اللہ تم پر رحمت کرے گا۔ صف کے اندر (جان بوجھ کر) ایک دوسرے سے دور دور کھڑے ہونا صف کاٹنا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کر دے گا۔ (العیاذ باللہ)

صفوں کی ترتیب:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(پہلے) پہلی صف کو پورا

] [1]صحيح] سنن أبي داود، أبواب الصفوف، حديث: 664، وسنده صحيح، والمستدرك للحاكم، فضائل القرآن، ذكر فضائل سور و آي متفرقة، حديث: 2128،2112،2105،2099، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 386 میں اور امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1551 میں اسے صحیح جبکہ امام نووی نے المجموع: 4/226 میں حسن کہا ہے۔ [2] [صحيح] سنن أبي داود، أبواب الصفوف، حديث: 665، وسنده صحيح۔ [3] [حسن] سنن أبي داود، أبواب الصفوف، حديث: 666، وسنده حسن، امام حاکم اور امام ذہبی نے المستدرک: 1/213، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1549 میں، اور امام نووی نے المجموع: 4/227 میں اسے صحیح کہا ہے۔

کرو، پھر اسے جو پہلی صف کے بعد ہو۔[1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"مردوں کی صفوں میں (ثواب کے لحاظ سے) سب سے بہتر، پہلی صف ہے۔ اور سب سے بری، آخری صف ہے اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بری، پہلی صف ہے اور سب سے بہتر آخری صف ہے۔" [2]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ ترتیب اس وقت ہے جب خواتین بھی مردوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوں کیونکہ اگر مرد آخری صف میں کھڑے ہوں اور ان کے متصل بعد خواتین کھڑی ہوں تو ان کا خیال ایک دوسرے کی طرف رہے گا۔ لیکن اگر مرد پہلی صفوں میں ہوں اور خواتین آخری صفوں میں ہوں جبکہ درمیان میں بچے ہوں تو پھر ایسا امکان نہیں رہے گا۔"[3]
سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہمیشہ لوگ (پہلی صف سے) پیچھے ہٹتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ بھی انھیں (اپنی رحمت میں) پیچھے ڈال دے گا۔"[4]

ستونوں کے درمیان صف بنانا:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اس سے (ستونوں کے درمیان صفیں بنانے سے) بچتے تھے۔[5]

صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنا:

صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نماز لوٹانے کا حکم دیا۔[6]

اگر اگلی صف میں جگہ نہیں ہے تو ایک امام اور ایک مقتدی والے مسئلے سے استنباط کرتے ہوئے اگلی صف سے آدمی کھینچ کر صف بنالینا جائز ہے اور اگر اگلی صف سے آدمی نہ بھی کھینچا جائے اور اکیلے ہی نماز پڑھ لی

] [1]صحیح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 671، وهو حديث صحيح، امام ابن خزیمہ نے حديث: 1547,1546میں اور امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 390 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [2] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 440۔ [3] المجموع: 4/301۔ [4] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 438۔ [5] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 673، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الصلاة، حديث: 229، امام ترمذی، امام حاکم نے المستدرک: 1/218 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ سفيان الثوري صرح بالسماع عند البيهقي: 3/4۔ [6] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 682، وسنده صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 403 میں، امام احمد، اسحاق نے اور ابن حزم نے المحلّٰی: 4/53 میں اسے صحیح کہا ہے۔

جائے تو اس کی نماز ہو جائے گی اور یہی طریقہ زیادہ بہتر ہے۔ سنن دارمی کی جس روایت میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے کو نماز لوٹانے کا حکم دیا تھا، وہ اس وجہ سے تھا کہ وہ اگلی صف میں جگہ ہونے کے باوجود شامل نہیں ہوا تھا۔[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اگلی صف میں جگہ نہ ہو اور نمازی اکیلے صف میں کھڑا ہو جائے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ واللہ أعلم۔ یہی موقف شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شیخ البانی رحمہ اللہ اور دیگر محققین کا ہے۔ دیکھیے: إرواء الغلیل: 2/329، وفتاوی الدین الخالص: 5/244۔

صف بندی میں مراتب کا لحاظ رکھنا:

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے ہاتھ ہمارے کندھوں پر رکھتے اور فرماتے: ''برابر ہو جاؤ اور جدا جدا کھڑے نہ ہو کہ اس سے تمھارے دل باہم مختلف ہو جائیں۔ (اور) صف میں میرے قریب وہ

لوگ کھڑے ہوں جو عقل مند و دانشمند ہیں، ان کے بعد وہ جو (دانش مندی میں) ان کے قریب ہوں، پھر وہ جو اُن کے قریب ہوں۔" [2] سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے، پہلے مردوں نے صفیں بنائیں، پھر بچوں نے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا: "میری امت کی نماز اسی طرح ہے۔" [3]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ میں نے اور ایک بچے نے اکٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنائی اور میری والدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے صف میں اکیلی ہی کھڑی ہو گئی۔[4] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب مردوں کی صف میں جگہ ہو تو نابالغ بچے بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔[5] اور اگر ایک خاتون نماز میں شامل ہو جائے تو وہ مردوں سے الگ اکیلی صف میں کھڑی ہو گی۔

امامت کا بیان :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1]سنن الدارمي: 1/211، حدیث: 1289۔ [2] صحيح مسلم، الصلاة، حدیث: 432۔ [3] [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، حدیث: 677، اس کی سند حسن ہے۔ اسے ابن الملقن نے تحفة المحتاج میں حسن قرار دیا ہے، حدیث: 548۔ [4] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 727۔ وصحيح مسلم، المساجد، حدیث: 658۔ [5] دیکھیے: فتاوی اللجنة الدائمة: 8/20، وتمام المنة للألباني، ص: 284۔

((يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً، فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً، فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً، فَأَقْدَمُهُمْ سِلْمًا، وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ، وَلَا يَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ))

"لوگوں کی امامت وہ کرائے جو ان میں سب سے زیادہ قرآن کو (صحیح طریقے سے) پڑھنے والا ہو۔ پھر اگر قراءت میں سب برابر ہوں تو وہ امامت کرائے جو سنت کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو (سب سے زیادہ احکام و مسائل کی حدیثیں جانتا ہو)۔ اگر سنت کے علم میں بھی سب برابر ہوں تو پھر امامت وہ کرائے جس نے سب سے پہلے ہجرت کی ہو۔ اگر ہجرت میں بھی سب برابر

ہوں تو پھر وہ امامت کرائے جو (موجود نمازیوں میں) سب سے پہلے مسلمان ہوا ہو۔ اور کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے زیرِ اختیار جگہ پر امامت نہ کرائے (الا یہ کہ وہ موجود نہ ہو یا وہ اجازت دے دے) اور اس کے گھر میں اس کی مخصوص عزت والی جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔" [1]

اگر کسی نابالغ بچے کو کتاب اللہ زیادہ یاد ہو تو اسے امام بنایا جا سکتا ہے۔ سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اپنے قبیلے میں سب سے زیادہ قرآن مجھے یاد تھا، لہٰذا مجھے امام بنایا گیا، حالانکہ میری عمر سات سال تھی۔[2]

نابینا شخص کو امام بنانا جائز ہے کیونکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کیا تھا، حالانکہ وہ نابینا تھے۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس امام کی نماز کانوں سے بلند، یعنی قبول نہیں ہوتی جس پر لوگ (بوجہ اس کی بدعات، جہالت و فسق وغیرہ کے) ناراض ہوں۔"[4]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل بہت ہلکی اور بہت کامل نماز میں نے کسی امام

[1]صحيح مسلم، المساجد، حديث: 673۔ [2] صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4302۔ [3] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 595، وهو حديث صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 370 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [4] [حسن] جامع الترمذي، الصلاة، حديث: 360، وسنده حسن، امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔

کے پیچھے نہیں پڑھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (عورتوں کی صف میں) بچے کے رونے کی آواز سنتے تو اس خیال سے نماز ہلکی کر دیتے کہ اس کی ماں کو تکلیف ہو گی۔[1]

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نماز لمبی کرنے کے ارادے سے، نماز میں داخل ہوتا ہوں۔ پھر (عورتوں کی صف میں) بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز مختصر کر دیتا ہوں (ہلکی پڑھاتا ہوں) کیونکہ بچے کے رونے سے اس کی ماں کو تکلیف ہو گی۔" [2]

زیادہ لمبی نماز پر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ:

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی وعظ میں اتنے غصے میں نہیں دیکھا جتنا (لمبی نماز پڑھانے والوں پر) اس دن دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم (لمبی نمازیں پڑھا کر) لوگوں کو نفرت دلانے والے ہو (سنو!) جب تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو ہلکی پڑھاؤ، اس لیے کہ ان (مقتدیوں) میں ضعیف، بوڑھے اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔“ [3]

سیدنا عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت یہ تھی: ”جب تم لوگوں کی امامت کراؤ تو انھیں نماز ہلکی پڑھاؤ کیونکہ تمھارے پیچھے بوڑھے، مریض، کمزور اور کام کاج والے لوگ ہوتے ہیں اور جب اکیلے نماز پڑھو تو جس قدر چاہو لمبی پڑھو۔“ [4]

ہلکی نماز کا یہ مطلب نہیں کہ رکوع، سجود، قومے اور جلسے کو درہم برہم کر کے رکھ دیا جائے۔ واضح رہے کہ ارکان نماز کی تعدیل اور طمانیت کے بغیر نماز باطل ہوتی ہے بلکہ ہلکی نماز کا مطلب یہ ہے کہ قراءت میں (نسبتاً) اختصار کیا جائے جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی حالت میں بچے کے رونے کی آواز سنتے تو چھوٹی سورت پڑھ لیتے۔[5]

اس حدیث سے اور دیگر روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تخفیف قراءت میں ہوتی تھی۔ قیام زیادہ مختصر بھی نہ ہو۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”افضل نماز وہ ہے جس میں قیام لمبا ہو۔“ [6]

نماز کے لیے پر سکون انداز سے آنا چاہیے:

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

[1]صحيح البخاري، الأذان، حديث: 708۔ [2] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 707۔ [3] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 702، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 466۔ [4] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 468۔ [5] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 470۔ [6] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 756۔

((بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعَ جَلَبَةً، فَقَالَ: ((مَا شَأْنُكُمْ؟)) قَالُوا: اسْتَعْجَلْنَا إِلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: ((فَلَا تَفْعَلُوا، إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا سَبَقَكُمْ فَأَتِمُّوا))

"اس دوران میں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی کھٹ پٹ سنی تو آپ نے نماز کے بعد پوچھا: "تم کیا کر رہے تھے؟" انھوں نے عرض کی کہ ہم نماز کی طرف جلدی جلدی آ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسا نہ کرو۔ جب تم نماز کے لیے آؤ تو آرام و سکون سے آؤ، جو نماز تمھیں مل جائے (جو تم پالو) پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے بعد میں پورا کرو۔" [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم نماز کا ارادہ کر کے آتے ہو تو نماز ہی میں ہوتے ہو (لہٰذا وقار اور سکون کے ساتھ آیا کرو)۔" [2]

اماموں پر وبال:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر اماموں نے نماز اچھی طرح (ارکان کی تعدیل اور سنتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے) پڑھائی تو تمھارے لیے بھی ثواب ہے اور ان کے لیے بھی ثواب ہے اور اگر نماز پڑھانے میں خطا کی (رکوع و سجود میں عدم اطمینان، قومے اور جلسے کے فقدان سے نماز پڑھائی) تو تمھارے (مقتدیوں کے) لیے تو ثواب ہے اور ان کے لیے وبال ہے۔" [3]

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کوئی امام بے وضو یا بحالت جنابت نماز پڑھا دیتا ہے تو مقتدیوں کی نماز صحیح ہے اور امام پر نماز کا لوٹانا لازم ہے، چاہے اس نے یہ کام ارادتاً کیا ہو یا لاعلمی کی بنا پر۔

نماز پڑھا کر امام مقتدیوں کی طرف منہ پھیرے:

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیتے تھے تو ہماری طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔[4]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر اپنے دائیں طرف سے مڑتے تھے۔[5]

[1]صحيح مسلم، المساجد، حديث: 603۔ [2] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 602۔ [3] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 694۔ [4] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 845۔ [5] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 708۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تم اپنی نماز میں سے صرف دائیں طرف سے پھر کر شیطان کا حصہ مقرر نہ کرو۔ یقینا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دفعہ دیکھا کہ وہ اپنے بائیں طرف سے بھی پھرتے تھے۔[1]

معلوم ہوا کہ امام کو پھرنے کے لیے صرف ایک ہی طرف مقرر نہیں کرنی چاہیے بلکہ کبھی دائیں طرف سے پھرا کرے، کبھی بائیں طرف سے۔ مگر اکثر دائیں طرف سے مڑنا چاہیے۔ سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم آپ کے دائیں طرف کھڑا ہونا پسند کرتے تھے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ہماری طرف ہو۔[2]

امام کی اقتدا کے احکام:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''امام سے پہل نہ کرو۔ جب وہ تکبیر کہے، اس کے بعد تم تکبیر کہو۔ اور جب امام ﴿وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہے تو تم اس کے بعد آمین کہو۔ اور جب امام رکوع کرے، تم اس کے بعد رکوع کرو اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللّٰهُمَّ رَبَّنَا، لَكَ الحَمْدُ کہو۔'' [3]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو (ہم آپ کے پیچھے قومے میں کھڑے ہو جاتے تھے اور پھر) ہم میں سے کوئی اپنی پیٹھ (سجدے میں جانے کے لیے) نہ جھکاتا تھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتے، پھر ہم آپ کے بعد سجدے میں جاتے تھے۔[4]

حضرات! غور کیا آپ نے! کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قومے سے سجدے میں پہنچ کر اپنی پیشانی مبارک زمین پر نہ رکھ دیتے تھے، اس وقت تک تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کھڑے رہتے تھے۔ کوئی پیٹھ تک نہ جھکاتا تھا اور ہمارا حال یہ ہے کہ امام

قومے سے سجدے میں جانے کے لیے ابھی اللہُ اَکبرُ ہی کہتا ہے تو مقتدی امام کے سجدے میں پہنچنے سے پہلے ہی سجدے میں پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "امام سے پہلے رکوع کرو، نہ سجدہ اور امام سے پہلے کھڑے ہو، نہ پہلے سلام پھیرو۔" [5]

[1]صحيح البخاري، صفة الصلاة، حديث: 852، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 707۔ [2] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 709۔ [3] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 415۔ [4] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 690، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 474۔ [5] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 426۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا امام سے پہلے سر اٹھانے والا ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کے سر کی طرح کر دے یا اس کی شکل گدھے جیسی بنا دے۔" [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب نماز میں کوئی بات درپیش ہو تو مردوں کے لیے سُبحانَ اللّٰہِ کہنا اور عورتوں کے لیے ہاتھ پر ہاتھ مارنا ہے۔"[2]

معلوم ہوا کہ عورت سُبحانَ اللّٰہِ کہنے کی بجائے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مارے گی۔ واللہ اَعلم۔

امام کو لقمہ دینا:

سیدنا مِسوَر بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت میں قرآن کا کچھ حصہ (سہواً) چھوڑ دیا۔ ایک آدمی نے (نماز کے بعد) کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں آیت چھوڑ دی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو نے مجھے یاد کیوں نہ کرایا؟"[3]

عورت کی امامت: پہلی صف کے وسط میں دوسری مقتدی عورتوں کے ساتھ برابر کھڑی ہو کر عورت، عورتوں کی امامت کرا سکتی ہے۔ سیدہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں کی امامت کرائیں۔"[4]

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہانے عورتوں کی امامت اس طرح کرائی کہ وہ صف کے درمیان کھڑی ہوئی تھیں۔[5]

امامت کے چند مسائل:

☆سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

((صلّی رسولُ اللہِ صلي الله عليه وسلم فِي حُجرتِهِ والناسُ يأْتَمُّونَ به من وراءِ الحُجْرَةِ)) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے (اعتکاف والے) حجرے میں نماز پڑھی اور لوگوں نے حجرے سے باہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کی۔" [6]

[1]صحيح البخاري، الأذان، حديث: 691، و صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 427۔ [2] صحيح البخاري، العمل في الصلاة، حديث: 1204,1203، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 422۔ [3] [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 907، وسنده حسن، امام ابن خزیمہ نے اور امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 378 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [4] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 592، وهو حديث حسن، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1676 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [5] سنن الدارقطني: 1/404، حديث: 1429، وسنده حسن، دیکھیے میری کتاب أنوار السنن في تحقيق آثار السنن، حديث: 514۔ [6] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 1126، وسنده صحيح، اس کی اصل صحیح بخاری میں ہے، دیکھیے: صحيح البخاري، حديث: 729۔

معلوم ہوا کہ امام اور مقتدیوں کے درمیان اگر کوئی دیوار وغیرہ حائل ہو تو نماز ہو جائے گی۔ ☆سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں رات کی نماز میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے سے پکڑا اور مجھے اپنی دائیں طرف کر دیا۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ نوافل کی جماعت میں تکبیر (اقامت) نہیں ہے اور اگر اکیلے آدمی نے نماز شروع کی، پھر دوسرا بھی اس کے ساتھ آ ملا تو پہلا نمازی امامت کی نیت کر کے نماز جاری رکھے گا۔ واللہ أعلم۔ ☆سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نماز میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو آپ نے میرا کان پکڑ کر مجھے اپنے دائیں جانب کر لیا۔ (یہ ایک سفر کا واقعہ ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی چادر میں نماز پڑھی)۔[2]

تنبیہ: اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو انتہائی غیر ذمہ داری سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ننگے سر نماز نہیں پڑھی۔ اگر مقتدی ایک ہو تو وہ امام کے دائیں طرف اور اس کے برابر کھڑا ہو گا۔[3]

☆سیدنا بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر تکبیر کہتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر کھڑے ہونے سے پہلے تکبیر کہی جاتی اور لوگ صف بندی کر لیتے تھے۔[4]

☆سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جماعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف کھڑا ہوا اور ایک عورت ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی۔[5]

معلوم ہوا کہ اگر مقتدیوں میں سے ایک مرد ہو تو مرد امام کے دائیں طرف اور عورت (ایک ہو یا زیادہ) پیچھے الگ صف میں کھڑی ہو گی۔

☆رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے ایام میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امامت کرائی۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف میں تخفیف پائی تو آپ دو صحابہ رضی اللہ عنہما کے کندھوں پر ہاتھ ٹیکتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے۔ جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد محسوس کی تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ آپ نے اشارہ کیا کہ پیچھے نہ ہٹو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا

[1]صحيح البخاري، الأذان، حديث: 726، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 763۔ [2] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 766۔ [3] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 697۔ [4] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 606,605۔ [5] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 660۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بائیں طرف بیٹھ گئے اور بیٹھ کر نماز ادا کی اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے اور لوگ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کرتے۔ یہ ظہر کی نماز تھی۔[1]

☆ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے، پھر اپنی قوم کے پاس آتے اور انھیں نماز پڑھاتے۔[2]

یہ نماز سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے نفل اور مقتدیوں کے لیے فرض بن جاتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں امام اور مقتدی کی نیت کا مختلف ہونا جائز ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ فرض نماز پڑھ لینے کے بعد دوسروں کو بھی (وہی) نماز پڑھا سکتے ہیں۔ سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی مسجد میں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا چکے تھے۔ وہ آدمی اکیلا نماز پڑھنے لگا۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کیا کوئی شخص ایسا نہیں جو اس پر صدقہ کرے اور اس آنے والے کے ساتھ باجماعت نماز پڑھے؟'' [3]

[1]صحيح البخاري، الأذان، حديث: 713، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 418۔ [2] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 701,700، و صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 465۔ [3] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 574، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الصلاة، حديث: 220، امام ترمذی نے، امام حاکم نے المستدرک: 1/209 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

نمازِ نبوی: تکبیر اولیٰ سے سلام تک گیارہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی گواہی:

سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم (کی جماعت) میں کہا: میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ جانتا ہوں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: وہ کیسے، نہ تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زیادہ آتے تھے، نہ تم ہم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں (واقعی صورتحال تو یہی ہے)۔ (یہ سن کر) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اُن سے کہا: (ہمارے روبرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز) بیان کرو۔ سیدنا ابو حمید رضی اللہ عنہ نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے، پھر تکبیر (تحریمہ) کہتے، پھر قراءت فرماتے، پھر (رکوع کے لیے) تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے، پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھتے، پھر (رکوع کے دوران میں) کمر سیدھی کرتے، نہ اپنا سر جھکاتے اور نہ بلند کرتے۔ (پیٹھ اور سر ہموار رکھتے)۔ اور پھر اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو کہتے: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَن حَمِدَه ، پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ انھیں اپنے کندھوں کے برابر کرتے اور (قومے میں اطمینان سے) سیدھے کھڑے ہو جاتے اور اللّٰہُ أَکبرُ کہتے، پھر زمین کی طرف سجدے کے لیے جھکتے اور (سجدے میں) اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں (اور زمین) سے دور رکھتے اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیاں کھولتے (اس طرح کہ انگلیوں کے سِرے قبلہ رخ ہوتے)، پھر اپنا سر سجدے سے اٹھاتے اور اپنا بایاں پاؤں موڑتے (بچھا لیتے)، پھر اس

پر بیٹھتے اور سیدھے ہوتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی (بڑے اطمینان سے جلسہ میں بیٹھتے)، پھر (دوسرا) سجدہ کرتے، پھر اللہ اکبر کہتے اور اٹھتے اور اپنا بایاں پاؤں موڑتے، پھر اس پر بیٹھتے اور دل جمعی سے اعتدال کرتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنے ٹھکانے پر آجاتی (اطمینان سے جلسۂ استراحت میں بیٹھتے)، پھر (دوسری رکعت کے لیے) کھڑے ہوتے، پھر اسی طرح دوسری رکعت میں کرتے، پھر جب دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے جیسا کہ نماز کے شروع میں تکبیر اولیٰ کے وقت کیا تھا، پھر اسی طرح اپنی باقی نماز میں کرتے یہاں تک کہ جب وہ سجدہ ہوتا جس کے بعد سلام ہے (آخری رکعت کا دوسرا سجدہ جس کے بعد بیٹھ کر تشہد، درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیرتے ہیں) تو اپنا بایاں پاؤں (دائیں پنڈلی کے نیچے سے) باہر نکالتے اور بائیں جانب کولہے (سرین) پر بیٹھتے، پھر سلام پھیرتے۔ (یہ سن کر) ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: (اے ابوحمید!) آپ نے سچ کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔[1]

مذکورہ حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک رفع الیدین منسوخ نہیں ہوا۔

نماز کی نیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ)) "عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔" [2]

اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے تمام (جائز) اعمال میں (سب سے) پہلے، نیت میں خلوص پیدا کر لیا کریں کیونکہ جیسی نیت ہوگی ویسا ہی پھل ملے گا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک شہید، اللہ کے سامنے قیامت کو لایا جائے گا۔ اللہ اس سے پوچھے گا کہ تونے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں تیری راہ میں لڑ کر شہید ہوا۔ اللہ فرمائے گا: "تو جھوٹا ہے، تو اس لیے لڑا تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے اور وہ تجھے کہہ دیا گیا۔" (تجھے تیرا صلہ مل گیا۔ اب مجھ سے کیا چاہتا ہے) پھر اسے منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اسی طرح ایک عالم جس نے علم، شہرت کی نیت سے پڑھا اور پڑھایا تھا۔ اللہ کے حضور پیش کر کے

] [1]صحیح] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 730، وسندہ صحیح، وجامع الترمذي، الصلاۃ، حدیث: 304، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 491 میں، امام ترمذی نے اور امام نووی نے المجموع: 3/407 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [2] صحیح البخاري، بدء الوحي، حدیث: 1، نیز دیکھیے، حدیث: 54، 2529،3898،5070،6689،6953، وصحیح مسلم، الإمارۃ، حدیث: 1907۔

جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ پھر شہرت کی غرض سے ایک سخاوت کرنے والے مالدار کا بھی یہی حشر ہو گا۔'' [1] **تنبیہ:** اس سے معلوم ہوا کہ دلوں کے راز صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اسی کے ہاتھ میں ہر نیک و بد کا اخروی انجام ہے۔ وضو کرتے وقت دل میں یہ نیت کریں کہ اللہ کے حضور نماز میں حاضر ہونے کے لیے طہارت (وضو) کرنے لگا ہوں اور پھر جب نماز پڑھنے لگیں تو دل میں یہ قصد اور نیت کریں کہ صرف اپنے اللہ کی خوشنودی کے لیے اس کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ نیت چونکہ دل سے تعلق رکھتی ہے، اس لیے زبان سے الفاظ ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور نیت کا زبان سے ادا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت نہیں ہے۔

وضاحت: اپنے دل میں کسی کام کی نیت کرنا اور ضرورت کے وقت کسی کو اپنی نیت سے آگاہ کرنا ایک جائز بات ہے مگر نماز سے پہلے نیت پڑھنا عقل، نقل اور لغت تینوں کے خلاف ہے: ☆ عقل کے خلاف اس لیے ہے کہ بے شمار ایسے کام ہیں جنھیں شروع کرتے وقت ہم زبان سے نیت نہیں پڑھتے کیونکہ ہمارے دل میں انھیں کرنے کی نیت اور ارادہ موجود ہوتا ہے، مثلاً: وضو کرنے لگتے ہیں تو کبھی نہیں پڑھتے ''وضو کرنے لگا ہوں'' وغیرہ۔ تو کیا نماز ہی ایک ایسا کام ہے جس کے آغاز میں اس کی نیت پڑھنا ضروری ہو گیا ہے؟ نماز کی نیت تو اسی وقت ہو جاتی ہے جب آدمی اذان سن کر مسجد کی طرف چل پڑتا ہے اور اسی نیت کی وجہ سے اسے ہر قدم پر نیکیاں ملتی ہیں، لہٰذا نماز شروع کرتے وقت جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ نیت نہیں، بدعت ہے۔ ☆ نقل کے خلاف اس لیے ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم باقاعدگی کے ساتھ نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ اگر وہ اپنی نمازوں سے پہلے ''نیت'' پڑھنا چاہتے تو ایسا کر سکتے تھے، ان کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں تھی لیکن ان میں سے کبھی کسی نے نماز سے پہلے مروجہ نیت نہیں پڑھی۔ اس کے برعکس وہ ہمیشہ اپنی نمازوں کا آغاز تکبیر تحریمہ، یعنی اللّٰہُ أَکْبَرُ سے کرتے رہے۔ ثابت ہوا کہ نماز سے پہلے نیت نہ پڑھنا سنت ہے۔

[1]صحيح مسلم، الإمارة، حديث: 1905۔

☆لغت کے اس لیے خلاف ہے کہ نیت عربی زبان کا لفظ ہے، عربی میں اس کے معنی ہیں: ''ارادہ'' اور ارادہ دل سے کیا جاتا ہے زبان سے نہیں، بالکل اسی طرح جیسے دیکھا آنکھ سے جاتا ہے پاؤں سے نہیں۔ دوسرے لفظوں میں نیت دل سے کی جاتی ہے، زبان سے پڑھی نہیں جاتی۔ بعض لوگ روزہ رکھنے کی دعا، حج کے تلبیہ اور نکاح میں ایجاب و قبول سے نماز والی مروجہ نیت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عرض یہ ہے کہ روزہ رکھنے کی دعا والی حدیث ضعیف ہے، لہٰذا حجت نہیں ہے۔ حج کا تلبیہ صحیح احادیث سے ثابت ہے، وہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں کہنا ضروری ہے اور اس کی حیثیت نماز کی تکبیر تحریمہ جیسی ہے، تکبیر تحریمہ نماز کے شروع میں کہی جاتی ہے، اسی طرح تلبیۂ حج، مناسکِ حج کے شروع میں پڑھا جاتا ہے۔ مگر نماز والی مروجہ نیت کسی حدیث میں وارد نہیں ہوئی، رہ گیا نکاح میں ایجاب و قبول کا مسئلہ! چونکہ نکاح کا تعلق حقوق العباد سے بھی ہے اور حقوق العباد میں محض نیت سے نہیں بلکہ اقرار و اعلان، تحریر اور گواہی سے معاملات طے پاتے ہیں جب کہ نماز میں بندہ اپنے رب کے حضور کھڑا ہوتا ہے جو تمام نیتیں خوب جاننے والا ہے، پھر وہاں نیت پڑھنے کا کیا جواز ہے؟ لہٰذا اہل اسلام سے گزارش ہے کہ وہ اس بدعت سے نجات پائیں اور سنت کے مطابق نماز شروع کر کے حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت دیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الفاظ سے نیت کرنا علمائے مسلمین میں سے کسی کے نزدیک بھی مشروع نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے، پھر اس امت کے سلف اور ائمہ میں سے کسی نے بھی الفاظ سے نیت نہیں کی۔ عبادات میں، مثلاً: وضو، غسل، نماز، روزہ اور زکاۃ وغیرہ میں جو نیت واجب ہے، بالاتفاق تمام ائمۂ مسلمین کے نزدیک اس کی جگہ دل ہے۔[1]

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اسے بدعت کہتے ہیں۔

قیام :

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: مجھے بواسیر کی تکلیف تھی۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **صلِّ قائمًا، فإن لم تستَطِع فقاعدًا، فإن لم تستَطِع فعلى جَنبٍ** ''کھڑے ہو کر نماز ادا کرو، اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر، اگر بیٹھ کر ادا کرنے کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر

[1] الفتاوٰی الکبریٰ: 1/214,213۔

(نماز ادا کرو)۔" [1]

اس سے معلوم ہوا کہ استطاعت کے باوجود بیٹھ کر فرض نماز ادا کرنا جائز نہیں اور یہ قرآن کے بھی خلاف ہے جو کہتا ہے: ﴿وَقُومُوا لِلَّـهِ قَانِتِينَ﴾ "اور اللہ کے لیے باادب کھڑے ہوا کرو۔"[2]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھ کر (نفل) نمازیں ادا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "بیٹھ کر نماز ادا کرنے والے کو کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے والے کی نسبت نصف ثواب ملے گا۔"[3]

اس سے معلوم ہوا کہ (بلا عذر) بیٹھ کر نوافل یا سنتیں ادا کرنے سے نصف اجر ملتا ہے۔ جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ ہو گئی اور جسم اطہر بھاری ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جائے نماز کے قریب ایک ستون تیار کرایا جس پر آپ (نماز کے دوران میں) ٹیک لگاتے تھے۔[4]

آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی بجائے ستون کے سہارے کھڑے ہونے کو ترجیح دی، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی عذر ہو تو کسی چیز کا سہارا لے کر قیام کیا جا سکتا ہے، چاہے فرض نماز ہو یا نفل۔ واللہ أعلم۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کا بڑا حصہ کھڑے ہو کر نوافل ادا کرتے اور کبھی بیٹھ کر۔ جب قراءت کھڑے ہو کر فرماتے تو رکوع بھی کھڑے ہو کر کرتے اور جب بیٹھ کر قراءت فرماتے تو اسی حالت میں رکوع بھی فرماتے۔[5]

کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر قراءت فرماتے۔ جب قراءت سے تیس یا چالیس آیات باقی ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ان کی تلاوت فرماتے، پھر (حالت قیام سے) رکوع میں چلے جاتے، دوسری رکعت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول ہوتا تھا۔[6]

امام ہو یا منفرد، اپنے آگے سترہ رکھ کر نماز ادا کرے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔[7]

سترہ دیوار، ستون یا کوئی اور چیز بھی ہو سکتی ہے۔[8] جماعت کی صورت میں امام مقتدیوں کے لیے سترہ

[1]صحيح البخاري، التقصير، حديث: 1117۔ [2] البقرة: 238:2۔ [3] [صحيح] سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، حديث: 1230، وسنده صحيح، حافظ بوصیری نے اسے صحیح کہا ہے۔ [4] [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، حديث:

948، وهو حديث حسن، امام حاکم نے المستدرک: 1/265,264 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [5] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 730۔ [6] صحيح البخاري، التقصير، حديث: 1119، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 731۔ [7] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 698، وهو حديث صحيح، شاهده في صحيح ابن خزيمة: 853 وسنده صحيح۔ [8] صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 507۔

ہو گا، لہٰذا امام کے سامنے سترے کا ہونا ضروری ہے اور وہی سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہو گا۔[1]

تکبیر اولیٰ:

☆ قبلے کی جانب منہ کر کے اللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے رفع الیدین کریں، یعنی دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((رَأَيْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم افْتَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يُكَبِّرُ حتّى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ))

"میں نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نے نماز کے آغاز میں اللہ اکبر کہا اور تکبیر کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائے۔" [2]

وضاحت: نماز کے آغاز میں اللہ اکبر کو تکبیر اولیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ نماز کی سب سے پہلی تکبیر ہے اور اس سے نماز شروع ہوتی ہے اور اسے تکبیر تحریمہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کے ساتھ ہی بہت سی چیزیں نمازی پر حرام ہو جاتی ہیں۔

☆ ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیاں (نارمل طریقے پر) کھلی رکھیں۔ انگلیوں کے درمیان زیادہ فاصلہ کریں، نہ انگلیاں ملائیں۔[3]

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے تھے۔[4]

☆ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی کبھی) ہاتھ کانوں تک بلند فرماتے تھے۔[5]

[1] صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 493۔ [2] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 738۔ [3] [حسن] المستدرك للحاكم، الصلاة، حديث: 856، وسنده حسن، امام حاکم نے المستدرک: 1/234 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح

کہا ہے، وسنن أبي داود، حديث: 753، وجامع الترمذي، حديث: 240، وحسنه، وسنده حسن۔ [4] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 735، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 390۔ [5] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 391(25)۔

تکبیر تحریمہ کے بعد کی دعائیں:

یہ دعا پڑھیں:

((سبحانك اللّٰهمّ وبحمدِك، وتبارك اسمُك، وتعالى جَدُّك، ولا إلهَ غيرُك))

"اے اللہ تو پاک ہے اور (ہم) تیری تعریف کے ساتھ (تیری پاکی بیان کرتے ہیں) تیرا نام بے حد بابرکت ہے، تیری بزرگی بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔"[2]

تنبیہ: ((أعوذُ باللّٰهِ مِنَ الشَّيطانِ الرَّجيمِ)) پڑھنا بھی درست ہے۔[4]

پھر سورۂ فاتحہ پڑھیں: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ﴿﴾ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿﴾ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ﴿﴾ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴿﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿﴾ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿﴾(آمين)

] [2]حسن] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 776,775، وسنده حسن، وجامع الترمذي، الصلاة، حديث: 243، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلاة، حديث: 806، امام حاکم نے المستدرک: 1/235 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [3] [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 775، وسنده حسن، امام ابن خزیمہ نے حديث: 467 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [4] صحيح البخاري، الأدب، حديث: 6115، وصحيح مسلم، البر والصلة، حديث: 2610، وكتاب الأم للإمام الشافعي: 1/107۔

"اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا، بے حد مہربان ہے۔ ساری تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام مخلوق کا رب ہے۔ نہایت رحم کرنے والا، بے حد مہربان ہے۔ بدلے کے دن کا مالک ہے۔ (اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا جن پر غضب نہیں کیا گیا اور جو گمراہ نہیں ہوئے۔[1] "

آدابِ تلاوت:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿ الْحَمْدُ لِلَّـهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾

پڑھتے، پھر ٹھہر کر ﴿الرَّحْمَـٰنِ الرَّحِيمِ﴾ پڑھتے، پھر ٹھہر کر ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ پڑھتے تھے۔" [1]

مذکورہ حدیث کثرت طرق سے مروی ہے۔ اس مسئلے میں اسے بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ائمۂ سلف صالحین کی ایک جماعت ہر آیت پر توقف کرتی تھی۔ اگر مابعد کی آیت معنی کے لحاظ سے پہلی آیت کے ساتھ متعلق ہوتی، پھر بھی وہ توقف کر کے پڑھتے تھے۔ تلاوت قرآن کا مسنون طریقہ یہی ہے لیکن آج کل عام قاری حضرات اس طرح تلاوت کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نمازی اپنے رب کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے۔ اسے دھیان رکھنا چاہیے کہ وہ کس قسم کی سرگوشی کر رہا ہے اور تم حالت نماز میں بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کر کے اپنے ساتھیوں کو اضطراب میں نہ ڈالو۔" [2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آہستہ آہستہ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تھے۔ بلکہ ایک ایک حرف الگ الگ پڑھتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ چھوٹی سورت، لمبی سورت سے بھی زیادہ لمبی ہو گئی ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "حافظ قرآن کو کہا جائے گا: تم قرآن پڑھتے جاؤ اور (جنت کی سیڑھیاں) چڑھتے جاؤ۔ جس طرح تم دنیا میں ترتیل اور آہستگی سے پڑھا کرتے تھے، اسی طرح پڑھتے چلو۔ تمھاری منزل وہاں ہے جہاں تم آخری آیت پڑھو گے۔" [3]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو اچھی آواز سے پڑھنے کا حکم دیتے تھے، اس لیے کہ دلکش آواز کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے میں مزید حسن پیدا ہوتا ہے۔[4]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی کتاب کا علم حاصل کرو۔ اسے ذہن میں محفوظ کرو اور اسے اچھی آواز سے پڑھو۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری

] [1]صحیح] مسند أحمد: 6/288، حدیث: 26470، وسندہ صحیح۔ [2] [صحیح] الموطأ للإمام مالک، الصلاۃ، حدیث: 181 (بیاضی سے مروی ہے)، وسنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 1332، وسندہ صحیح، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1162 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [3] [حسن] سنن أبي داود، الوتر، حدیث: 1464، وسندہ حسن، وجامع الترمذي، فضائل

القرآن، حدیث: 2914، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 1790 میں اور امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [4] [صحیح] سنن أبي داود، الوتر، حدیث: 1468، وھو حدیث صحیح، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 660 میں اور امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1556,1551میں اسے صحیح کہا ہے۔

جان ہے! اگر اونٹ کے گھٹنے کی رسی کھول دی جائے تو وہ اتنی تیزی سے نہیں بھاگتا جتنی تیزی سے قرآن پاک حافظے سے نکل جاتا ہے۔" [1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز اتنی توجہ سے نہیں سنی جتنی توجہ سے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین آواز کے ساتھ قرآن پڑھنا سنا ہے۔" [2]

نماز کی مسنون قراءت:

منفرد نمازی سورۂ فاتحہ کے بعد جہاں سے جتنا چاہے قرآن مجید پڑھ سکتا ہے، البتہ امام کو نماز پڑھاتے وقت مقتدیوں کے احوال و کوائف کے پیش نظر ضرور اختصار سے کام لینا چاہیے۔ نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد اگرچہ ہم جہاں سے چاہیں قرآن پڑھ سکتے ہیں لیکن یہاں ہم نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کا حال بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کون کون سی سورت کس کس نماز میں پڑھتے تھے۔

سورۂ اخلاص کی اہمیت:

ایک انصاری مسجد قباء میں امامت کراتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی دوسری سورت پڑھنے سے پہلے سورۂ اخلاص ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ تلاوت فرماتے۔ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے۔ مقتدیوں نے امام سے کہا کہ آپ پہلے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ کی تلاوت کرتے ہیں، پھر بعد میں دوسری سورت ملاتے ہیں، کیا ایک سورت تلاوت کے لیے کافی نہیں؟ یا صرف یہی سورت پڑھا کریں اور اگر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ کی تلاوت کافی نہیں تو اسے چھوڑ دیں، کسی دوسری سورت کی تلاوت کیا کریں۔ امام نے جواب دیا کہ میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ کی تلاوت نہیں چھوڑ سکتا۔ مقتدیوں نے یہ مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام سے پوچھا: "تم مقتدیوں کی بات کیوں نہیں

مانتے، اس سورت کو ہر رکعت میں التزام سے کیوں پڑھتے ہو؟" اس نے کہا: مجھے اس سورت سے محبت ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس سورت کے ساتھ تیری محبت تجھے جنت میں داخل کرے گی۔" [3]

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں سورتوں کو ترتیب سے تلاوت کرنا ضروری نہیں۔ واللہ أعلم۔ ایک صحابی نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرا ایک پڑوسی رات کے قیام میں (سورۂ فاتحہ کے بعد) صرف

] [1]صحیح] سنن الدارمي، فضائل القرآن، حدیث: 3351 وسندہ صحیح، 3352، ومسند أحمد: 4/150,146، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 1788 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [2] صحیح البخاري، فضائل القرآن، حدیث: 5024,5023، وصحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 792۔ [3] صحیح البخاري، الأذان، قبل الحدیث: 774م۔

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ تلاوت کرتا ہے، دوسری کوئی آیت تلاوت نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔" [1]

نماز جمعہ اور عیدین میں تلاوت:

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عیدوں اور جمعہ (کی نمازوں) میں سورۂ اعلیٰ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اور سورۂ غاشیہ ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ﴾ پڑھتے تھے۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب عید اور جمعہ ایک ہی دن میں جمع ہو جاتے تو پھر بھی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہی دونوں سورتیں دونوں نمازوں میں پڑھتے تھے۔[2]

عبید اللہ بن ابی رافع سے روایت ہے کہ مروان نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینے کا گورنر مقرر کیا اور خود مکے چلا گیا۔ وہاں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جمعے کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ جمعہ اور منافقون پڑھیں، پھر فرمایا کہ میں نے یہ سورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعے کی نماز میں پڑھتے ہوئے سنیں۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید قربان اور عید الفطر میں سورۂ ق ﴿ق ۚ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ﴾ اور سورۂ قمر ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ پڑھتے تھے۔[4]

جمعے کے دن نماز فجر میں تلاوت :

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعے کے دن فجر کی نماز میں سورۂ سجدہ ﴿الم ﴿﴾ تَنزِيلُ﴾ پہلی رکعت میں اور سورۂ دہر ﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ﴾ دوسری رکعت میں پڑھتے تھے۔[5]

نماز فجر میں تلاوت :

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں سورۂ ق ﴿ق ۚ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ﴾ اور اس کی مانند (کوئی اور سورت) پڑھتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد والی نماز میں تخفیف کرتے تھے۔[6]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مکہ فتح ہونے کے بعد فجر کی نماز پڑھائی تو سورۂ مومنون شروع کی یہاں تک کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام یا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانسی آگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں چلے گئے۔[7]

[1]صحيح البخاري، فضائل القرآن، حديث: 5013۔ [2] صحيح مسلم، الجمعة، حديث: 878۔ [3] صحيح مسلم، الجمعة، حديث: 877۔ [4] صحيح مسلم، صلاة العيدين، حديث: 891۔ [5] صحيح البخاري، الجمعة، حديث: 891، وصحيح مسلم، الجمعة، حديث: 879 [6] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 458۔ [7] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 455۔

سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز فجر میں ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ﴾ (سورۂ تکویر) پڑھتے سنا۔[1]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے چل رہا تھا۔ آپ (سفر میں) فجر کی نماز کے لیے اترے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سورۂ فلق ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور سورۂ ناس ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھی۔[2]

سیدنا معاذ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر میں دونوں رکعتوں میں سورۂ زلزال ﴿ إِذَا زُلْزِلَتِ ﴾ تلاوت فرمائی۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دونوں سنتوں میں نہایت ہلکی قراءت فرماتے یہاں تک کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے شبہ گزرتا کہ شاید نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ بھی نہیں پڑھی۔" [4]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتوں کی پہلی رکعت میں سورۂ کافرون ﴿ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ﴾ اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص ﴿ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ﴾ پڑھتے تھے۔[5]

عصر وظہر کی نماز میں قراءت :

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی ایک سورت پڑھتے اور آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی کبھار ہمیں ایک آدھ آیت (بلند آواز سے پڑھ کر) سنا دیتے تھے۔[6]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں سورۂ لیل ﴿ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ﴾ پڑھتے تھے۔[7]

ایک اور روایت میں ہے کہ سورۂ اعلیٰ ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴾ اور عصر میں (بھی) اس کی مانند (کوئی سورت) پڑھتے تھے اور فجر میں لمبی سورتیں پڑھتے تھے۔[8]

[1]صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 456۔ [2] [حسن] سنن النسائي، الافتتاح، حديث: 953، وسنن أبي داود، الوتر، حديث: 1462، وسنده حسن، امام حاکم نے المستدرک: 1/240 میں، امام ذہبی نے، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 534 میں اور امام ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ [3] [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 816، وسنده حسن، امام نووی نے المجموع: 3/384 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [4] صحيح البخاري، التهجد، حديث: 1171، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 724(92)۔ [5] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 726۔ [6] صحيح البخاري،

الأذان، حديث: 776، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 451۔ [7] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 459۔ [8] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 460۔

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں سورۂ بروج ﴿وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ﴾ اور سورۂ طارق ﴿وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ﴾ پڑھتے تھے۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی آخری دونوں رکعتوں میں پندرہ آیات کے برابر قراءت فرماتے۔[2]

معلوم ہوا کہ ظہر کی آخری دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد قراءت مسنون ہے۔ اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ کی قراءت فرماتے۔[3]

نماز عصر کی پہلی دونوں رکعتوں میں ہر رکعت کے اندر 15 آیات تلاوت فرماتے۔[4]

اور آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھتے۔[5] ابو معمر رحمہ اللہ نے سیدنا خباب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر و عصر میں قراءت کرتے تھے؟ سیدنا خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، ہم نے کہا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ سیدنا خباب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کی جنبش سے۔[6]

معلوم ہوا کہ ظہر و عصر کی نمازوں میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سری (بغیر آواز بلند کیے) قراءت کرتے تھے۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت طویل ہوتی۔ بعض اوقات ظہر کی جماعت کی اقامت ہو جاتی اور کوئی شخص اپنے گھر سے بقیع قبرستان کی جانب قضائے حاجت کے لیے جاتا، وہاں سے فارغ ہو کر گھر آتا اور وضو کر کے پھر مسجد میں آتا تو ابھی تک نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت ہی میں ہوتے۔[7]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت کو اتنا لمبا اس لیے کرتے تھے کہ نمازی پہلی رکعت ہی میں شریک ہو سکیں۔[8]

نماز مغرب میں قراءت:

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب

] [1]حسن] سنن أبي داود، الصلاة، حدیث: 805، وسندہ حسن، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 465 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [2] صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 452۔ [3] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 776، وصحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 451۔ [4] صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 452۔ [5] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 776، وصحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 451۔ [6] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 777۔ [7] صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 454۔ [8] [صحیح] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 800، وھو حدیث صحیح، اس حدیث کی اصل صحیح بخاري، حدیث: 779 اور صحیح مسلم، حدیث: 451، میں موجود ہے۔

میں سورۂ طور پڑھتے سنا۔[1]

سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں سورۂ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا﴾ پڑھتے ہوئے سنا۔[2]

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب سورۂ اعراف کے ساتھ پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کی کچھ مقدار پہلی رکعت میں اور بقیہ مقدار دوسری رکعت میں پڑھی۔[3]

نماز عشاء میں قراءت :

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عشاء میں ﴿ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ پڑھتے ہوئے سنا اور میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوش آواز کسی کو نہیں پایا۔[4]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ پڑھنی شروع کی۔ مقتدیوں میں سے ایک کھیتی باڑی کا کام کرنے والے شخص نے سلام پھیر دیا۔ پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اللہ کے رسول! ہم لوگ اونٹوں والے ہیں، دن بھر محنت مشقت کرتے ہیں۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے پہلے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر ہمارے پاس آئے اور انھوں نے عشاء میں سورۂ بقرہ شروع کر دی۔ (میں دن بھر کا تھکا ماندہ تھا، مجھے لمبی قراءت بوجھل معلوم ہوئی) ہادئ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا: "تو لوگوں کو نفرت دلاتا ہے اور فتنہ کھڑا کرتا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ بات دہرائی۔ پھر فرمایا: "جب تم جماعت کراؤ تو سورۂ شمس ﴿ وَالشَّمْسِ

وَضُحَاهَا﴾ اور سورئہ لیل ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ﴾ اور سورئہ اعلیٰ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ کی تلاوت کرو، اس لیے کہ تمھارے پیچھے بوڑھے، کمزور اور ضرورت مند (بھی) نماز ادا کرتے ہیں۔" [5]

اس حدیث سے عشاء کی نماز کی قراءت بھی معلوم ہوئی اور ساتھ ہی اس حدیث نے نماز کی امامت کروانے والوں کو بھی متنبہ کر دیا ہے کہ وہ نماز پڑھاتے وقت مقتدیوں کا خاص طور پر خیال رکھیں اور خوب سمجھ لیں کہ نماز میں مقتدیوں کے حالات کے پیش نظر تخفیف کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

[1]صحيح البخاري، الأذان، حديث: 765، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 463۔ [2] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 763، و صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 462۔ [3] [صحيح] سنن النسائي، الافتتاح، حديث: 992، وسنده صحيح، امام نووی نے المجموع: 4/383 میں اسے حسن کہا ہے۔ [4] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 769، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 464۔ [5] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 705، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 465۔

مختلف آیات کا جواب :

ہمارے ہاں ایک رواج یہ ہے کہ امام جب بعض مخصوص آیات کی تلاوت کرتا ہے تو وہ اور بعض مقتدی، نماز میں بآواز بلند ان کا جواب دیتے ہیں۔ یہ عمل صحیح نہیں ہے کیونکہ اس بارے میں کوئی صحیح صریح روایت نہیں ہے۔ ہاں بعض آیات کی تلاوت کے بعد امام یا منفرد قاری اپنے طور پر ان کا جواب دے تو جائز ہے، چنانچہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح والی آیت پڑھتے تو تسبیح کرتے جب سوال والی آیت تلاوت کرتے تو سوال کرتے اور جب تعوذ والی آیت پڑھتے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتے۔[1]

﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴾ پڑھنے والے کا اس کے بعد جواباً سبحانَ ربِّيَ الأعلى کہنا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔[2] سورۂ غاشیہ کے اختتام پر اَللّٰهمَّ حاسِبْني حسابًا يسيرًا کہنا ثابت نہیں۔

نماز میں شیطانی وسوسوں سے بچنے کی دعا اور علاج:

سیدنا عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: اللہ کے رسول! شیطان میرے، میری نماز اور قراءت کے درمیان حائل ہو جاتا اور قراءت میں التباس پیدا کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس شیطان

کا نام خِنزَبُ ہے۔ جب تم اسے محسوس کرو تو اللہ سے پناہ مانگو، یعنی أعوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطانِ الرَّجِیمِ پڑھو اور بائیں جانب تین بار تھتکارو، یعنی تھو تھو کرو۔" سیدنا عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ نے مجھے اس (شیطان) سے نجات دی اور اسے دور کر دیا۔[3]

دوران نماز میں کوئی سوچ آنے پر نماز باطل نہیں ہوتی۔ سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عصر پڑھی۔ نماز کے بعد آپ فوراً کھڑے ہوگئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس تشریف لے گئے۔ لوگ پریشان ہوگئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے چہروں پر تعجب کے آثار دیکھ کر فرمایا: "مجھے نماز کے دوران

[1]صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 772۔ [2] [صحيح] مصنف ابن أبي شيبة: 2/509,508 وأسانيدها صحيحة۔ [3] صحيح مسلم، السلام، حديث: 2203۔

میں یاد آیا کہ ہمارے گھر میں کچھ سونا رکھا ہوا ہے اور مجھے ایک دن یا ایک رات کے لیے بھی اپنے گھر میں سونا رکھنا پسند نہیں، لہٰذا میں نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔" [1]

نماز میں رونا :

سیدنا عبداللہ بن شِخِّیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا۔ نماز میں رونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے چکی کے چلنے کی سی آواز آرہی تھی۔[2]

رکوع کی دعائیں: ☆ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے: ((سبحانَ ربِّيَ العظيمِ)) "میرا رب عظیم (ہر عیب سے) پاک ہے"[5]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم دیتے تھے کہ رکوع میں ((سبحانَ ربِّيَ العظيمِ)) پڑھیں۔[6]

میمون بن مہران تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رکوع و سجود میں تین تسبیحات سے کم نہیں پڑھنی چاہئیں۔[7]

☆ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں یہ دعا بھی پڑھتے تھے: ((سُبحانَكَ وبحمدِكَ، لا إلهَ إلّا أنتَ)) "اے اللہ! تیرے ہی لیے پاکی اور تعریف ہے، تیرے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔" [8]

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع میں اکثر کہتے تھے: ((سُبْحانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنا وبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي)) "اے ہمارے پروردگار اللہ! تو پاک ہے، ہم تیری تعریف بیان کرتے ہیں۔ یاالٰہی! مجھے بخش دے۔" [9]

[1]صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 498، ہتھیلیوں کے مسئلے کے لیے دیکھیے سنن النسائي، التطبيق، حديث: 1037، اس کی سند حسن ہے۔ [2] [صحیح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 734، وهو حديث صحيح، امام ترمذی نے حدیث: 304 میں اور امام نووی نے المجموع: 3/407 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [3] [حسن] جامع الترمذي، الصلاة، حديث: 260، وسنده حسن، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [4] [حسن] جامع الترمذي، الصلاة، حديث: 260 وسنده حسن۔ [5] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 772۔ [6] سنن أبي داود، حديث: 869 وسنده صحيح، وصححه ابن خزيمة: 670,601، وابن حبان (الإحسان: 1895)، والحاكم: 1/225، 2/477۔ [7] مصنف ابن أبي شيبة: 1/250، حديث: 2571، وسنده حسن۔ [8] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 485۔ [9] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 794، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 484۔

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدے میں کہتے تھے:

سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ ربُّ الملائكةِ والرُّوحِ

"فرشتوں اور روح (جبریل) کا پروردگار نہایت پاک ہے۔" [1]

☆ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع میں کہتے تھے:

سبحانَ ذي الجَبَروتِ والمَلَكوتِ والكِبْرياءِ والعَظَمةِ

"قہر (غلبے)، بادشاہی، بڑائی اور بزرگی کا مالک اللہ، (نہایت ہی) پاک ہے۔"[2]

☆ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں یہ کلمات پڑھتے تھے:

((اللّٰھُمَّ لكَ رَكَعْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَلَكَ أَسْلَمْتُ، خَشَعَ لكَ سَمْعِي، وَبَصَرِي، وَمُخِّي، وَعَظْمِي))

"اے اللہ! میں تیرے آگے جھک گیا، تجھ پر ایمان لایا، تیرا فرماں بردار ہوا۔ میرے کان، میری آنکھیں، میرا مغز، میری ہڈی اور میرے پٹھے تیرے آگے عاجز بن گئے۔"[3]

اطمینان، نماز کا رکن ہے :

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک کونے میں تشریف فرما تھے۔ اس شخص نے نماز پڑھی اور (رکوع، سجود، قومے اور جلسے کا لحاظ نہ کیا، جلدی جلدی نماز پڑھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " ((وعلیکم السّلامُ))واپس جا کر پھر نماز پڑھو، اس لیے کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔" وہ گیا، پھر نماز پڑھی (جس طرح پہلے بے قاعدہ پڑھی تھی)۔ پھر آیا اور سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: " ((وعلیکم السّلامُ))جاؤ، پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔" اس شخص نے تیسری یا چوتھی بار (بے قاعدہ) نماز پڑھنے کے بعد کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے (نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ) سکھا دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ اکبر (تکبیر تحریمہ) کہو، پھر قرآن مجید میں سے جو تمھارے لیے آسان ہو

[1]صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 487۔ [2] [صحیح] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 873، اس کی سند صحیح ہے، دیکھیے نیل المقصود، اور مرعاۃ المفاتیح، حدیث: 887۔ [3] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 771۔

پڑھو، پھر رکوع کرو یہاں تک کہ اطمینان سے رکوع (پورا) کرو، پھر (رکوع سے) سر اٹھاؤ یہاں تک کہ (قومے میں) سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ (مکمل) کرو، پھر اطمینان سے اپنا سر اٹھاؤ اور (جلسے میں) بیٹھ جاؤ، پھر (دوسرا) سجدہ کرو یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ (پورا) کرو، پھر اسی طرح اپنی تمام نماز پوری کرو۔" [1]

اس حدیث میں جس نمازی کا ذکر ہے وہ رکوع اور سجود بہت جلدی جلدی کرتا تھا، قومہ اور جلسہ اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر نہیں کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار اسے فرمایا کہ پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ارکان کی ادائیگی میں عدم اطمینان کو نماز کے باطل ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔ سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک رکوع اور سجدے میں اپنی پیٹھ درست نہ رکھے۔'' [2]

اللہ اکبر! کس قدر خوف کا مقام ہے، آہ! ہماری غیر مسنون نمازوں کا کیا حشر ہو گا۔ ہمیں پوری نماز کو تکبیر اولیٰ سے لے کر سلام پھیرنے تک مسنون طریقے سے ادا کرنا چاہیے۔ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شامل ہوئے، اس وقت آپ رکوع میں تھے۔ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا اور اسی حالت میں چل کر صف میں پہنچے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی گئی تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تیرا شوق زیادہ کرے، آئندہ ایسا نہ کرنا۔'' [3]

وضاحت: بعض لوگ اس حدیث سے یہ نکتہ نکالتے ہیں کہ اگر نمازی حالت رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو تو وہ اسے رکعت شمار کرے گا کیونکہ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے رکعت نہیں دہرائی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایسا کرنے کا حکم دیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے شخص کے لیے قیام ضروری ہے نہ قراءتِ فاتحہ۔

[1]صحيح البخاري، الأذان، حديث: 793، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 397۔ [2] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 855، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الصلاة، حديث: 265، امام ترمذی نے اور امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 501 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [3] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 783۔

رکوع سے اٹھنے کے بعد کی دعائیں:

رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع الیدین کرتے سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ ☆ اگر آپ امام یا منفرد ہیں تو رکوع سے قومے کے لیے کھڑے ہوتے وقت یہ پڑھیں: **سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہ** ''اللہ نے اس کی سن لی جس نے اس کی تعریف کی۔'' [4] اگر مقتدی ہیں تو یہ کہیں: **رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ** ''اے ہمارے رب! تیرے ہی واسطے تعریف ہے، بہت زیادہ، پاکیزہ اور بابرکت تعریف۔'' س

یدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک دن نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو فرمایا: سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہ پس ایک مقتدی نے کہا: **رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا**

مُبَارَکًا فِیهِ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ”بولنے والا کون تھا؟“ (یہ کلمات کس نے پڑھے ہیں؟) ایک شخص نے کہا: اللہ کے رسول! میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1]صحيح مسلم، المساجد، حديث: 602(154) [2] الحشر: 7:59 [3] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 631 [4] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 796، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 476 و478

”میں نے تیس سے زائد فرشتے دیکھے جو ان کلمات کا ثواب لکھنے میں جلدی کر رہے تھے۔“ [1]

☆ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اٹھتے تو (قومے میں یہ دعا) پڑھتے: ((سَمِعَ اللّٰهُ لمن حمِدَهُ اللّٰهمَّ ربَّنا لَكَ الحمدُ ملءَ السَّمواتِ وملءَ الأرضِ وما بينَهما، ومِلءَ ما شِئتَ من شيءٍ بعدُ)) ”اللہ نے سن لی اس (بندے) کی بات جس نے اس کی تعریف کی۔ اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے آسمانوں کے بھراؤ کے برابر، زمین کے بھراؤ کے برابر، دونوں کے درمیانی خلا کے بھراؤ کے برابر اور ہر اس چیز کے بھراؤ کے برابر جو ان کے بعد تو چاہے۔“ [2]

☆ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے: رَبَّنا لكَ الحَمْدُ مِلْءُ السَّمَواتِ والأرْضِ، ومِلْءُ ما شِئْتَ مِن شيءٍ بَعْدُ، أَهْلَ الثَّناءِ والْمَجْدِ، أَحَقُّ ما قالَ العَبْدُ، وكُلُّنا لكَ عَبْدٌ: اللَّهُمَّ لا مانِعَ لِما أعْطَيْتَ، ولا مُعْطِيَ لِما مَنَعْتَ، ولا يَنْفَعُ ذا الجَدِّ مِنْكَ الجَدُّ ”اے ہمارے پروردگار! ہر قسم کی تعریف صرف تیرے لیے ہے، آسمانوں اور زمین کے بھراؤ کے برابر اور ہر اس چیز کے بھراؤ کے برابر جو ان کے بعد تو چاہے۔ اے تعریف و بزرگی والے! بندے نے جو تیری تعریف اور بزرگی کی اس کا تو ہی حق دار ہے اور ہم سب تیرے ہی بندے ہیں۔ اے اللہ! کوئی روکنے والا نہیں وہ چیز جو تو نے لی اور کوئی دینے والا نہیں اس چیز کو جو تو نے روک دی اور دولت مند (صاحب نصیب) کو یہ (نصیب اور) دولت مندی تیرے حضور کچھ نفع نہیں دے سکتی۔“[3] نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قومے میں کبھی یہ دعا بھی فرماتے: اللَّهُمَّ لكَ الحَمْدُ مِلْءُ السَّماءِ، ومِلْءُ الأرْضِ، ومِلْءُ ما شِئْتَ مِن شيءٍ بَعْدُ اللَّهُمَّ طَهِّرْنِي بالثَّلْجِ والْبَرَدِ، والْماءِ البارِدِ اللَّهُمَّ طَهِّرْنِي مِنَ الذُّنُوبِ والْخَطايا، كما يُنَقَّى الثَّوْبُ الأبْيَضُ مِنَ الوَسَخِ۔

[1]صحيح البخاري، الأذان، حديث: 799۔ [2] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 478,476۔ [3] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 477۔

"اے اللہ! تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، آسمانوں کے بھراؤ کے برابر اور زمین کے بھراؤ کے برابر اور ہر اس چیز کے بھراؤ کے برابر جو ان کے بعد تو چاہے۔ اے اللہ! مجھے برف، اولوں اور ٹھنڈے پانی کے ساتھ پاک کر دے۔ اے اللہ! مجھے گناہوں اور خطاؤں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔" [1]

تنبیہ: بہت سے لوگوں کو قومے کا علم نہیں کہ یہ کیا ہے۔ واضح ہو کہ رکوع سے اٹھنے کے بعد اطمینان سے سیدھا کھڑا رہنے کو قومہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے رہتے اور بڑے اطمینان سے قومے کی دعا پڑھتے تھے۔ سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا اور رکوع سے (اٹھ کر قومے میں) کھڑا ہونا برابر ہوتا تھا۔ (یہ چاروں چیزیں: رکوع، سجدہ، جلسہ اور قومہ تقریباً برابر ہوتی تھیں۔) سوائے قیام اور تشہد میں بیٹھنے کے۔ [2]

بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قومہ بہت لمبا ہوتا تھا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر لمبا قومہ کرتے کہ ہم خیال کرتے تھے کہ آپ بھول گئے ہیں۔ [3]

مگر افسوس کہ آج مسلمان قومہ لمبا کرنا تو درکنار، پیٹھ سیدھی کرنا بھی گوارا نہیں کرتے، فوراً سجدہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے۔ آمین۔

سجدے کے احکام:

☆ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إذا سَجدَ أحدُكم فلا يَبركُ كما يَبركُ البعيرُ، وليضع يَديه قبل رُكبَتيه

"جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھے بلکہ اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھے۔" [4]

[1]صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 476(204) [2] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 792، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 471۔ [3] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 473۔ [4] [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 840، وسنده حسن، امام نووی نے المجموع: 3/421میں اس کی سند کو جید کہا ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی (درج ذیل) حدیث اس پر شاہد ہے: نافع رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھتے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔[1]

گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھنے کو امام اوزاعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور شیخ احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم نے اختیار کیا ہے۔ ابن ابو داود نے بھی کہا ہے: میرا رجحان حدیث سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف ہے کیونکہ اس بارے میں صحابہ اور تابعین سے بہت سی روایات منقول ہیں۔ ☆سجدے میں پیشانی اور ناک زمین پر ٹکائیں۔[2]

☆سجدے میں دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر رکھیں۔[3]

☆سجدے میں دونوں ہاتھ کانوں کے برابر رکھنا بھی درست ہے۔[4]

☆سجدے میں دونوں ہتھیلیاں اور دونوں گھٹنے زمین پر خوب ٹکائیں۔[5]

☆نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص کی نماز نہیں جس کی ناک پیشانی کی طرح زمین پر نہیں لگتی۔'' [6]

☆دونوں پاؤں کی انگلیوں کے سرے قبلے کی طرف مڑے ہوئے رکھیں[7]

اور دونوں قدم بھی کھڑے رکھیں۔[8]

☆سجدے میں دونوں ایڑیوں کو ملائیں۔[9]

☆سجدے میں سینہ، پیٹ اور رانیں زمین سے اونچی رکھیں۔ پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا

] [1]حسن] صحیح ابن خزیمة، الأذان والإقامة، حدیث: 627، وسندہ حسن، و المستدرک للحاکم، الصلاۃ: 1/226، حدیث: 821، امام حاکم، امام ذہبی اور امام ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [2] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 812، وصحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 490۔ [3] [صحیح] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 734، وھو حدیث صحیح، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 640میں اور امام ترمذی نے حدیث: 70 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [4] [صحیح] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 726، وسندہ صحیح، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 485 میں اسے صحیح کہا ہے، نیز امام ترمذی نے بھی اسی مفہوم کی روایت: (271) کو صحیح کہا ہے [5] [حسن] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 859، وسندہ حسن، امام ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [6] [حسن] سنن الدارقطني، الصلاۃ: 1/348، حدیث: 2، وسندہ حسن، امام حاکم نے المستدرک: 1/270 میں اور ابن جوزی نے اسے صحیح کہا ہے [7] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 828، نیز دیکھیے: سنن النسائي، حدیث: 1159، وصحیح ابن خزیمة، حدیث: 689۔ [8] صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 486۔ [9] [حسن] السنن الکبرٰی للبیھقي، السجود: 2/116، حدیث: 2719، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 654 میں حسن، حاکم نے المستدرک: 1/228 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

رکھیں اور دونوں رانیں بھی ایک دوسرے سے الگ الگ رکھیں۔[1]

☆سجدے میں کہنیاں نہ تو زمین پر ٹکائیں اور نہ کروٹوں سے ملائیں (بلکہ زمین سے اونچی، کروٹوں سے الگ، کشادہ رکھیں)۔ [2]

☆سجدے کی حالت میں نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بازو زمین پر نہیں لگاتے تھے بلکہ انھیں اٹھا کر رکھتے اور پہلوؤں سے دور رکھتے یہاں تک کہ پچھلی طرف سے دونوں بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی۔[3]

☆رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں: پیشانی، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر اور یہ کہ ہم (نماز میں) اپنے کپڑوں اور بالوں کو اکٹھا نہ کریں۔“[4]

ہر مسلمان بہن بھائی کے لیے ضروری ہے کہ وہ سجدے میں ان سات اعضاء کو خوب اچھی طرح مکمل طور پر زمین پر ٹکا کر رکھے اور اطمینان سے سجدہ کرے۔

عورتیں بازو نہ بچھائیں:

بہت سی عورتیں سجدے میں بازو بچھا لیتی ہیں، پیٹ کو رانوں سے ملا کر رکھتی ہیں اور دونوں قدم بھی زمین پر کھڑے نہیں کرتیں۔ واضح ہو کہ یہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور سنت پاک کے خلاف ہے۔ سنیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''تم میں سے کوئی (مرد یا عورت) اپنے بازو سجدے میں اس طرح نہ بچھائے جس طرح کتا بچھاتا ہے۔'' [5]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے صاف ظاہر ہے کہ نمازی (مرد یا عورت) کو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر دونوں کہنیاں زمین سے اٹھا کر رکھنی چاہئیں، پیٹ بھی رانوں سے جدا رہے اور سینہ بھی زمین سے اونچا ہو۔ میری معزز مسلمان بہنو! اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق نماز پڑھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان مرد اور عورت کو یکساں ارشاد فرماتے ہیں: ''سجدے میں اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھو اور اپنی دونوں کہنیاں بلند کرو۔'' [6]

] [1]صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 730، وسنده صحيح، 734، وهو حديث صحيح، وجامع الترمذي، الصلاة، حديث: 304. امام ترمذی اور امام ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے [2] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 828۔ [3] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 807، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 497۔ [4] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 809و812، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 490۔ [5] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 822، و صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 493۔ [6] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 494۔

تنبیہ: بعض لوگ یہ فضول عذر پیش کرتے ہیں کہ اس طرح سجدے میں عورت کی چھاتی زمین سے بلند ہو جاتی ہے یہ بے پردگی ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے لیے اوڑھنی لازم قرار دی ہے۔ یہ اوڑھنی دوران سجدہ میں بھی پردے کا تقاضا پورا کرتی ہے، آج کی کوئی خاتون صحابیات کی غیرت اور شرم وحیا کو نہیں پہنچ سکتی، جب انھوں نے ہمیشہ سنت کے مطابق نماز ادا کی تو آج کی خاتون کو بھی انھی کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اتنی گنجائش رکھتے تھے کہ بکری کا بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بانہوں کے نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر سکتا تھا۔[1]

سجدہ، قرب الٰہی کا باعث:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دراصل بندہ سجدے کی حالت میں اپنے رب سے بہت نزدیک ہوتا ہے، لہٰذا (سجدے میں) بہت دعا کرو۔'' [2]

اس سے معلوم ہوا کہ نماز بندے کو اللہ تعالیٰ سے ملا دیتی ہے، جہاں تک سجدے میں دعا مانگنے کا تعلق ہے تو اس کا محتاط طریقہ یہ ہے کہ فرض نماز میں وہی دعائیں مانگی جائیں جو سجدے کے متعلق مقبول احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ اور اگر سنتیں یا نوافل ادا کیے جا رہے ہوں تو دیگر مسنون دعائیں بھی مانگی جا سکتی ہیں اور اگر کوئی شخص نماز کے بغیر صرف سجدہ کر رہا ہے تو جو چاہے دعا مانگے، خواہ عربی زبان میں یا اپنی زبان میں۔ واللہ اَعلم۔ اللہ تعالیٰ تو بندے سے ہر حال میں نزدیک ہوتا ہے لیکن سجدے کی حالت میں بندہ اس کے بہت نزدیک ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں بڑی عاجزی اور اخلاص سے دعائیں مانگتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر زمین پر سجدہ کرتے تھے، اس لیے کہ مسجد نبوی میں فرش نہ تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سخت گرمی میں نماز ادا کرتے اور زمین کی گرمی کی وجہ سے اگر وہ زمین پر پیشانی نہ رکھ سکتے تو سجدے کی جگہ پر کپڑا رکھ لیتے اور اس پر سجدہ کرتے تھے۔ [3]

رمضان المبارک کی اکیسویں رات تھی۔ بارش ہوئی، مسجد کی چھت ٹپک پڑی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیچڑ میں سجدہ کیا۔ آپ کی پیشانی اور ناک پر کیچڑ کا نشان تھا۔ [4]

[1] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 496۔ [2] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 482۔ [3] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 620۔ [4] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 813، وصحيح مسلم، الصيام، حديث: 1167۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی چٹائی پر نماز ادا کی جو زیادہ عرصہ استعمال میں رہنے کی وجہ سے سیاہ ہو گئی تھی۔ [1]

سجدہ، جنت میں داخلے کا باعث ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جب آدم کا (مومن) بیٹا سجدے کی آیت پڑھتا ہے، پھر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا ایک طرف ہو کر کہتا ہے: ہائے میری ہلاکت، تباہی اور بربادی! آدم کے بیٹے کو سجدے کا حکم دیا گیا۔ اس نے سجدہ کیا، لہٰذا اس کے لیے بہشت ہے اور مجھے سجدے کا حکم دیا گیا۔ میں نے نافرمانی کی، چنانچہ میرے لیے آگ ہے۔'' [2]

لمبا سجدہ کرنا:

عام طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ رکوع کے برابر لمبا ہوتا تھا۔ کبھی کبھی کسی سبب کی بنا پر زیادہ لمبا کرتے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر یا عصر کی نماز میں سیدنا حسن یا سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھائے ہوئے تشریف لائے۔ آپ نماز کی امامت کے لیے آگے بڑھے اور انھیں اپنے قدم مبارک کے قریب بٹھا لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی اور لمبا سجدہ کیا۔ جب آپ نے نماز ختم کی تو لوگوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ نے اس نماز میں ایک سجدہ بہت لمبا کیا یہاں تک کہ ہمیں خیال گزرا کہ کوئی واقعہ رونما ہو گیا ہے یا پھر وحی نازل ہو رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسی کوئی بات نہیں تھی، بس میرا بیٹا میری کمر پر سوار ہو گیا تو میں نے پسند نہ کیا کہ سجدے سے جلدی سر اٹھا کر اسے پریشانی میں مبتلا کروں۔" [3]

کثرتِ سجود، بہشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا باعث:

ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات گزارتا تھا۔ آپ کے لیے وضو کا پانی اور آپ کی (دیگر) ضروریات (مسواک وغیرہ) کا خیال رکھتا تھا۔ (ایک رات خوش ہو کر) آپ نے مجھ سے فرمایا: "کچھ دین و دنیا کی چیز مانگو (مجھ سے دعا کرالو)۔" میں نے کہا: بہشت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کے علاوہ کوئی اور چیز۔" میں نے کہا: بس یہی! ... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پس اپنی ذات کے لیے سجدوں کی کثرت سے میری مدد کرو۔" [4]

[1]صحیح البخاري، الصلاۃ، حدیث: 380، وصحیح مسلم، المساجد ومواضع الصلاۃ، حدیث: 658۔ [2] صحیح مسلم، الإیمان، حدیث: 81۔ [3] [صحیح] سنن النسائي، التطبیق، حدیث: 1142، وسندہ صحیح، امام حاکم نے المستدرک: 3/627,626 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [4] صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 489۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ بزرگوں سے ملاقات کے دوران میں ان سے دعا کرانا جائز ہے۔ اس حدیث میں یہ کہیں نہیں ہے کہ میں چونکہ کل مخلوق کا حاجت روا اور مشکل کشا ہوں، لہٰذا مجھ سے ہر قسم کی غیبی مدد مانگا کرو، اس کے برعکس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مدد مانگ رہے ہیں۔ جس طرح معالج مریض کو کہے کہ میں تیرے لیے حصولِ شفا کی کوشش کرتا ہوں اور تو میری ہدایات کے مطابق دوائی اور پرہیز کے ذریعے سے میری مدد کر۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ربیعہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں تیرے حصول مدعا کے لیے دعا کے ذریعے کوشش کرتا ہوں، تو سجدوں کی کثرت کر کے میری کوشش میں میری مدد کر۔ اس طرح تجھے بہشت میں میری رفاقت حاصل ہو گی۔ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت میں لے جانے والا عمل پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ کے حضور (پورے خلوص و حضور کے ساتھ) کثرت سے سجدے کیا کرو، کیونکہ تم اللہ کے لیے جو بھی سجدہ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں تمھارا درجہ بلند کرے گا اور اس کے سبب سے تمھارے گناہ (بھی) مٹائے گا۔''[1]

سجدے کی دعائیں:

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَلا وإِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَقْرَأَ القُرْآنَ راكِعًا، أَوْ ساجِدًا، فأَمَّا الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا فيه الرَّبَّ عزَّ وجلَّ، وأَمَّا السُّجُودُ فاجْتَهِدُوا في الدُّعاءِ، فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجابَ لَكُمْ))

''خبردار! مجھے رکوع اور سجدے میں قرآن حکیم پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ تم رکوع میں اپنے رب کی عظمت بیان کرو اور سجدے میں خوب دعا مانگو۔ تمھاری دعا قبولیت کے لائق ہو گی۔'' [2]

☆ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں (یہ دعا) پڑھتے: سُبْحانَ رَبِّيَ الأعلى ''میرا بلند پروردگار (ہر عیب سے) پاک ہے۔'' [3]

* سبحانَ رَبِّيَ الأعلى وبحمدِهِ

''میرا بلند پروردگار پاک ہے، میں اس کی تعریف کرتا ہوں۔'' [4]

[1]صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 488۔ [2] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 479۔ [3] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 772۔ [4] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 870، وهو حديث صحيح، امام ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

☆ سیدہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدے میں کثرت سے یہ دعا پڑھتے تھے: سُبْحانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنا وبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لي "اے ہمارے پروردگار اللہ! تو (ہر عیب سے) پاک ہے، ہم تیری تعریف اور پاکی بیان کرتے ہیں۔ اے اللہ! مجھے بخش دے۔" [1]

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدے میں (یہ) کہتے تھے: سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ ربُّ الملائكةِ والرُّوحِ "فرشتوں اور روح (جبریل) کا پروردگار نہایت ہی پاک ہے۔" [2]

☆ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدے میں (یہ) کہتے تھے:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لي ذَنْبِي كُلَّهُ دِقَّهُ، وجِلَّهُ، وأَوَّلَهُ وآخِرَهُ وعَلانِيَتَهُ وسِرَّهُ

"اے اللہ! میرے چھوٹے اور بڑے، پہلے اور پچھلے، ظاہر اور پوشیدہ، تمام گناہ بخش دے۔" [3]

* سُبْحانَكَ وبِحَمْدِكَ لا إلَهَ إلّا أنْتَ

"اے اللہ! تیری ہی پاکیزگی اور تعریف ہے۔ تیرے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں ہے۔"[4]

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں فرماتے:

اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَعَنْ يَمِينِي نُورًا وَعَنْ يَسَارِي نُورًا وَفَوْقِي نُورًا وَتَحْتِي نُورًا وَأَمَامِي نُورًا وَخَلْفِي نُورًا وَعَظِّمْ لِي نُورًا

"اے اللہ! میرے دل، میری بصارت اور سماعت کو (ایمان کے نور سے) منور فرما۔ میرے دائیں بائیں، اوپر نیچے، سامنے اور پیچھے (ہر طرف) نور پھیلا دے اور میری (ہدایت کی) روشنی کو بڑھا دے۔" [5]

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں فرماتے:

[1]صحيح البخاري، الأذان، حديث: 794، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 484۔ [2] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 487۔ [3] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 483۔ [4] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 485۔ [5] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 763۔

اللهُمَّ أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ

"اے اللہ! میں تیری رضامندی کے ذریعے سے تیرے غصے سے، تیری عافیت کے ذریعے سے تیری سزا سے اور تیری رحمت کے ذریعے سے تیرے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں۔ میں تیری تعریف کو شمار نہیں کر سکتا۔ تو ویسا ہی ہے جس طرح تو نے اپنی تعریف خود فرمائی ہے۔" [1]

☆ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدے میں جاتے تو یہ دعا پڑھتے:
اللّٰهُمَّ لكَ سَجَدْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَلَكَ أَسْلَمْتُ، سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ، وَصَوَّرَهُ، وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الخَالِقِينَ

"اے اللہ! تیرے لیے میں نے سجدہ کیا۔ میں تجھ پر ایمان لایا۔ میں تیرا فرمانبردار ہوا۔ میرے چہرے نے اس ذات کو سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا، اس کی اچھی صورت بنائی، اس کے کان اور آنکھ کو کھولا۔ بہترین تخلیق کرنے والا اللہ، بڑا ہی بابرکت ہے۔" [2]

درمیانی جلسہ (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا):

سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے اپنا سر اٹھاتے اور اپنا بایاں پاؤں موڑتے (بچھاتے) پھر اس پر بیٹھتے اور سیدھے ہوتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنے ٹھکانے پر آ جاتی (پہلے سجدے سے سر اٹھا کر نہایت آرام و اطمینان سے بیٹھ جاتے اور وہ دعائیں جو آگے آ رہی ہیں پڑھ کر) پھر (دوسرا) سجدہ کرتے تھے۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپ دو رکعتوں میں بیٹھتے تو اپنا دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے۔[4]

اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرتے تھے۔[5]

[1]صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 486۔ [2] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 771۔ [3] [صحیح] جامع الترمذي، الصلاۃ، حدیث: 304، وسندہ صحیح، امام نووی نے المجموع: 3/407 میں اور امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [4] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 828۔ [5] [صحیح] سنن النسائي، التطبیق، حدیث: 1159، وسندہ صحیح، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 689 میں اسے ابو حمید سے حسن لذاتہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے، نیز دیکھیے: صحیح البخاري، حدیث: 282۔

اور کبھی کبھار آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں پاؤں کھڑے کر کے ایڑیوں پر بھی بیٹھتے تھے۔[1]

نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے سکون و اطمینان سے جلسے میں بیٹھتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلسے میں نہ بیٹھنے والے کی نماز کی نفی فرمائی۔ لیکن افسوس کہ عام لوگوں کو جلسے کا علم ہی نہیں کہ یہ کیا ہے۔ جلسہ نماز میں فرض ہے اور اس میں طمانیت بھی فرض ہے۔ نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ سجدے کے برابر ہوتا تھا۔[2]

کبھی کبھی آپ زیادہ (دیر تک) بیٹھتے یہاں تک کہ بعض لوگ کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (دوسرا سجدہ کرنا) بھول گئے۔[3]

جلسے (دو سجدوں کے درمیان) کی مسنون دعائیں :

1. سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان (یہ) پڑھتے: اللهمّ اغفرْ لي، وارحمْني، وعافني، واهدني، وارزقْني "اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت سے رکھ، مجھے ہدایت دے اور مجھے روزی عطا کر۔"[4]

2. سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان یہ پڑھا کرتے تھے: ربِّ اغفِرلي، ربِّ اغفِر لي "اے میرے رب! مجھے معاف فرما، اے میرے رب! مجھے معاف فرما۔" [5]

دوسرا سجدہ :

جب آپ پورے اطمینان سے جلسے سے فارغ ہوں تو پھر دوسرا سجدہ کریں اور پہلے سجدے کی طرح اس میں بھی بڑے خشوع و خضوع اور کامل اطمینان سے دعا یا دعائیں پڑھیں اور پھر اٹھیں۔

[1]صحیح مسلم، المساجد، حدیث: 536۔ [2] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 820، وصحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 471۔ [3] صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 821، وصحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: 473,472۔ [4] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 850، وجامع الترمذي، الصلاۃ، حدیث: 284۔ امام حاکم نے المستدرک: 1/262 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح جبکہ امام نووی نے المجموع: 3/437 میں جید کہا ہے۔ جامع ترمذی کی روایت میں ''عَافِنِي'' کی جگہ ''وَاجْبُرْنِيْ'' کے الفاظ ہیں، تاہم اس روایت کی سند حبیب بن ابی ثابت کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن یہ روایت صحیح مسلم کی روایت (2697) سے مل کر حسن درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ واللہ أعلم۔ امام مکحول تابعی رحمہ اللہ دونوں سجدوں کے درمیان ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاجْبُرْنِي وَارْزُقْنِي'' پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن أبي شیبة : 2/534،حدیث: 8838، دوسرا نسخہ، 3/634، حدیث: 8922، واللفظ له، وسندہ صحیح) [5] [صحیح] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 874، وھو صحیح، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، حدیث: 897، امام حاکم نے المستدرک: 1/271 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ سابقہ دعا سے یہ دعا پڑھنا بہتر ہے۔

دوسری رکعت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے تو سورۂ فاتحہ کی قراءت شروع کر دیتے اور سکتہ نہیں کرتے تھے۔[4]

پہلا تشہد:

اسے قعدۂ اولیٰ بھی کہتے ہیں۔ یہ واجب ہے۔ اگر کوئی شخص نماز میں پہلا تشہد بھول جائے تو نماز کے آخر میں سہو کے دو سجدے کرے۔[5]

دوسری رکعت کے بعد (دوسرے سجدے سے اٹھ کر) بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائیں اور دایاں پاؤں کھڑا رکھیں۔[6] دایاں ہاتھ اپنے دائیں گھٹنے اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھیں۔[7]

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إذا قَعَدَ يَدْعُو، وضَعَ يَدَهُ اليُمْنى على فَخِذِهِ اليُمْنى، ويَدَهُ اليُسْرى على فَخِذِهِ اليُسْرى))

[4]صحيح مسلم، المساجد، حديث: 599۔ [5] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 1033۔ [6] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 828,827۔ [7] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 579۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھ کر دعا (تشہد، درود وغیرہ) پڑھتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے۔" [1]

معلوم ہوا کہ نمازی کو رخصت ہے، چاہے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے، چاہے رانوں پر۔ اب آپ قعدۂ اولیٰ میں تشہد پڑھیں۔

تشہد:

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم نماز میں (قعدے کے لیے) بیٹھو تو یہ پڑھو:

التَّحيّاتُ الطَّيِّباتُ الصَّلواتُ الزّاكياتُ لِلّٰهِ، أشهدُ أن لا إلٰه إلّا اللّٰهُ وأنَّ محمَّدًا عبدُه ورسولُه، السَّلامُ عليكَ أيُّها النَّبيُّ ورحمةُ اللّٰهِ وبرَكاتُه، السَّلامُ علينا وعلى عبادِ اللّٰهِ الصّالحينَ أشهدُ أن لا إلٰه إلّا اللّٰهُ وحدَهُ لا شريكَ له، وأنَّ محمَّدًا عبدُه ورسولُه

"(میری ساری) قولی، بدنی اور مالی عبادت صرف اللہ کے لیے خاص ہے۔ اے نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، سلامتی اور برکتیں ہوں اور ہم پر اور اللہ کے (دوسرے) نیک بندوں پر (بھی) سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: "ان کلمات [السَّلامُ علينا وعلى عبادِ اللّٰهِ الصّالحينَ] کے پڑھنے سے ہر نیک بندے کو، خواہ وہ زمین پر ہو یا آسمان میں، نمازی کا سلام پہنچ جاتا ہے۔" [2]

مسلمان مذکورہ الفاظِ تشہد نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے لے کر آج تک تمام صحیح العقیدہ مسلمان اسے پڑھتے آرہے ہیں اور کسی کو یہ خیال بھی نہیں گزرتا کہ آپ حاضر وناظر ہیں، لہٰذا مذکورہ

الفاظِ تشہد عليكَ أيُّها النَّبيُّ سے شرکیہ عقیدے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب یا حاضر ناظر ہونے) کی قطعاً تائید نہیں ہوتی۔

الحمدللّٰہ۔

[1]صحيح مسلم، المساجد، حديث: 579۔ [2] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 831، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 402۔

پہلے تشہد میں صرف التحیات پڑھنے پر بھی اکتفا کیا جاسکتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قعدۂ اولیٰ میں، تشہد سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے۔[1]

بعض روایات سے پہلے تشہد میں التحیات کے ساتھ درود پڑھنے کا ذکر بھی ملتا ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ آپ رات کو نو رکعات اس طرح پڑھتے کہ ان میں سے کسی کے آخر میں نہ بیٹھتے مگر آٹھویں رکعت پر بیٹھتے۔ اللہ کی حمد کرتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے اور دعائیں کرتے مگر سلام نہ پھیرتے، پھر نویں رکعت پڑھ کر بیٹھتے اور اللہ کی حمد و ثنا کرتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے، دعائیں کرتے اور پھر سلام کہتے۔[2]

اس حدیث میں پہلے تشہد میں بھی درود شریف پڑھنے کا ذکر ملتا ہے، ہر چند یہ نفلی نماز کا واقعہ ہے لیکن اسے فرض نمازوں میں بھی پڑھا جاسکتا ہے بلکہ اکثر علماء کے نزدیک پہلے تشہد میں درود شریف پڑھنا مستحب ہے، اور مذکورہ حدیث کی رو سے پہلے تشہد میں درود شریف کے بعد دعا بھی کی جاسکتی ہے۔

مسئلۂ رفع سبابہ:

تشہد میں انگلی اٹھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی بابرکت اور عظمت والی سنت ہے۔ اس کا ثبوت سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاحظہ فرمائیں: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز (کے قعدہ) میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے اور اپنی داہنی انگلی، جو انگوٹھے کے نزدیک ہے، اٹھا لیتے، پس اس کے ساتھ دعا مانگتے۔[3]

"پس اس کے ساتھ دعا مانگتے۔" اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ انگشت شہادت سے اشارہ فرماتے جیسا کہ بعد میں آنے والی روایات میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (نماز میں) تشہد پڑھنے بیٹھتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھتے پھر شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے اور اپنا انگوٹھا درمیانی انگلی پر رکھتے۔[4]

] [1]حسن] مسند أحمد: 1/459، وسنده حسن، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 708 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [2] سنن النسائي، قيام الليل وتطوع النهار، حديث: 1721۔ [3] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 580۔ [4] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 579۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ کی تمام انگلیاں بند کر لیتے، انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ کرتے۔[1]

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دوسرے سجدے سے اٹھ کر قعدہ میں) بیٹھے، دو انگلیاں بند کیں (انگوٹھے اور درمیان کی بڑی انگلی سے) حلقہ بنایا اور انگشت شہادت (کلمے کی انگلی) سے اشارہ کیا۔[2]

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی اٹھائی پھر آپ اسے ہلاتے تھے۔[3]

آخری قعدہ (تشہد):

اس آخری قعدے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں بیٹھتے تھے جیسا کہ ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ سجدہ آتا جس کے بعد سلام ہے (جب آخری رکعت کا دوسرا سجدہ کر کے فارغ ہوتے اور تشہد کے لیے بیٹھتے) تو اپنا بایاں پاؤں (دائیں پنڈلی کے نیچے سے باہر) نکالتے اور اپنی بائیں جانب کے کولھے پر بیٹھتے تھے۔[6]

[1]صحيح مسلم، المساجد، حديث: 580(116) ۔ [2] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 726، وسنده صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 485 میں اور ابن خزیمہ نے حدیث: 714,713 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [3] [صحيح] سنن النسائي، الافتتاح، حديث: 890، وسنده صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث:485 میں اور امام ابن خزیمہ نے حدیث:714 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [6] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 730، وسنده صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 491 میں اور امام نووی نے المجموع: 3/407 میں اسے صحیح کہا ہے۔

آخری قعدے میں دایاں پاؤں کھڑا کرنا مستحب ہے۔[1]

اور کبھی کبھی اسے بچھانا بھی جائز ہے۔[2]

بائیں جانب کولھے پر بیٹھنا[تورُّک] کہلاتا ہے۔ یہ سنت ہے۔ ہر مسلمان کو آخری قعدے میں تورک ضرور کرنا چاہیے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہماری عورتیں تو آخری تشہد میں تَوَرُّک کریں اور مرد اس سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہیں۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو منع کیا جو تشہد کی حالت میں بائیں ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا: "اس طرح نہ بیٹھ کیونکہ (نماز میں) اس طرح بیٹھنا ان (یہودیوں) کا طریقہ ہے جنھیں عذاب دیا جاتا ہے۔" [3]

درود و سلام:

جب آپ اس قعدے میں بیٹھیں تو پہلے التحیات پڑھیں جس طرح دوسری رکعت پڑھ کر آپ نے قعدے میں پڑھی تھی۔ اور رفع سبابہ (شہادت کی انگلی اٹھا کر اشارہ) بھی کریں۔ التحیات ختم کر کے مندرجہ ذیل درود شریف پڑھیں:

اللهمَّ صلِّ على محمَّدٍ وعلى آلِ محمَّدٍ كما صلَّيتَ على إبراهيمَ وعلى آلِ إبراهيمَ إنَّكَ حميدٌ مجيدٌ اللهمَّ بارِك على محمَّدٍ وعلى آلِ محمَّدٍ كما بارَكتَ على إبراهيمَ وعلى آلِ إبراهيمَ إنَّكَ حميدٌ مجيدٌ

"یاالٰہی! رحمت فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد پر جس طرح تو نے رحمت فرمائی ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر۔ بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے۔ یاالٰہی! برکت فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد پر جس طرح تو نے برکت فرمائی ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر۔ بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔" [4]

☆ یہ درود بھی پڑھ سکتے ہیں:

[1]صحيح البخاري، الأذان، حديث: 828۔ [2] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 579۔ [3] [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 994، ومسند أحمد: 2/116، اس کی سند حسن ہے۔ [4] صحيح البخاري، الأنبياء، حديث: 3370۔

اللهمّ! صلِّ على محمدٍ، وعلى أزواجِه وذريتِه؛ كما صليتَ على آلِ إبراهيمَ، وبارك على محمدٍ، وعلى أزواجِه وذريتِه؛ كما باركت على آلِ إبراهيمَ، إنك حميدٌ مجيدٌ

"اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد پر رحمت فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر رحمت فرمائی۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد پر برکت فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر برکت فرمائی۔ بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔" [1]

نوٹ: کسی بھی صحیح روایت میں درود شریف میں "سیدنا" یا "مولانا" کا لفظ موجود نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جو درود سکھایا تھا، جب اُس درود میں یہ الفاظ نہیں ہیں تو ہمیں بھی اضافہ نہیں کرنا چاہیے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، ان کی پیروی راجح ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ درود کا (مسنون) طریقہ یہی ہے کہ **اللهمّ صلِّ على محمَّدٍ وعلى آلِ محمَّدٍ** کے الفاظ کے ساتھ درود بھیجا جائے جو "سیدنا" کے لفظ سے خالی ہو۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حلقے میں تشریف لائے۔ آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ آپ نے فرمایا: "میرے پاس جبرئیل آئے اور انھوں نے کہا: (آپ کا پروردگار فرماتا ہے) کہ اے محمد! کیا تجھے یہ بات خوش نہیں کرتی کہ تیری امت میں سے جو شخص تجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے تو میں اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہوں اور تیری امت میں سے جو شخص تجھ پر ایک بار سلام بھیجتا ہے تو میں اس پر دس بار سلام بھیجتا ہوں۔" [2]

سلام پھیرنے سے پہلے کی دعائیں:

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (آخری قعدے میں) یوں دعا فرماتے تھے:

اللَّهمَّ إنِّي أعوذُ بِكَ من عذابِ القبرِ، وأَعُوذُ بكَ مِن فِتْنَةِ المَسِيحِ الدَّجّالِ أعوذُ بِكَ من فِتْنَةِ المَحْيا المَماتِ اللَّهمَّ إنِّي أعوذُ بك مِن المأثمِ والمَغرَمِ

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، حديث: 3369، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: 407۔ [2] [حسن] سنن النسائي، السهو، حديث: 1296، وسنده حسن، امام حاکم نے المستدرک: 2/420 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

"یاالٰہی! میں تیری پناہ میں آتا ہوں عذاب قبر سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں مسیح دجال کے فتنے سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں موت و حیات کے فتنے سے۔ یاالٰہی! میں گناہ سے اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔" [1]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''تشہد میں چار چیزوں سے اللہ تعالی کی پناہ ضرور طلب کرو۔''

اللَّهمَّ إِنِّي أعوذُ بِكَ من عذابِ جَهَنَّمَ، وأعوذُ بِكَ من عَذابِ القبرِ ومن فِتْنَةِ المَحْيا والمَماتِ ومن شَرِّ فِتْنةِ المَسيحِ الدَّجّالِ

''اے اللہ! میں، جہنم اور قبر کے عذاب سے، موت وحیات کے فتنے اور فتنۂ مسیح دجال کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' [2]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس طرح سکھاتے جس طرح انھیں قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔[3] لہٰذا اسے ضرور پڑھنا چاہیے۔

☆ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اللہ کے رسول! نماز میں مانگنے کے لیے مجھے (کوئی) دعا سکھائیں (کہ اسے التحیات اور درود کے بعد پڑھا کروں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم یہ دعا پڑھا کرو: **اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا، ولا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إلّا أَنْتَ، فاغْفِرْ لي مَغْفِرَةً مِن عِندِكَ، وارْحَمْنِي إنَّكَ أَنْتَ الغَفُورُ الرَّحِيمُ** ''یا الٰہی!

بلاشبہ میں نے اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کیا ہے۔ اور تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخش سکتا، پس اپنی جناب سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر، بے شک تو ہی بہت زیادہ بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' [4]

☆ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے یہ دعا پڑھتے تھے:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لي ما قَدَّمْتُ وَما أَخَّرْتُ، وَما أَسْرَرْتُ وَما أَعْلَنْتُ، وَما أَسْرَفْتُ، وَما أَنْتَ أَعْلَمُ به مِنِّي، أَنْتَ المُقَدِّمُ وَأَنْتَ المُؤَخِّرُ، لا إِلَهَ إِلّا أَنْتَ

''اے اللہ! تو میرے اگلے پچھلے، پوشیدہ اور ظاہر (تمام) گناہ معاف فرما اور جو میں نے زیادتی کی اور وہ گناہ جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے (وہ بھی معاف فرما) تو ہی (اپنی درگاہ عزت میں) آگے کرنے والا اور (اپنی بارگاہ جلال سے) پیچھے کرنے والا ہے۔ تو ہی (سچا) معبود ہے۔'' [1]

نماز کا اختتام :

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں طرف سلام پھیرتے تو کہتے: السَّلامُ علیکم ورَحْمَۃُ اللہِ اور بائیں طرف سلام پھیرتے تو کہتے: السَّلامُ علیکم ورَحْمَۃُ اللہِ۔[2]

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ دائیں طرف سلام پھیرتے تو کہتے السَّلامُ علیکم ورَحْمَۃُ اللہِ وبَرَکاتُہ اور بائیں طرف سلام پھیرتے تو کہتے السَّلامُ علیکم ورَحْمَۃُ اللہِ۔[3]

مذکورہ روایت میں صرف دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے وبَرَکاتُہ کا اضافہ منقول ہے، دوسری مرتبہ سلام کے ساتھ یہ اضافہ منقول نہیں، لیکن سنن ابی داود کے بعض معتمد اور صحیح نسخوں میں دونوں مرتبہ سلام کے ساتھ وبَرَکاتُہ کا اضافہ ثابت ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے نتائج الأفکار میں اس کی وضاحت کی ہے لہٰذا جو شخص دونوں طرف سلام پھیرتے ہوئے وبَرَکاتُہ کا اضافہ کرنا چاہے کر سکتا ہے، نیز صحیح ابن حبان میں بھی دونوں طرف سلام پھیرتے ہوئے وبَرَکاتُہ کا اضافہ منقول ہے۔[4]

چند مزید احکام: ☆ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز میں سانپ اور بچھو مار ڈالو۔'' [5]

[1]صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 771۔ [2] [صحیح] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 996، وھو صحیح، وجامع الترمذي، الصلاۃ، حدیث: 295، امام ترمذی اور امام ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ [3] [حسن] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 997، وسندہ حسن۔ [4] صحیح ابن حبان، حدیث: 516، مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: نیل الأوطار: 2/334، وسبل السلام: 1/331,330۔ [5] [صحیح] سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: 921، وھو صحیح، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 528 میں اسے صحیح کہا ہے۔

☆ نماز میں بچے کو اٹھانے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ ابو العاص رضی اللہ عنہ کی بیٹی امامہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی) آپ کے کندھے پر تھی۔ آپ رکوع فرماتے تو امامہ کو اتار دیتے اور جب سجدے سے فارغ ہوتے تو پھر اسے اٹھا لیتے۔[1]

☆ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز میں ادھر ادھر دیکھنا، بندے کی نماز میں شیطان کا حصہ ہے جسے وہ اُچک لیتا ہے۔'' [2]

☆ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔[3]

☆ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کسی کو نماز میں جماہی آئے تو اسے حتی المقدور روکے کیونکہ اس وقت شیطان منہ میں داخل ہوتا ہے۔“ [4]

☆ ایک روایت میں ہے: ”(جماہی کے وقت) ہا، ہا نہ کہو کیونکہ اس سے شیطان خوش ہوتا ہے۔“ [5]

☆ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگوں کو حالت نماز میں نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانے سے باز آجانا چاہیے ورنہ ان کی نگاہیں اچک لی جائیں گی۔“ [6]

☆ سیدنا سائب رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقصورہ میں جمعہ پڑھا۔ جب امام نے سلام پھیرا تو سیدنا سائب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: آئندہ ایسا نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”ایک نماز کو دوسری نماز کے ساتھ نہ ملاؤ حتی کہ ان کے درمیان کلام کرو یا جگہ تبدیل کرو۔“[7]

☆ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نماز میں انسان اپنے رب سے مناجات (سرگوشی) کرتا ہے، اس لیے اسے چاہیے کہ اپنے سامنے اور داہنی جانب نہ تھوکے بلکہ اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوکے۔“(اور دوسرے مقام پر ہے) یا ”چادر کے پلو میں تھوک کر مل دے۔“ [8]

[1]صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 516،5996، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 543۔ [2] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 751۔ [3] صحيح البخاري، العمل في الصلاة، حديث: 1220، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 545۔ [4] صحيح مسلم، الزهد، حديث: 2995۔ [5] صحيح البخاري، بدء الخلق، حديث: 3289۔ [6] صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 429,428۔ [7] صحيح مسلم، الجمعة، حديث: 883۔ [8] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، حديث: 531و 405۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کو نماز میں اونگھ آئے تو اسے چاہیے کہ سو جائے یہاں تک کہ نیند چلی جائے۔ جو شخص اونگھنے کی حالت میں نماز پڑھے گا، وہ نہیں جانتا کہ وہ اپنے لیے استغفار کر رہا ہے یا خود کو بد دعا دے رہا ہے۔“ [1]

☆ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نماز میں باتیں کیا کرتے تھے، پھر ﴿ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ﴾[2]

آیت نازل ہوئی تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور دورانِ نماز گفتگو کرنے سے منع کر دیا گیا۔[3]

☆اگر کوئی شخص سلام کہے تو نمازی زبان سے کچھ کہے بغیر دائیں ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دے۔[4]

[1]صحيح البخاري، الوضوء، حديث: 212، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 786۔ [2] البقرة 2:238۔ [3] صحيح البخاري، العمل في الصلاة، حديث: 1200، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 539۔ [4] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 927، وهو صحيح، وجامع الترمذي، الصلاة، حديث: 368، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے، نیز سنن ابو داود میں: 925 [وهو صحيح] اور جامع الترمذي: 367 میں انگلی کے ساتھ اشارے کا بیان ہے اور اسے بھی امام ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے۔

سجدۂ سہو کا بیان

تین یا چار رکعات کے شک پر سجدہ :

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلاتِهِ، فَلَمْ يَدْرِ كَمْ صَلّى ثَلاثًا أَمْ أَرْبَعًا، فَلْيَطْرَحِ الشَّكَّ وَلْيَبْنِ على ما اسْتَيْقَنَ، ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ، فَإِنْ كانَ صَلّى خَمْسًا شَفَعْنَ له صَلاتَهُ، وإِنْ كانَ صَلّى إِتْمامًا لأَرْبَعٍ كانَتا تَرْغِيمًا لِلشَّيْطانِ))

"اگر تم میں سے کسی کو رکعات کی تعداد میں شک پڑ جائے اور اسے معلوم نہ ہو کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو شک کو چھوڑ دے اور یقینی بات پر بنیاد رکھے، پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے۔ اگر اس نے پانچ رکعات نماز پڑھی ہو گی تو یہ سجدے اس کی نماز (کی رکعات) کو جفت کر دیں گے اور اگر اس نے پوری چار رکعات نماز پڑھی ہو گی تو یہ سجدے شیطان کے لیے ذلت کا سبب ہوں گے۔" [1]

جس شخص کو نماز میں یہ شک پڑ جائے کہ اس نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو تو وہ اسے ایک رکعت یقین کرے۔ اور جسے یہ شک ہو کہ اس نے دو پڑھی ہیں یا تین تو وہ انھیں دو رکعت یقین کرے۔ اور جسے یہ شک ہو کہ اس نے تین پڑھی ہیں یا چار تو وہ اُنھیں تین رکعات یقین کرے۔ اور پھر (آخری قعدے میں) سلام پھیرنے سے پہلے (سہو کے) دو سجدے کرے۔[2]

[1]صحیح مسلم، المساجد، حدیث: 571۔ [2] [حسن] جامع الترمذي، الصلاة، حدیث: 398، وهو حدیث حسن، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، حدیث: 1209، امام ترمذی نے، امام حاکم نے المستدرک: 1/235 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ آخری قعدے میں تشہد (درود) اور دعا پڑھنے کے بعد اللّٰہُ أَکْبَرُ کہہ کر سجدے میں جائیں۔ پھر اٹھ کر جلسے میں بیٹھ کر دوسرا سجدہ کریں اور پھر اٹھ کر سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوں۔ حدیث مذکور میں سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کا حکم ہے، اس لیے سہو کے دو سجدے سلام پھیرنے سے پہلے بھی ہو سکتے ہیں۔ **قعدۂ اولیٰ کے ترک پر سجدۂ سہو:** سیدنا عبداللہ ابن بُحَیْنَہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ آپ پہلی دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہو گئے (قعدے میں سہواً نہ بیٹھے) تو لوگ بھی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ جب نماز پڑھ لی (اور آخری قعدے میں سلام پھیرنے کا وقت آیا) اور لوگ سلام پھیرنے کے منتظر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھے بیٹھے تکبیر کہی اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کیے، پھر سلام پھیرا۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک سے ثابت ہوا کہ اس صورت میں سجدۂ سہو سلام پھیرنے سے پہلے کرنا چاہیے۔

نماز سے فارغ ہو کر باتیں کر لینے کے بعد سجدۂ سہو:

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی، تین رکعات پڑھ کر سلام پھیر دیا اور گھر تشریف لے گئے۔ ایک صحابی سیدنا خرباق رضی اللہ عنہ اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کے سہو کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے کی حالت میں اپنی چادر کھینچتے ہوئے نکلے یہاں تک کہ لوگوں کے پاس پہنچ گئے اور خرباق رضی اللہ عنہ کے قول کی تصدیق چاہی۔ لوگوں نے کہا کہ خرباق سچ کہتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت پڑھائی، پھر سلام پھیرا، پھر دو سجدے کیے اور پھر سلام پھیرا۔[2]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص چار رکعت کی جگہ تین پڑھ کر سلام پھیر دے، پھر جب اسے معلوم ہو جائے کہ میں نے تین رکعات پڑھی ہیں، اپنی بھول کا علم ہونے سے پہلے، خواہ وہ گھر بھی چلا جائے اور باتیں بھی کر لے تب بھی وہ صرف ایک رکعت، جو رہ گئی تھی، پڑھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرے، اسے ساری نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

[1]صحيح البخاري، الأذان، حديث: 829، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 570۔ [2] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 574۔

اور ایک یہ امر بھی معلوم ہوا کہ نماز میں اگر سہوًا رکعت رہ جائے تو وہ رکعت پڑھ کر سلام پھیرے، اس کے بعد سجدۂ سہو کرے اور پھر سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہو۔ **چار کی جگہ پانچ رکعات پڑھنے پر سجدۂ سہو:** سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز (سہوًا) پانچ رکعات پڑھائی۔ آپ سے پوچھا گیا: کیا نماز میں اضافہ ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”(یہ سوال) کیوں کر رہے ہو؟“ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپ نے ظہر کی پانچ رکعات پڑھائی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رخ ہو کر دو سجدے کیے اور فرمایا: ”میں بھی تمھاری طرح آدمی ہوں، جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں، لہٰذا جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔“ [1]

اگر اس باب میں سیدنا ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی شامل کر لی جائے (جس میں دو رکعت پر سہواً سلام پھیرنے اور صحابہ کے یاد دلانے پر باقی ماندہ نماز ادا کر کے سلام پھیرنے اور سلام کے بعد سجدۂ سہو کا ذکر ہے) [2] تو ان تمام روایات کا خلاصہ یہ نکلتا ہے:

☆ جب امام سجدۂ سہو کیے بغیر سلام پھیر دے اور مقتدی اسے باقی ماندہ نماز یاد دلائیں تو وہ انھیں باقی ماندہ نماز پڑھائے گا اور سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرے گا، اس کے بعد پھر سلام پھیرے گا۔

☆ اگر مقتدی اسے یہ یاد دلائیں کہ ہم نے ایک رکعت زائد پڑھ لی ہے تو ظاہر ہے کہ سلام تو پھر چکا ہے اب اُسے صرف سجدۂ سہو ہی کرنا ہو گا۔

☆ اگر رکعات کی تعداد میں شک پیدا ہو جائے یا قعدۂ اولیٰ چھوٹ جائے تو پھر سلام سے پہلے سجدۂ سہو کرے گا، البتہ اگر یہ شک پیدا ہو کہ میں نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو؟ دو پڑھی ہیں یا تین؟ تین پڑھی ہیں یا چار؟ تو وہ کم تعداد کو یقینی شمار کر کے نماز مکمل کرے گا اور سجدۂ سہو سلام سے پہلے ہی کرے گا۔

☆ اگر نمازی کو کسی وجہ سے یہ احکام یاد نہ رہیں یا وہ ایسی بھول (سہو) کا شکار ہو گیا ہے جو ان احادیث میں مذکور نہیں ہے تو پھر اسے جان لینا چاہیے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے پہلے بھی سہو کے دو سجدے کیے ہیں اور

[1]صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 401، 404، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 572- [2] صحيح البخاري، السهو، حديث: 1229-

سلام پھیرنے کے بعد بھی، وہ جس صورت پر بھی عمل کرے گا، ان شاء اللہ العزیز جائز ہو گا۔ واللّٰہ اَعلم۔ سجدۂ سہو سلام سے پہلے یا بعد میں کرنے کا ذکر تو احادیث میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں لیکن صرف ایک ہی طرف سلام پھیر کر سجدہ کرنا اور پھر التحیات پڑھ کر سلام پھیرنا سنت سے ثابت نہیں۔

اگر مقتدی سے نماز میں کوئی بھول چوک ہو جائے اور شروع ہی سے وہ امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہے تو اس کے لیے سجدۂ سہو نہیں، بلکہ اس پر امام کی اقتدا واجب ہے۔ لیکن مسبوق، یعنی جو بعد میں جماعت میں شامل ہوا ہو، وہ اپنی نماز کا فوت شدہ حصہ پورا کرنے کے بعد سجدۂ سہو کرے۔

اسی طرح اگر کسی نے چار رکعتوں والی نماز کی آخری دو رکعتوں میں یا صرف ایک ہی رکعت میں بھولے چوکے یا عمداً ایک یا چند آیات یا کوئی سورت پڑھ لی تو اس کے لیے سجدۂ سہو مشروع نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی آخری دو رکعات میں بھی سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھ لیا کرتے تھے۔ مزید برآں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امیر کی تعریف فرمائی جو اپنی نماز کی تمام رکعات میں سورۂ فاتحہ کے بعد ﴿ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ﴾ پڑھا کرتے تھے۔ اگر کسی نے بھول کر رکوع یا سجدے میں قرآن کی قراءت کی تو اس کے لیے سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے کیونکہ رکوع اور سجدے میں قراءت قرآن جائز نہیں۔[1]

اور اگر رکوع میں سجدے کی تسبیحات پڑھ لیں یا رکوع اور سجدے دونوں کی تسبیحات پڑھ لیں اور سجدے میں بھی اسی طرح کیا تو سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں۔ واللّٰہ أعلم۔

[1]صحيح مسلم، الصلاة، حديث: 479-

نماز کے بعد مسنون اذکار

☆ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا تمام ہونا تکبیر (اَللّٰہُ أَكْبَرُ کی آواز) سے پہچان لیتا تھا۔[1]

یعنی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کا سلام پھیر کر اونچی آواز سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام اور مقتدیوں کو نماز سے فارغ ہوتے ہی ایک بار بلند آواز سے اللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا چاہیے۔

☆ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز ختم کرتے تو تین بار استغفار کرتے: یعنی أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کہتے، پھر (یہ) پڑھتے:

((اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلامُ وَمِنْكَ السَّلامُ ، تَبَارَكْتَ ذَا الجَلالِ وَالإِكْرَامِ))

"یا الٰہی! تو صاحب سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے۔ اے ذوالجلال والاکرام! تو بڑا ہی بابرکت ہے۔" [2]

تنبیہ: دعائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اضافہ:

جس طرح دعائے اذان میں لوگوں نے اضافہ کر رکھا ہے، اسی طرح اس دعا میں بھی لوگوں نے اضافہ کر دیا ہے۔ وہ اضافہ ملاحظہ ہو: اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلامُ وَمِنْكَ السَّلامُ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں۔ ان الفاظ مبارک کے آگے [واليك يرجع السلام حينا ربنا بالسلام وأدخلنا دار السلام] کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ شروع اور اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اور درمیان

[1] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 842,841، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 583۔ [2] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 591۔

میں خود اپنی طرف سے دعائیہ جملے بڑھا کر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں زیادتی کی ہوئی ہے۔ معاذ اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جملے بھول گئے تھے یا دعا ناقص چھوڑ گئے تھے جس کی تکمیل اب امتیوں نے کی ہے؟ اگر کوئی پوچھے کہ ان بڑھائے ہوئے جملوں میں کیا خرابی ہے؟ ان کا ترجمہ بہت اچھا ہے۔ آخر یہ دعا ہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے آگے پیش کی جاتی ہے۔ گزارش ہے کہ انسان اپنی مادری یا عربی زبان میں جو دعا چاہے اپنے مالک سے کرے، جو جملے چاہے دعا میں پڑھے، کوئی حرج نہیں مگر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی طرف سے الفاظ یا جملے بڑھانے ناجائز ہیں۔ ایسا کرنے سے دین کی اصل صورت قائم نہیں رہتی۔ ☆ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: "اے معاذ!

اللہ کی قسم! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔" میں نے کہا: میں بھی آپ کو اپنا دوست رکھتا ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تو مجھے دوست رکھتا ہے (تو میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ) ہر (فرض) نماز کے بعد یہ (ذکر) پڑھنا نہ چھوڑنا:

((رب أعِنّي على ذِكرِك وشُكرِك وحُسنِ عبادتِك))

"اے میرے رب! اپنا ذکر، شکر اور اچھی عبادت کرنے میں میری مدد کر۔" [1]

☆ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ کلمات پڑھتے تھے:

((لا إلهَ إلّا اللهُ وحدَه لا شريكَ له له الملكُ وله الحمدُ وهو على كلِّ شيءٍ قديرٌ اللّٰهمَّ لا مانعَ لِما أعطين ولا مُعطيَ لِما منَعْتَ ولا ينفَعُ ذا الجدِّ منك الجدُّ))

"اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے۔ اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ یا اللہ! تیری عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور تیری روکی ہوئی چیز کوئی عطا کرنے والا نہیں اور دولت مند کو اس کی دولت تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔" [2]

☆ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد یہ

] [1]صحيح] سنن النسائي، السهو، حديث: 1304، وسنن أبي داود، الوتر، حديث: 1522، وسنده صحيح، امام حاکم نے المستدرک: 1/273 و 3/274,273 میں، امام ذہبی نے، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 751 میں، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 2345 میں اور امام نووی نے المجموع: 3/486 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [2] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 844، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: 593۔

کلمات پڑھتے تھے:

لا إِلَهَ إِلّا اللّهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ له، له المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ وَهو على كُلِّ شيءٍ قَدِيرٌ، لا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ إِلّا بِاللّهِ، لا إِلَهَ إِلّا اللّهُ، وَلا نَعْبُدُ إِلّا إِيّاهُ، له النِّعْمَةُ وَلَهُ الفَضْلُ، وَلَهُ الثَّناءُ الحَسَنُ، لا إِلَهَ إِلّا اللّهُ مُخْلِصِينَ له الدِّينَ ولو كَرِهَ الكافِرُونَ

"اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہت اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے۔ اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ گناہوں سے رکنا اور عبادت پر قدرت پانا صرف اللہ کی توفیق سے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں اور ہم (صرف) اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ ہر نعمت کا مالک وہی ہے اور سارا فضل اسی کی ملکیت ہے (فضل اور نعمتیں صرف اسی کی طرف سے ہیں)۔ اسی کے لیے اچھی تعریف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود (حقیقی) نہیں، ہم (صرف) اسی کی عبادت کرتے ہیں اگرچہ کافر برا مانیں۔" [1]

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ کلمات پڑھ کر اللہ کی پناہ پکڑتے تھے:

اللَّهمَّ إِنِّي أعوذُ بك مِن الجبنِ وأعوذُ بك مِن البخلِ وأعوذُ بك مِن أنْ أُرَدَّ إلى أرذَلِ العُمُرِ وأعوذُ بك مِن فتنةِ الدُّنيا وعذابِ القبرِ

"اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور کنجوسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ مجھے رذیل عمر (زیادہ بڑھاپے) کی طرف پھیر دیا جائے اور میں دنیاوی فتنوں اور عذاب قبر سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔" [2]

☆ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس شخص کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے، خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں جو ہر (فرض) نماز کے بعد یہ پڑھے: سبحانَ اللّٰہِ 33 بار، الحمدُ للّٰہِ 33 بار، اللّٰہُ أکبرُ 33 بار۔ یہ 99 کلمات ہو گئے اور سو (100) پورا کرنے کے لیے ایک بار کہے:

لا إلهَ إلّا اللهُ وحدَه لا شريكَ له له الملكُ وله الحمدُ وهو على كلِّ شيءٍ قديرٌ

[1]صحيح مسلم، المساجد، حديث: 594- [2] صحيح البخاري، الدعوات، حديث: 6374-

"اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے ساری بادشاہت اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے۔" [1]

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص فرض نماز کے بعد سبحانَ اللّٰہِ 33 بار، الحمدُ للّٰہِ 33 بار اور اللّٰہُ أكبرُ 34 بار کہے گا، وہ نامراد نہیں ہو گا۔" [2]

☆ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر (فرض) نماز کے بعد معوذات پڑھا کروں۔[3]

معوذات (اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دینے والی سورتیں) سورۂ اخلاص، سورئہ فلق اور سورئہ ناس، یعنی قرآن مجید کی آخری تین سورتوں کو کہتے ہیں[4] جو درج ذیل ہیں:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

"اللہ کے نام سے (شروع) جو بہت رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔" "(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اس نے (کسی کو) نہیں جنا اور نہ وہ (خود) جنا گیا۔ اور کوئی ایک بھی اس کا ہمسر نہیں۔"[5]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝ وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝

"اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بہت رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔" "کہو میں پناہ (حفاظت) مانگتا ہوں صبح کے رب کی۔ ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔

[1] صحيح مسلم، المساجد، حديث: 597۔ [2] صحيح مسلم، حديث: 596۔ [3] [حسن] سنن أبي داود، الوتر، حديث: 1523، وسندہ حسن، امام حاکم نے المستدرک: 1/253 میں، امام ذہبی نے، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 755 میں اور امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 2347 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [4] فتح الباري: 9/78، تحت الحديث: 5017۔ [5] الإخلاص 112:1۔

اور اندھیری رات کے شر سے جب کہ وہ چھا جائے۔ اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے (جادو، ٹونا کرنے، کرانے والوں کے شر سے) اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے۔"[1]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿﴾ إِلَٰهِ النَّاسِ ﴿﴾ مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ﴿﴾ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ﴿﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿﴾

"اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بہت رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔

"کہو میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کی۔ لوگوں کے بادشاہ کی۔ لوگوں کے (اصل) معبود کی۔ اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے۔ وہ جو لوگوں کے سینوں (دلوں) میں وسوسے (اور برے خیالات) ڈالتا ہے۔ جنوں میں سے اور انسانوں میں سے۔" [2]

☆ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "جو شخص ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے تو اسے بہشت میں داخل ہونے سے سوائے موت کے کوئی چیز نہیں روکتی۔" [3]

مطلب یہ ہے کہ آیۃ الکرسی پڑھنے والا موت کے بعد سیدھا جنت میں جائے گا۔

آیۃ الکرسی

اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴿﴾

"اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔ وہ زندہ ہے۔ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ وہ اونگھتا ہے نہ سوتا ہے۔

[1]الفلق 1:1135۔ [2] الناس 1:1146۔ [3] [حسن] السنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، حديث: 6/30، حدیث: 9928، وسندہ حسن، امام ابن حبان نے اور امام منذری نے الترغیب: 2/453 میں اسے صحیح کہا ہے۔

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کون اس کے حضور (کسی کی) سفارش کر سکتا ہے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ ان سے پہلے گزرا اور جو کچھ ان کے بعد ہو گا اور لوگ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے (معلوم نہیں کر سکتے) مگر جتنا وہ چاہتا ہے (اتنا علم جسے چاہے دے دیتا ہے۔) اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے اور ان دونوں کی حفاظت اسے تھکاتی نہیں۔ وہ بلند و بالا، بڑی عظمتوں والا ہے۔" [1]

اللہ جو ساری کائنات کی حفاظت کر سکتا ہے، کیا وہ ایک انسان یا اس کی کار اور گھر وغیرہ کی حفاظت نہیں کر سکتا؟ یقیناً کر سکتا ہے، پھر بندہ اپنی حفاظت کے لیے جائز اسباب کے بجائے شرکیہ طریقے کیوں اختیار کرتا ہے؟ اس مقصد کے لیے مختلف کڑے اور انگوٹھیاں کیوں پہنتا ہے؟ دھاگے کیوں باندھتا ہے؟ اپنی گاڑی پر جوتے یا چیتھڑے کیوں لٹکاتا ہے؟ اے اللہ کے بندو! آیت الکرسی پڑھو، حفاظت میں رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہی بہترین حفاظت ہے جس کا کوئی توڑ نہیں۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص رات کو سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھ لیتا ہے تو اللہ کی طرف سے اس کے لیے محافظ مقرر کر دیا جاتا ہے اور طلوع فجر تک شیطان اس کے قریب نہیں پھٹکتا۔"

☆ نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا بھی ثابت ہے:

اللَّهمَّ أصلِحْ لي دِيني الَّذي جعَلْتَه لي عصمةً وأصلِحْ لي دنيايَ الَّتي جعَلْتَ فيها معاشي اللَّهمَّ إنِّي أعوذُ بك برضاكَ مِن سخَطِكَ وأعوذُ بعفوِك مِن نِقمتِك وأعوذُ بك منك لا مانعَ لِما أعطَيْتَ ولا مُعطيَ لِما منَعْتَ ولا ينفَعُ ذا الجدِّ منك الجدُّ

"اے اللہ! میرے لیے میرا وہ دین سنوار دے جسے تو نے میری حفاظت کا سبب بنایا ہے اور میری دنیا (بھی) سنوار دے جس میں تو نے میری روزی پیدا کی ہے۔ اے اللہ! میں تیری خوشنودی کے ساتھ تیرے غصے سے اور تیری معافی کے ساتھ تیرے عذاب سے پناہ کا طالب ہوں اور تیرے (کرم کے)

[1] البقرۃ 2:255۔ [2] صحيح البخاري، الوكالة، حديث: 2311۔

ساتھ تیری سزا سے پناہ مانگتا ہوں۔ جو چیز تو عطا کرے، اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو چیز تو روکے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں۔ اور کسی دولت مند کو اس کی دولت تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔" [1]

☆ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی فرمایا کرتے تھے:

ربِّ أَعِنِي ولا تُعِنْ عليَّ وانصُرني ولا تنصُرْ عليَّ وامكُرْ لي ولا تمكُرْ عليَّ واهدِني ويَسِّرِ لي الهُدٰى وانصُرني على من بغى عليَّ ربِّ اجعلْني لك شَكّارًا لك ذَكّارًا لك رهّابًا لك مِطواعًا لك مُخبِتًا إليك أَوّاهًا مُنيبًا ربِّ تقبَّلْ تَوْبتي واغسِلْ حَوبَتي وأَجِبْ دَعْوتي وثَبِّتْ حُجَّتي وسَدِّدْ لساني واهدِ قلبي واسلُلْ سَخيمةَ صدْري

"اے میرے رب! تو میری مدد کر اور میرے خلاف مدد نہ کر۔ مجھے غالب کر اور (کسی کو) مجھ پر غالب نہ کر۔ مجھے تدبیر بتا اور (میرے دشمنوں کو) میرے خلاف تدبیر نہ بتا۔ مجھے ہدایت دے اور ہدایت میرے لیے آسان کر اور میرے اوپر ظلم کرنے والوں کے خلاف میری مدد کر۔ اے میرے رب! مجھے اپنا بہت زیادہ شکر کرنے والا، اپنا بہت زیادہ ذکر کرنے والا، اپنے سے خوب ڈرنے والا، اپنا حکم ماننے والا، اپنے سامنے گڑگڑانے والا اور اپنی طرف عاجزی سے رجوع کرنے والا بنا دے۔ اے میرے رب! میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہ دھو ڈال، میری دعا قبول کر، میری دلیل ثابت رکھ، میری زبان سیدھی کر، میرے دل کو ہدایت سے نواز اور میرے سینے سے کینہ نکال دے۔" [2]

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا:

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کے ثبوت میں کوئی مقبول حدیث نہیں ہے۔

] [1] حسن] سنن النسائي، السهو، حديث: 1347، وسنده حسن، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 541 میں اور امام ابن خزیمہ نے حديث: 745 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [2] [صحيح] جامع الترمذي، الدعوات، حديث: 3551، وسنده صحيح، وسنن ابن ماجه، الدعاء، حديث: 3830، وسنن أبي داود، الصلاة، حديث: 1510۔ امام حاکم نے المستدرک: 1/520 میں، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 2414 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ کی روایات میں 'لَکَ شَکَّارًا، لَکَ ذَکَّارًا، لَکَ رَهَّابًا' کے الفاظ ہیں، نیز سنن ابن ماجہ میں 'لَکَ مُطِيعًا' اور

سنن ابو داود میں 'إِلَيْكَ مُخْبِتًا أَوْمُنِيبًا' کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، تاہم یہ مکمل دعا بعینہ (مشکاۃ، جامع الدعاء، الفصل الثاني) میں موجود ہے۔

نہایت تعجب کی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دس سال رہے، پانچوں وقت نمازیں پڑھائیں، صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نمازیں پڑھیں مگر ان میں سے کوئی ایک بھی اجتماعی دعا کا ذکر نہ کرے تو یہ اس کے بطلان کی واضح دلیل ہے۔

مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ کہتے ہیں: اگر کوئی انفرادی طور پر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم اور بہت سے محققین علماء نے فرض نماز کے بعد مروجہ اجتماعی دعا کا انکار کیا ہے اور اسے بدعت کہا ہے۔ اجتماعی دعا کی دلیل میں بیان کی جانے والی تمام روایات ضعیف ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے:

☆ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو بندہ ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر دعا کرے، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کو نامراد نہیں لوٹاتا۔[1]

1 اس کی سند میں اسحاق بن خالد ہے جو منکر احادیث بیان کرتا ہے۔

2 امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (اس کے ایک اور راوی) عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن کی خصیف سے بیان کردہ روایات جھوٹی اور من گھڑت ہوتی ہیں۔

3 خصیف کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

4 علاوہ ازیں اس روایت میں اجتماعی دعا کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

☆ (کہا جاتا ہے کہ) سیدنا یزید بن اسود عامری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کا سلام پھیرا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ اس روایت کے متعلق مولانا عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کتب حدیث میں سیدنا یزید بن اسود عامری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں مذکورہ الفاظ: "دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی" سرے سے موجود ہی نہیں۔ بلکہ

اصل حدیث، جس کی سند حسن ہے، کو دیکھنے سے دعا نہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے، یزید بن اسود کہتے ہیں: میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کرنے حاضر ہوا۔ میں نے آپ کے ساتھ مسجد خیف میں صبح کی نماز پڑھی۔ جب آپ

] [1]ضعيف جدًا] عمل اليوم والليلة لابن السني، حديث: 138-

نے نماز مکمل فرمائی تو آپ نمازیوں کی طرف پھرے، اچانک آپ نے لوگوں کے پیچھے دو آدمی دیکھے جنھوں نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''انھیں میرے پاس لے آؤ۔'' [1]

علاوہ ازیں ان غیر ثابت الفاظ میں بھی اجتماعی دعا کا ذکر نہیں ہے۔ ☆ سیدنا عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم دعا کرتے تھے اور (آخر میں) اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے منہ پر پھیرتے تھے۔ [2]

تاہم اس میں بھی جماعت کے بعد اجتماعی دعا کا ذکر نہیں۔ نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کے بارے میں پیش کی جانے والی تقریباً تمام روایات نہ صرف سخت ضعیف ہیں بلکہ ان میں اجتماعی دعا کا ذکر تک نہیں ہے اور بعض احادیث کا موقع محل تو کچھ اور ہے مگر انھیں زبردستی زیر بحث اجتماعی دعا کے ساتھ نتھی کر دیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے حکیم صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ کی کتاب ''صلاۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم'' کا وہ نسخہ ملاحظہ فرمائیں جو شیخ عبد الرؤف بن عبد الحنان کی تخریج و تعلیق سے آراستہ ہے۔

چند قابلِ غور امور:

کیا فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے؟ اس سلسلے میں درج ذیل امور قابل غور ہیں: ☆ ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا ایک مستقل عبادت ہے جو غیر مؤقت ہے، یعنی کسی بھی وقت کی جا سکتی ہے، البتہ جن مواقع پر اس کا اہتمام کرنا سنت سے ثابت ہے انھیں ترجیح دی جائے گی۔ ☆ جو عبادت ہر وقت جائز ہو اگر آپ اپنی سہولت کے لیے اسے کسی خاص وقت میں روزانہ کرنا چاہتے ہیں تو اصولی طور پر یہ بھی جائز ہے، ارشاد نبوی ہے: ''اللہ تعالیٰ کو وہ عمل زیادہ محبوب ہے جس پر ہمیشگی کی جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔'' [3]

لیکن کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ تمام جائز اوقات چھوڑ کر صرف ایک وقت کو عملاً فرض کا درجہ دے کر دوسرے مسلمانوں کو اس کا پابند بنائے کیونکہ جب شریعت نے اس وقت کو مسلمانوں پر مقرر نہیں کیا تو یہ کیوں کرے؟ مثلاً: اگر مختلف افراد روزانہ مختلف اوقات میں قرآن پاک کی مختلف سورتیں پڑھتے ہیں

] [1]حسن] جامع الترمذي، الصلاة، حديث: 219، وسنده حسن۔ [2] الأدب المفرد للبخاري: 1/315، اس کی سند حسن لذاتہ بلکہ صحیح بخاری کی شرط پر ہے۔ [3] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرين، حديث: 782۔

تو یہ جائز عمل ہو گا۔ لیکن اگر کوئی مولوی صاحب یہ دعوت دینا شروع کر دیں کہ تمام اہل اسلام روزانہ نماز فجر کے بعد بیس مرتبہ سورۂ قمر پڑھا کریں، اس کا اتنا ثواب ہے، پھر اس کے حلقۂ اثر میں آنے والے تمام مسلمان واقعتا سختی کے ساتھ اس کی پابندی شروع کر دیں تو ان کا یہ عمل محتاج دلیل بن جائے گا، اگر شرعی دلیل میں اس کی صراحت آ جائے تو سنت ہو گا ورنہ بدعت۔ ☆ جو عبادت ہر وقت جائز ہو اگر آپ اسے کسی خاص موقع پر کرنا چاہتے ہیں تو احتیاطاً یہ معلوم کر لیں کہ کہیں اس موقع کے لیے شریعت نے کوئی فرض تو مقرر نہیں کیا کیونکہ اگر اس موقع کے لیے شریعت نے کوئی فرض مقرر کیا ہے تو پھر فرض ترک کر کے جائز کام میں لگے رہنا قطعاً جائز نہیں، مثلاً: نماز باجماعت کھڑی ہو اور جس نے یہی نماز جماعت کے ساتھ پہلے نہیں پڑھی، اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ جماعت میں شامل ہونے کی بجائے سنتیں یا نوافل پڑھتا رہے، کوئی ورد و ظیفہ، دعا یا تلاوت کرتا رہے کیونکہ ان جائز نیکیوں کو مؤخر کرنے کی گنجائش موجود ہے لیکن موقع کے فرض کو بلاوجہ مؤخر کرنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ ☆ اگر اس خاص موقع کے لیے شریعت نے کوئی سنت مقرر کر رکھی ہے تب بھی جائز کام چھوڑ کر سنت کو ترجیح دی جائے گی۔ اگرچہ سنت فرض نہیں، اسے کیا جائے تو بہت زیادہ ثواب ہے اور اگر کسی وجہ سے کبھی چھوٹ جائے تو کوئی گناہ نہیں مگر ایک موقع کی سنت کو جب ہمیشہ ترک کیا جائے گا تو گناہ لازم آئے گا کیونکہ سنت، چھوڑنے کے لیے نہیں بلکہ اپنانے کے لیے ہوتی ہے، اسے اپنانا ہی حب رسول کا تقاضا ہے جبکہ اسے چھوڑے رکھنا اس سے بے رغبتی کی دلیل ہے اور ارشاد نبوی ہے: ”جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں۔“[1] اس کی مثال فرض نماز کے بعد لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ کا اجتماعی ورد ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ سب سے افضل ذکر ہے لیکن اسے کسی بھی وقت کرنا جائز ہے اور چونکہ فرض نماز کے بعد والا وقت بھی اوقات میں سے ایک وقت ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص کسی فرض نماز کے بعد اپنے طور پر لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ کہہ دیتا ہے تو بالکل جائز ہے لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ فرض نماز کے فوراً بعد نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اور سنت کچھ اور ہے تو پھر ہر فرض نماز کے بعد ہمیشہ لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ کا ورد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس موقع کی

[1]صحيح البخاري، النكاح، حديث: 5063۔

سنت کو ختم کر دیا جائے کیونکہ لا اِلٰہَ اِلّا اللہ کا ورد موئخر ہو سکتا ہے لیکن نماز کے بعد والے مسنون اذکار اور دعائیں ہمیشہ موئخر کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ویسے بھی کورس کی شکل میں بلند آواز سے لا إِلٰهَ إِلّا اللّٰهُ کے اجتماعی ورد کی پورے عہد نبوت میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

☆ اگر کسی موقع کی سنت کے ساتھ ایک اور سنت آ ملے تو دونوں سنتوں پر عمل کرنا درست ہو گا، مثلاً: کسی فرض نماز کی جماعت ہوئی، امام صاحب نے سلام پھیرا، امام صاحب اور مقتدی حضرات اپنے طور پر مسنون اذکار اور دعاؤں میں مصروف ہو گئے، پھر کسی واقعی حاجت مند نے امام صاحب سے بارش کے لیے یا بیمار کے لیے یا کسی دوسرے جائز مقصد کے لیے (رسم بنانے کے طور پر نہیں بلکہ) خلوصِ نیت سے دعا کی درخواست کی تو کسی کے مطالبے پر دعا کرنا بھی سنت ہے، لہٰذا دعا کرنا جائز ہو گا۔

☆ یاد رکھیے! ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا فرض نماز کا حصہ ہے، نہ بعد والے مسنون اذکار کا، اس لیے اس کا دائمی اہتمام کرنا درست نہیں کیونکہ فرض نماز ایک الگ عبادت ہے اور ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا ایک الگ عبادت ہے اور جب کسی شرعی دلیل کے بغیر:

1. دو الگ الگ عبادتوں کو ایک مخصوص ترتیب کے ساتھ ہمیشہ ایک ساتھ اِس طرح ادا کیا جائے کہ 2. دونوں ایک دوسرے کا حصہ معلوم ہوں حتیٰ کہ ایک کے بغیر دوسری کو نامکمل سمجھا جانے لگے، نیز 3. ایک شرعی مسئلے کی طرح لوگوں کو اس کی دعوت، ترغیب اور تعلیم دی جائے 4. اور جو شخص ان عبادات کو آپ کے طریقے کے مطابق ادا نہ کرے، اسے منکر اور گستاخ کے القابات سے نوازا جائے تو آپ راہ سنت سے بھٹک جائیں گے کیونکہ جب مختلف عبادات کو اپنی مرضی سے یکجا کر کے ایک نیا طریقہ رائج کیا جائے تو وہ سنت نہیں رہتا، بدعت بن جاتا ہے۔

☆ بات اصول کی ہے جو کام نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ضروری بھی ہو اور اسے کرنے کے لیے کوئی رکاوٹ بھی موجود نہ ہو، پھر بھی پورے عہد نبوت میں اس کے کیے جانے کا کوئی ثبوت نہ ملے مگر ہم نہ صرف خود اسے ہمیشہ کریں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیں تو یہ بلاشبہ بدعت ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا عہد نبوت میں فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا اہتمام کرنے میں کوئی رکاوٹ تھی؟ یقیناً نہیں تھی، پھر بھی اگر کسی فرض نماز کے بعد اس کا کبھی اہتمام نہیں کیا گیا تو اس سے معلوم

ہوا کہ اس کا اہتمام نہ کرنا سنت ہے کیونکہ یہ بات ناممکن ہے کہ ایک چیز دین بھی ہو اور عہد نبوت میں کر سکنے کے باوجود اسے کوئی نہ کرے یا وہ عمل کیا گیا ہو مگر مقبول احادیث کے وسیع ذخیرے میں اُس کا کوئی سراغ ہی نہ ملے۔ ☆ انسان فطرتاً سہولت پسند ہے، اسے مسنون دعائیں یاد کرنا "گراں" گزرتا ہے اور چونکہ اس کی مصروفیات بھی بہت زیادہ ہیں، اس لیے وہ فرض نمازوں کے بعد یکسوئی کے ساتھ پانچ، چھ منٹ نہیں نکال سکتا اور اس سنت سے پہلو بچانے کے لیے اس کا متبادل ایجاد کر لیا گیا، یعنی مولوی صاحب سلام پھیرتے ہی ہاتھ اٹھائیں، چند مسنون و غیر مسنون الفاظ پر مشتمل چھوٹے چھوٹے جملے بولیں اور منہ پر ہاتھ پھیر کر تمام نمازیوں کو فارغ کر دیں جس کے بعد وہ سب (مسنون اذکار پڑھے بغیر) اُٹھ کر چل دیں۔ در حقیقت یہ دعا نہیں، رسم ہے جو انتہائی نیک نیتی سے ہر فرض نماز کے بعد ادا کی جاتی ہے اور اس طرح غیر شعوری طور پر ایک سنت کو مٹانے کا گناہ کیا جا رہا ہے۔ افسوس کہ لوگوں کو بدعتوں پر عمل کرنے کے لیے تو بڑا وقت مل جاتا ہے مگر سنت کو اپنانے کے لیے وقت نہیں ملتا۔ یہ طرز عمل بہت افسوسناک ہے۔ اس سے گریز اور پرہیز کرنا چاہیے اور ہر موقع محل کی سنت پر عمل کا التزام کرنا چاہیے۔

☆ فرض نمازوں کے بعد مسنون اذکار اور دعائیں چھوڑ کر ان کے متبادل لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے اجتماعی ورد اور ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مانگنے کو اس لیے بھی رواج دیا گیا ہے کہ یہ باتیں ہمارے مسلک کی علامت اور پہچان بن جائیں۔ کیا کسی مسلک کے تحفظ کے لیے شرعی مسائل و احکام سے اس طرح رُوگردانی جائز ہے؟ اسلام کا حکم کیا ہے؟

فرقہ واریت کو مٹایا جائے یا اسے فروغ دیا جائے؟

☆ خلاصہ کلام یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا فی نفسہ جائز ہے لیکن اس جائز بات کا ٹکراؤ ایک سنت سے ہو رہا ہے، لہٰذا اسے اپنا معمول نہیں بنانا چاہیے کیونکہ سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس بات کا زیادہ حق رکھتی ہے کہ وہ ہر مسلمان کا معمول، مسلک اور پہچان بنے، لہٰذا ہمیں عموماً انھی اذکار اور دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے جو ہمارے پیارے نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔ آمین!

سنتوں کا بیان

موکدہ سنتیں اور ان کی فضیلت:

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَن صلّى في يومٍ وليلةٍ ثِنْتَيْ عَشْرةَ ركعةٍ، بَنَي له بيتٌ في الجنَّةِ: أَرْبَعًا قبلَ الظُّهرِ، وركعتيْنِ بعدَها، وركعتيْنِ بعدَ المغرِبِ، وركعتَيْنِ بعدَ العِشاءِ، وركعتيْنِ قبلَ الفَجرِ صلاةِ الغَداةِ))

”جو شخص دن اور رات میں (فرائض کے علاوہ) بارہ رکعتیں پڑھے، اس کے لیے بہشت میں گھر بنایا جاتا ہے۔ (ان بارہ رکعتوں کی تفصیل یہ ہے:) چار رکعت ظہر سے پہلے، دو رکعت اس کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت نماز فجر سے پہلے۔“ [1]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعتیں (سنت) پڑھیں۔[2]

معلوم ہوا کہ ظہر سے پہلے چار کی بجائے دو رکعتیں پڑھنا بھی درست ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”رات اور دن کی (نفل) نماز دو دو رکعت ہے۔“ [3]

معلوم ہوا کہ چار رکعات سنت بھی دو، دو کر کے ادا کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں گھر میں پڑھتے تھے :

عبد اللہ بن شقیق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

] [1]صحيح] جامع الترمذي، الصلاة، حديث: 415، وهو حديث صحيح، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے اور اس کی اصل صحیح مسلم، حدیث: 728 میں ہے۔ [2] صحيح البخاري، التهجد، حديث: 1180، و صحيح مسلم، صلاة

المسافرین، حدیث: 729۔ [3] [حسن] سنن أبي داود، التطوع، حدیث: 1295، وسندہ حسن، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1210 میں اور امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 636 میں اسے صحیح کہا ہے۔

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفلوں کا حال دریافت کیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر آپ نکلتے اور لوگوں کے ساتھ (ظہر کے) فرض پڑھتے، پھر (گھر میں) واپس تشریف لاتے اور دو رکعتیں نماز پڑھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے، پھر (گھر میں) آ کر دو رکعت (سنت) پڑھتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے، بعد ازاں گھر میں داخل ہو کر دو رکعتیں نماز پڑھتے اور رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعات (تہجد کی) نماز پڑھتے، ان میں وتر بھی ہوتا تھا اور جب صبح نمودار ہوتی تو (نماز فجر سے پہلے) دو رکعتیں (سنت) پڑھتے تھے۔[1]

غیر موکدہ سنتیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو عصر سے پہلے چار رکعات (سنت) پڑھے۔'' [2]

مغرب سے پہلے دو رکعتیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا: ''مغرب سے پہلے دو رکعتیں ادا کرو۔'' تیسری بار فرمایا: ''جس کا دل چاہے۔'' یہ اس لیے فرمایا کہ کہیں لوگ اسے سنت موکدہ نہ بنا لیں۔[3]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مدینے میں موذن مغرب کی اذان کہتا تو لوگ ستونوں کی طرف دوڑتے اور دو رکعتیں پڑھتے۔ لوگ اس کثرت سے دو رکعتیں پڑھتے کہ مسجد میں داخل ہونے والا اجنبی یہ گمان کرتا کہ مغرب کی جماعت ہو چکی ہے۔[4]

مرثد بن عبداللہ رحمہ اللہ سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا یہ عجیب بات نہیں کہ سیدنا ابو تمیم رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے ہیں؟ عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پڑھتے تھے۔ اس نے پوچھا: اب کیوں نہیں پڑھتے؟ کہنے لگے کہ مصروفیت ہے۔[5]

جمعے کے بعد کی سنتیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی جمعے کے بعد نماز پڑھنے لگے تو چار رکعات ادا کرے۔" [6]

[1]صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 730۔ [2] [حسن] سنن أبي داود، التطوع، حدیث: 1271، وسندہ حسن، وجامع الترمذي، الصلاۃ، حدیث: 430، امام ترمذی نے اور امام نووی نے المجموع: 4/8 میں اسے حسن جبکہ امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1193 میں اور امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 616 میں صحیح کہا ہے۔ [3] صحیح البخاري، التهجد، حدیث: 1183۔ [4] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 837۔ [5] صحیح البخاري، التهجد، حدیث: 1184۔ [6] صحیح مسلم، الجمعة، حدیث: 881۔

معلوم ہوا کہ جمعے کے بعد چار رکعات سنتیں پڑھنی چاہئیں اور اگر کوئی دو رکعتیں بھی پڑھ لے تو جائز ہو گا۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعے کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ اپنے گھر تشریف لے جاتے اور دو رکعتیں پڑھتے تھے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کے بعد دو رکعت سنت پڑھنا بھی صحیح ہے، جبکہ چار رکعت پڑھنا قولی حدیث کی وجہ سے زیادہ بہتر اور مزید فضیلت کا باعث ہے۔[2]

فجر کی سنتوں کی فضیلت:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فجر کی دو سنتیں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، اس سے بہتر ہیں۔" [3]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل (سنن) میں سے کسی چیز پر اتنی محافظت اور مداومت و ہیشگی نہیں کرتے تھے جس قدر فجر کی دو سنتوں پر کرتے تھے۔[4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو سنتیں پڑھ لیتے تو دائیں پہلو پر لیٹتے تھے۔[5]

فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد پڑھنے کا جواز:

اگر آپ ایسے وقت مسجد میں پہنچیں کہ جماعت کھڑی ہوگئی ہو اور آپ نے سنتیں نہ پڑھی ہوں تو اس وقت سنتیں مت پڑھیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب نماز کی اقامت (تکبیر) ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہوتی۔" [6]

ایسی صورت میں آپ جماعت میں شامل ہو جائیں اور فرض پڑھ کر سنتیں پڑھ لیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو صبح کی فرض نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: "صبح کی (فرض) نماز دو رکعتیں ہیں تم نے مزید دو رکعتیں کیسی پڑھی ہیں؟" اس شخص نے جواب دیا: میں نے (فرضوں سے پہلے) دو رکعتیں سنت نہیں پڑھی تھیں، انھیں اب پڑھا ہے۔ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ [7]

[1]صحیح البخاري، الجمعة، حدیث:937، وصحیح مسلم، الجمعة، حدیث: 882۔ [2] مرعاة المفاتیح، حدیث: 1175۔ [3] صحیح مسلم، صلاة المسافرین، حدیث: 725۔ [4] صحیح البخاري، التهجد، حدیث: 1169، وصحیح مسلم، صلاة المسافرین، حدیث: 724(94)۔ [5] صحیح البخاري، التهجد، حدیث: 1160، و صحیح مسلم، صلاة المسافرین، حدیث: 736(122)۔ [6] صحیح مسلم، صلاة المسافرین، حدیث: 710۔ [7] [صحیح] سنن الدارقطني، الصلاة: 1/384,383، حدیث: 9، والسنن الکبرٰی للبیهقي، الصلاة: 2/456، حدیث: 4391، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1116 میں، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 624 میں، امام حاکم نے المستدرک: 1/275,274 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے، لہٰذا اسے منقطع کہنا غلط ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی رضامندی کی دلیل ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں یہ تقریری حدیث کہلاتی ہے۔ ایک شخص مسجد میں آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے فرض پڑھ رہے تھے۔ اس نے مسجد کے ایک کونے میں دو رکعتیں سنت پڑھیں، پھر جماعت میں شامل ہو گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو فرمایا: "تو نے فرض نماز کسے شمار کیا جو اکیلے پڑھی تھی یا جو ہمارے ساتھ جماعت سے پڑھی ہے؟" [1]

معلوم ہوا کہ فرض نماز ہوتے وقت سنتوں کا پڑھنا درست نہیں۔

نمازوں کی رکعات:

1. **نماز فجر:** دو فرض، اس سے پہلے دو سنتیں ہیں (کل چار رکعت)۔

2. **نماز ظہر:** چار فرض، اس سے پہلے چار سنتیں اور بعد میں دو سنتیں (کل دس رکعت)۔

3. **نماز عصر:** چار فرض۔

4. **نماز مغرب:** تین فرض ہیں، اس کے بعد دو سنتیں (کل پانچ رکعت)۔

5. **نماز عشاء:** چار فرض ہیں اور نماز عشاء کے بعد دو سنتیں (کل چھ رکعت)۔ نماز وتر دراصل رات کی نماز ہے جو تہجد کے ساتھ ملا کر پڑھی جاتی ہے۔ جو لوگ رات کے آخری حصے میں نہ اٹھ سکتے ہوں، وہ وتر بھی نماز عشاء کے ساتھ ہی پڑھ لیا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَن خافَ أَن لّا یقومَ مِن آخِرِ اللیلِ فلیوتِرْ أوَّلَهُ)) "جسے خطرہ ہو کہ رات کے آخری حصے میں نہیں اٹھ سکے گا وہ اول شب ہی وتر پڑھ لے۔" [2]

[1]صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 712- [2] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 755-

تہجد، قیام اللیل، قیام رمضان اور وتر

فضیلت:

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((علیکم بقِیامِ اللیلِ فإنه دَأْبُ الصالحینَ قبلَکم، وهُوَ قُربةٌ لکم إلی ربِّکم، ومُکَفِّرَةٌ لِلسَّیِّئاتِ، ومَنهاةٌ عَن الإثمِ))

"تہجد ضرور پڑھا کرو کیونکہ وہ تم سے پہلے صالحین کی روش ہے اور تمھارے لیے اپنے رب کے قرب کا وسیلہ، گناہوں کے مٹانے کا ذریعہ اور (مزید) گناہوں سے بچنے کا سبب ہے۔"[1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس شخص پر اللہ کی رحمت ہو جو رات کو اٹھا، پھر نماز (تہجد) پڑھی اور اپنی بیوی کو جگایا، پھر اس نے بھی نماز پڑھی۔ پھر اگر بیوی (غلبۂ نیند کے باعث) نہ جاگی تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اس عورت پر بھی اللہ کی رحمت ہو جو رات کو اٹھی، پھر نماز (تہجد) پڑھی اور اپنے خاوند کو جگایا۔ (پھر اس نے بھی نماز پڑھی) پھر اگر خاوند (غلبۂ نیند کے باعث) نہ جاگا تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔"[2]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فرض نماز کے بعد سب نمازوں سے افضل، رات (تہجد) کی نماز ہے۔"[3]

] [1]حسن] صحيح ابن خزيمة، صلاة التطوع بالليل، حديث: 1135، وسنده حسن، جامع الترمذي: 3549 ب، وسنده حسن۔ حافظ عراقی نے اسے حسن جبکہ امام حاکم: 1/308 اور امام ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ [2] [حسن] سنن أبي داود، التطوع، حديث: 1308، وسنده حسن، امام حاکم اور امام ذہبی نے المستدرک: 1/309 میں، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1148 میں، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 646 میں، اور امام نووی نے المجموع: 4/46 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [3] صحيح مسلم، الصيام، حديث: 1163۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب انسان سوتا ہے تو شیطان اس کے سر کی گدی پر تین گرہیں لگاتا ہے اور ہر گرہ کے ساتھ کہتا ہے کہ رات بڑی لمبی ہے تو سویارہ، پھر اگر وہ بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور اگر نماز پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ اور وہ خوش وخرم اور پاک نفس ہو کر صبح کرتا ہے ورنہ اس کی صبح خبیث اور سست نفس کے ساتھ ہوتی ہے۔" [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ہر رات جب ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے آسمان دنیا پر نزول فرما کر اعلان کرتا ہے: "کوئی ہے جو مجھے پکارے، میں اس کی دعا قبول کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے مانگے، میں اسے دوں؟ کوئی ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے، میں اسے بخش دوں؟" [2]

نبئ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکر گزاری کا اسلوب:

سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات کو تہجد میں) اتنا لمبا قیام کرتے کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے۔ آپ سے سوال ہوا: آپ اتنی مشقت کیوں کرتے ہیں، حالانکہ آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا پھر (جب اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت کے انعام، مغفرت کی دولت اور بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے) میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔" [3]

نیند سے بیدار ہونے کی دعائیں:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو (بستر سے تہجد کے لیے) اٹھتے تو (یہ) پڑھتے:

اللَّهُ أَكْبَرُ، الحمدُ للهِ، سُبْحانَ اللهِ وبِحَمْدِهِ، سُبْحانَ ربِّنا المِلكِ القُدُّوسِ، أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ ، لا إِلَهَ إِلّا اللَّهُ، اللهمَّ إِنِّي أعوذُ بكَ من ضيقِ الدُّنيا وضيقِ يومِ القيامةِ

"اللہ سب سے بڑا ہے۔ ساری تعریف اللہ کے لیے ہے۔ اللہ اپنی تعریف سمیت (ہر عیب سے) پاک ہے۔ میں نہایت ہی پاکیزہ بادشاہ کی پاکی بیان کرتا ہوں۔ میں اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں۔ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔ اے اللہ! میں دنیا اور روز قیامت کی تنگیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"[4]

[1]صحيح البخاري، التهجد، حديث: 1142، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 776 [2] صحيح البخاري، التهجد، حديث: 1145، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 758۔ [3] صحيح البخاري، التهجد، حديث: 1130، وصحيح مسلم، صفات المنافقين، حديث: 2819۔ [4] [حسن] سنن أبي داود، الأدب، حديث: 5085، وهو حديث حسن، مولانا عبيد الله مباركپوری رحمه الله كے نزديک اس كی سند صحيح ہے، ديكھیے مرعاة المفاتيح، حديث: 1225، آپ صلی الله عليه وسلم يه سب دعائيں دس دس بار پڑھتے تھے۔

پھر کہتے: اللهمَّ اغفرْ لي واهدِني وارزقْني وعافِني

"اے اللہ! مجھے معاف فرمادے، مجھے ہدایت عطا کر، مجھے رزق دے اور عافیت سے نواز۔" پھر وضو کر کے تہجد شروع کرتے۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص رات کو نیند سے جاگے اور کہے:

لا إِلَهَ إِلّا اللَّهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ له، له المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ وَهو على كُلِّ شيءٍ قَدِيرٌ، الحمدُ للهِ لا إِلَهَ إِلّا اللَّهُ واللَّهُ أَكْبَرُ وسُبحانَ اللهِ لا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ إِلّا باللَّهِ

"اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔ وہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے ساری بادشاہی اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے۔ ساری تعریف اللہ کے لیے ہے۔ اللہ (ہر عیب سے) پاک ہے۔ اللہ

سب سے بڑا ہے۔ بدی سے بچنے اور نیکی کرنے کی کوئی طاقت نہیں ہے مگر اللہ کی توفیق سے۔" پھر کہے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِي "اے اللہ! مجھے بخش دے۔" یا کوئی اور دعا کرے تو قبول ہو گی۔ اور اگر وضو کر کے نماز پڑھے تو (وہ بھی) قبول کی جائے گی۔" [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لیے اٹھے تو آپ نے بیٹھنے کے بعد آسمان کی طرف نظر کر کے سورۂ آل عمران کی (درج ذیل) آخری گیارہ آیات (200-190) پڑھیں: [3]

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿﴾ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّـهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَـٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ مَن تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿﴾ رَّبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي

] [1]حسن] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 766، وسنده حسن۔ امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 649 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [2] صحيح البخاري، التهجد، حديث: 1154۔ [3] صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4570,4569، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: (191)۔ 763

لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا ۚ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ﴿﴾ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّـهِ ۗ وَاللَّـهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ﴿﴾ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿﴾ لَـٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِندِ اللَّـهِ ۗ وَمَا عِندَ اللَّـهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ﴿﴾ وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَن يُؤْمِنُ بِاللَّـهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ خَاشِعِينَ لِلَّـهِ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّـهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۗ أُولَـٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ ۗ إِنَّ اللَّـهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّـهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿﴾

''آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، رات اور دن کے باری باری آنے میں، یقیناان عقل مند لوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں (پھر بے اختیار پکار اٹھتے ہیں:) اے ہمارے پروردگار! یہ سب کچھ تونے، باطل اور بے مقصد نہیں بنایا۔ تو (ہر عیب سے) پاک ہے، پس (اے ہمارے رب!) ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے پروردگار! تونے جسے آگ میں ڈالا اسے در حقیقت بڑی ذلت و رسوائی میں ڈال دیا اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہو گا۔ اے ہمارے رب! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا (اور کہتا تھا) کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ، سو ہم ایمان لے آئے، پس اے ہمارے خالق! ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ اے ہمارے رازق! جو وعدے تونے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے کیے ہیں، انھیں ہمارے ساتھ پورا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا، بے شک تو

وعدہ خلافی کرنے والا نہیں ہے۔ پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی (اور فرمایا:) میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، خواہ مرد ہو یا عورت، بعض تمھارے بعض سے ہیں، لہٰذا جن لوگوں نے (میری خاطر) ہجرت کی، اپنے گھروں سے نکالے گئے، میری راہ میں ستائے گئے اور (میرے لیے) لڑے اور مارے گئے، میں ان کے سب قصور معاف کر دوں گا اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں۔ یہ اللہ کے ہاں ان کی جزا ہے اور بہترین جزا اللہ ہی کے پاس ہے۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم! دنیا کے) ملکوں میں کافر لوگوں کا (عیش و عشرت سے) چلنا پھرنا تمھیں کسی دھوکے میں نہ ڈالے۔ یہ تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے۔ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے، ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کی طرف سے مہمانی ہے اور نیک لوگوں کے لیے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی سب سے بہتر ہے۔ اور اہل کتاب میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کتاب کو بھی مانتے ہیں جو تمھاری طرف اتاری گئی ہے اور اس کتاب کو بھی جو (اس سے پہلے خود) ان کی طرف اتاری گئی تھی۔ وہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور اللہ کی آیات کو تھوڑی سی قیمت پر فروخت نہیں کرتے۔ یہی ہیں وہ لوگ جن کا اجر ان کے رب کے پاس (محفوظ) ہے۔ یقینا اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ اے ایمان والو! صبر سے کام لو، باہم (ایک دوسرے کو) صبر کی تلقین کرو اور جہاد کے لیے تیار رہو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''[1]

تہجد کی دعائے استفتاح:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو (تکبیر تحریمہ کے بعد یہ) پڑھتے:

اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ لَكَ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[1]آل عمران 190:3-200-

حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

"الٰہی! تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے۔ زمین و آسماں اور جو کچھ ان میں ہے، (سب کو) تو ہی قائم رکھنے والا ہے۔ تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے۔ زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے، (ان سب) کی بادشاہی تیرے ہی لیے ہے۔ تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے۔ تو ہی روشن کرنے والا ہے زمین و آسمان کو۔ تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے۔ تو ہی بادشاہ ہے زمین و آسمان کا۔ تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے۔ تو حق ہے اور (دنیا و آخرت کے متعلق) تیرا وعدہ حق ہے۔ (آخرت میں) تیری ملاقات حق ہے۔ تیرا کلام حق ہے۔ جنت حق ہے۔ جہنم حق ہے۔ تمام انبیاء حق ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں اور قیامت حق ہے۔ الٰہی! میں تیرے سامنے جھک گیا۔ میں صرف تیرے ساتھ ایمان لایا۔ میں نے صرف تجھی پر بھروسا کیا۔ میں نے صرف تیری طرف رجوع کیا۔ صرف تیری مدد سے (دشمنوں سے) جھگڑتا ہوں۔ میں نے صرف تجھے اپنا حاکم مانا، سو تو میرے اگلے پچھلے اور ظاہر و پوشیدہ اور جنھیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے (سارے کے سارے) گناہ معاف کر دے۔ تو ہی آگے کرنے والا اور تو ہی پیچھے ڈالنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد کی کیفیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا حسن اور طول بیان نہیں ہو سکتا۔[2]

sسیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد میں قیام کیا اور اس ایک آیت کو (عاجزی سے بار بار) پڑھتے پڑھتے ہی صبح کر دی:

﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾

"اگر تو انھیں عذاب دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر انھیں معاف کر دے تو یقینا تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے [3]"

[1]صحيح البخاري، التهجد، حديث: 1120، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 769۔ [2] صحيح البخاري، التهجد، حديث: 1147۔ [3] المآئدة 118:5، و[حسن] سنن النسائي، الافتتاح، حديث: 1011، وسنده حسن، امام حاکم اور امام ذہبی نے المستدرک: 1/241 میں اسے صحیح کہا ہے۔

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تہجد پڑھتے دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ کے بعد آپ نے سورۂ بقرہ پڑھی، پھر رکوع کیا اور آپ کا رکوع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کی مانند تھا (قیام کی طرح رکوع بھی بہت طویل کیا)۔ پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور آپ کا قومہ آپ کے رکوع کی مانند تھا (رکوع کی طرح قومہ بھی لمبا کیا)۔ پھر آپ نے سجدہ کیا اور آپ کا سجدہ آپ کے قومے کی مانند تھا (قومہ کی طرح سجدہ بھی طویل کیا)۔ پھر سجدے سے سر اٹھایا اور آپ دونوں سجدوں کے درمیان (جلسے میں) اپنے سجدے کی مانند بیٹھے تھے (سجدے کی طرح جلسے میں بھی دیر لگائی اور نہایت اطمینان سے بیٹھے)۔ اس طرح آپ نے چار رکعتوں میں سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ نساء اور سورئہ مائدہ پڑھیں۔[1]

سبحان اللہ! یہ تھی نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد۔ صرف چار رکعات میں سوا سات پارے پڑھے، پھر رکوع، قومے، سجدے اور جلسے کی طوالت اور ان میں کثرت سے تسبیحات اور دعائیں پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم تھا۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفلی نماز میں شریک ہوا۔ آپ نے سورۂ بقرہ شروع کی۔ میں نے سوچا کہ آپ سو آیات پڑھ کر رکوع میں جائیں گے، مگر آپ پڑھتے چلے گئے۔ میں نے خیال کیا کہ سورۂ بقرہ کو ایک رکعت میں ختم کریں گے لیکن آپ پڑھتے ہی رہے۔ آپ نے سورۂ بقرہ ختم کر کے سورۂ نساء شروع کر لی، پھر اسے ختم کر

کے سورۂ آل عمران پڑھنی شروع کر دی اور یہ سورت بھی ختم کر دی۔ آپ نہایت آہستگی سے پڑھتے جاتے تھے۔ جب ایسی آیت کی تلاوت کرتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو سبحانَ اللہِ کہتے۔ اگر کچھ مانگنے کا ذکر ہوتا تو سوال کرتے، اگر پناہ مانگنے کا ذکر ہوتا تو ﴿ أَعُوذُ بِاللّٰہِ ﴾ پڑھتے۔ سورۂ آل عمران ختم کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا۔[2]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن میں ترتیب کا خیال رکھنا ضروری نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "آل عمران" کی تلاوت "النساء" کے بعد کی، حالانکہ "آل عمران" ترتیب میں "النساء" سے پہلے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے فرمایا: "مجھے بتلایا گیا ہے کہ تم ساری رات نفل پڑھتے ہو

] [1]صحيح]□نن أبي داود، الصلاة، حديث: 874، وهو حديث صحيح۔ [2] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 772۔

اور دن کو روزہ رکھتے ہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمھاری آنکھ کمزور اور طبیعت سست ہو جائے گی۔ تمھاری جان اور تمھارے بال بچوں کا بھی تم پر حق ہے، اس لیے روزہ رکھو اور افطار بھی کرو۔ رات کو قیام کرو اور سویا بھی کرو۔" [1]

اس سے معلوم ہوا کہ کسی امتی کا ساری رات عبادت میں گزارنا درست نہیں۔ واللہ أعلم۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین دن سے کم مدت میں قرآن مجید ختم کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے فرمایا: "ایک ماہ میں قرآن پاک ختم کر لیا کرو۔" انھوں نے عرض کی کہ میں اس سے زیادہ تلاوت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "تو بیس دن میں ختم کر لیا کرو۔" انھوں نے کہا: میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چلو، دس دنوں میں ختم کر لیا کرو۔" انھوں نے کہا کہ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "سات دن میں ختم کر لیا کرو۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔"[2]

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں قرآن پاک تین دن میں ختم کرنے کی اجازت دے دی اور فرمایا: "اس شخص نے قرآن پاک کو پوری طرح سمجھا ہی نہیں جس نے تین دن سے کم مدت میں قرآن پاک ختم کیا۔"[3]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص رات کے نوافل میں دو سو آیات تلاوت کرتا ہے، وہ اطاعت گزار اور مخلص لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔"[4] نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات نوافل نہیں پڑھتے تھے۔[5]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین دعائیں :

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ، جو بدری صحابی ہیں، ایک رات نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ فرماتے ہیں کہ آپ تمام رات بیدار رہے اور نوافل ادا کرتے رہے یہاں تک کہ صبح صادق ہو گئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے سلام پھیرا تو سیدنا خباب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آج رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح نوافل پڑھے، اب سے پہلے میں نے کبھی آپ کو اس طرح نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: "تم نے ٹھیک کہا۔ یہ وہ نماز تھی جس میں اللہ کے ساتھ اشتیاق بڑھایا

[1]صحيح البخاري، التهجد، باب 20، حديث: 1153۔ [2] صحيح البخاري، فضائل القرآن، حديث: 5054، وصحيح مسلم، الصيام، حديث: 1159۔ [3] [صحيح] سنن أبي داود، شهر رمضان، حديث: 1390، وهو حديث صحيح، وجامع الترمذي، القراءات، حديث: 2949، امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [4] [حسن] المستدرك: 1/309، حديث: 1161، وصحيح ابن خزيمة: 1143، اس روایت کی سند حسن ہے۔ سعد بن عبدالحمید جمہور کے نزدیک موثق راوی ہے، لهٰذا حسن الحديث ہے۔ [5] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 746۔

گیا اور اس کے عذاب سے پناہ مانگی گئی، چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تین سوال کیے جن میں سے دو قبول ہوئے: ایک سوال یہ کہ اللہ میری امت کو سابقہ امتوں کی طرح تباہ و برباد نہ کرے۔ اسے اللہ نے قبول فرمایا۔ دوسرا سوال یہ کہ میری (ساری) امت پر (بیک وقت) دشمنوں کو غلبہ حاصل نہ ہو۔ یہ بھی قبول کر لیا گیا۔ پھر میں نے سوال کیا کہ امت محمدیہ میں اختلاف رونما نہ ہو، لیکن اسے قبول نہیں کیا گیا۔" [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے نوافل میں کبھی سّری (آہستہ) اور کبھی جہری (بلند آواز سے) قراءت فرماتے۔[2]
وضاحت: نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساری رات نماز پڑھنے کا معمول نہیں تھا مگر کبھی کبھار ایسا بھی کر لیتے تھے جیسا کہ مذکورہ حدیث میں صبح تک نماز پڑھنے کا ذکر ہے یا سنن نسائی کے حوالے سے سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث پیچھے گزر چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی آیت پڑھتے پڑھتے صبح کی یا رمضان المبارک کے آخری عشرے کی راتوں میں ((أحيا ليلة)) "تمام شب عبادت کی۔" [3]

چنانچہ ساری رات جاگ کر عبادت کرنے کو معمول بنالینا اور اس پر ہمیشگی کرنا یا اکثر ایسا کرنا خلاف سنت ہے لیکن کبھی کبھار ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔[4]

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں نوافل ادا کرتے تو حجرے میں آپ کی قراءت سنائی دیتی تھی۔[5]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات باہر نکلے تو آپ نے دیکھا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ آہستہ قراءت سے نوافل پڑھ رہے ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نوافل میں اونچی آواز سے قراءت کر رہے ہیں۔ جب وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اے ابو بکر! رات میں آپ کے پاس سے گزرا، آپ پست آواز سے نوافل پڑھ رہے تھے۔" انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! جس (اللہ) سے میں سرگوشی کر رہا تھا اس تک میری آواز پہنچ رہی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: "رات کو میرا آپ کے پاس سے گزر ہوا،

] [1]صحيح] سنن النسائي، قيام الليل، حديث: 1639، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الفتن، حديث: 2175۔ امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 1830 میں اور امام ترمذی نے اسے حسن غریب صحیح کہا ہے۔ [2] [صحيح] جامع الترمذي، الصلاة، حديث: 449، وسنده صحيح، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، حديث: 1354۔ امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ سنن أبي داود، حديث: 1437۔ [3] صحيح البخاري، حديث: 2024۔ [4] صفة صلاة النبي صلى الله عليه وسلم s، ص: 105۔ [5] [حسن] سنن أبي داود، التطوع، حديث: 1327۔ اس کی سند حسن ہے۔

آپ اونچی آواز میں (قراءت کے ساتھ) نفل پڑھ رہے تھے۔" انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں سوئے ہوؤں کو بیدار کرنا چاہتا تھا (تاکہ وہ بھی تہجد پڑھیں) اور شیطان کو بھگانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ذرا اونچی آواز سے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ذرا نیچی آواز سے پڑھنے کا حکم دیا۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ شب کا معمول:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز شب کا معمول بتاتے ہوئے فرماتی ہیں: رمضان ہو تا یا غیر رمضان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات کی نماز بالعموم) گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ (پہلے) آپ چار رکعت پڑھتے تھے، ان رکعتوں کی خوبی اور لمبائی کچھ نہ پوچھو، پھر آپ چار رکعت پڑھتے، ان کی خوبی اور لمبائی کا (بھی) کچھ نہ پوچھو۔ پھر (آخر میں) آپ تین رکعت (وتر) پڑھتے۔[2]

قیام اللیل کا طریقہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بالعموم وتر پڑھنے کا طریقہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یوں بیان فرماتی ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء سے فجر تک گیارہ رکعتیں پڑھتے۔ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے اور ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بھی یہی تعلیم دی، چنانچہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رات کی نماز دو، دو رکعت ہے۔ جب صبح (صادق) ہو جانے کا خدشہ ہو تو ایک رکعت پڑھ لو۔ یہ (ایک رکعت، پہلی ساری) نماز کو طاق بنا دے گی۔" [4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وتر آخر رات میں ایک رکعت ہے۔" [5]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم رات کو نوافل پڑھنا شروع کرو تو پہلے دو ہلکی رکعتیں ادا کرو۔" [6]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کا قیام کیا۔ پہلے دو ہلکی رکعتیں پڑھیں، پھر دو طویل رکعتیں پڑھیں، بعد ازاں ان سے ہلکی دو طویل رکعتیں پڑھیں، پھر ان سے ہلکی دو طویل رکعتیں، اس کے بعد ان سے ہلکی دو طویل رکعتیں، پھر ان سے ہلکی دو طویل رکعتیں اور پھر ایک رکعت وتر پڑھا۔ یہ تیرہ رکعتیں ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دو رکعتیں پہلے

] [1]حسن] سنن أبي داود، التطوع، حديث: 1329، وسنده حسن، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1161 میں، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 656 میں، امام حاکم نے المستدرک: 1/310 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [2] صحيح البخاري، التهجد، حديث: 1147، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 738۔ [3] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 736(122)۔ [4] صحيح البخاري، الوتر، حديث: 990993، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 749۔ [5] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 752۔ [6] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 768۔

والی دو رکعتوں سے ہلکی ہوتی تھیں۔[1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (آخری) دو رکعتوں اور ایک رکعت کے درمیان (سلام پھیر کر) بات چیت بھی کرتے تھے۔[2]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو اور ایک رکعت میں سلام سے فصل (جدائی) کرتے۔[3]

یعنی تین وتر بھی اس طرح پڑھتے تھے کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے اور پھر اٹھ کر تیسری رکعت الگ پڑھتے تھے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وتر پڑھا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ (انھوں نے صحیح کام کیا) وہ فقیہ ہیں اور صحابی بھی۔[4]

امام مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فصل (وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر کر ایک رکعت الگ پڑھنے) والی احادیث زیادہ ثابت ہیں۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کبھی سات، کبھی نو اور کبھی گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔[5]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام اللیل سات رکعات سے تیرہ رکعات تک فرمایا ہے۔

[1]صحیح مسلم، صلاة المسافرین، حدیث: 765۔ [2] [صحیح] سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، حدیث: 1177، وھو حدیث صحیح، والمصنف لابن أبي شیبة: 2/291، حدیث: 6803، امام بوصیری نے اسے صحیح کہا ہے، نیز دیکھیے صحیح مسلم: 736، ترقیم دارالسلام: 1718، اور صحیح ابن حبان، الموارد: 678۔ [3] [صحیح] صحیح ابن حبان [الإحسان]: 2424، دوسرا نسخہ: 2433، وسندہ صحیح۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباري: 2/482 میں اسے قوی کہا ہے۔ [4] صحیح البخاري، فضائل أصحاب النبي صلی الله علیه وسلم ، حدیث: 3765,3764۔ [5] صحیح البخاري، التھجد، حدیث: 1139۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو (کل) تیرہ رکعات پڑھتے اور ان میں پانچ رکعات وتر پڑھتے تھے (اور ان پانچ وتروں میں) کسی رکعت میں (تشہد کے لیے) نہ بیٹھتے بس آخری رکعت میں بیٹھتے تھے۔[1]

معلوم ہوا کہ وتروں کی پانچوں رکعتوں کے درمیان تشہد کے لیے کہیں نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ پانچوں رکعتیں پڑھ کر قعدہ میں التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دینا چاہیے۔

تین وتروں کی قراءت:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت وتر میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی﴾ (سورۂ اعلیٰ) دوسری میں ﴿قُلْ یَآ أَیُّهَا الْکَافِرُونَ﴾ (سورۂ کافرون) اور تیسری میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ (سورۂ اخلاص) پڑھتے تھے۔[2]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک رات میں دوبار وتر پڑھنا جائز نہیں۔'' [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین وتر نہ پڑھو۔ پانچ یا سات وتر پڑھو اور مغرب کی مشابہت نہ کرو۔'' [4]

معلوم ہوا کہ وتر میں نماز مغرب کی مشابہت نہیں ہونی چاہیے۔ تین وتر پڑھنے ہوں تو ایک تشہد اور ایک سلام کے ساتھ یا پھر دو تشہد اور دو سلام کے ساتھ پڑھے جائیں۔ ان دونوں طریقوں میں مغرب کی نماز سے مشابہت نہیں ہوتی۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رات کی اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ۔'' [5]

اور فرمایا: ''وتر آخر رات میں ایک رکعت ہے۔'' [6]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص آخر رات میں نہ اٹھ سکے تو وہ اول شب وتر پڑھ لے اور جو آخر رات

[1]صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 737، یعنی انھی تیرہ رکعات میں پانچ رکعات وتر بھی شامل ہوتے۔ [2] [حسن] السنن الکبرٰی للبیهقي: 3/38، الصلاۃ، حدیث: 4856۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے المستدرک: 1/305 ,2/520 میں، اور امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 675 [وسندہ حسن] میں اسے صحیح کہا ہے۔ [3] [صحیح] سنن أبي داود، الوتر، حدیث: 1439، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1101 میں اور امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 671 میں اسے صحیح اور حافظ ابن حجر نے فتح الباري: 2/481 میں حسن کہا ہے۔ [4] [صحیح] سنن الدارقطني، الوتر: 2/27,25، حدیث: 2,1، وسندہ صحیح، امام حاکم اور امام ذہبی نے المستدرک: 1/304 میں، اور امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 680 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [5] صحیح البخاري، الصلاۃ، حدیث: 472، وصحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 751۔ [6] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: 752

میں اٹھ سکے، وہ آخر رات وتر پڑھے کیونکہ آخر رات کی نماز افضل ہے۔" [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول رات، رات کے وسط اور پچھلی رات، یعنی رات کے ہر حصے میں وتر پڑھے ہیں۔[2]

سعد بن ہشام رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے مومنوں کی ماں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں بتلائیں تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھتی تھی۔ پھر جب اللہ چاہتا آپ کو رات کے وقت اٹھاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرتے اور وضو کرتے اور نو رکعات نماز (وتر) پڑھتے۔ (سات رکعتوں میں "التحیات" نہ بیٹھتے بلکہ) آٹھویں رکعت کے بعد قعدے میں بیٹھتے، پس اللہ کو یاد کرتے، اس کی تعریف کرتے اور دعا مانگتے۔ پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے، پھر نویں رکعت پڑھتے اور (اس کے بعد آخری قعدے میں) بیٹھ جاتے اور اللہ کو یاد کرتے اور اس کی تعریف کرتے اور اس سے دعا مانگتے، پھر سلام پھیرتے اور ہمیں سلام کی آواز سناتے، پھر بیٹھے بیٹھے دو رکعتیں پڑھتے۔ یوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات ادا فرماتے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بیٹا! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی عمر کو پہنچے اور جسم بھاری ہو گیا تو آپ سات رکعات وتر پڑھتے تھے اور بعد میں دو رکعتیں بھی پڑھتے، یوں نو رکعات ہو جاتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند کرتے تھے کہ اپنی نماز پر ہمیشگی کریں۔ جب نیند یا بیماری کا غلبہ ہوتا اور رات کو قیام نہ کر سکتے تو دن میں بارہ رکعات نفل پڑھتے اور میں نہیں جانتی کہ آپ نے ایک رات میں پورا قرآن پڑھا ہو یا ساری رات نماز پڑھی ہو یا رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں پورا مہینہ روزے رکھے ہوں۔[3] اس حدیث شریف سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک یہ کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک سلام کے ساتھ) نو وتر پڑھے اور سات بھی۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعتوں کے بعد التحیات نہیں بیٹھتے تھے بلکہ صرف آٹھویں رکعت میں تشہد پڑھتے اور سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے اور پھر آخری طاق رکعت کے آخر میں حسب معمول تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیتے تھے۔

[1]صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 755۔ [2] صحيح البخاري، الوتر، حديث: 996، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 745۔ [3] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 746۔

وتروں کے سلام کے بعد کی دعا:

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتروں سے سلام پھیر کر تین بار یہ کلمہ پڑھتے اور آخری دفعہ آواز کو بھی بلند فرماتے: سُبْحانَ الملِكِ القُدُّوسِ "پاک ہے بادشاہ، نہایت پاک۔" [1]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اگر کوئی شخص وتر پڑھنے سے سویا رہے (پچھلی رات اٹھ نہ سکے) یا وتر پڑھنا بھول جائے تو اسے جب یاد آئے وتر پڑھ لے۔" [2]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص رات کا وظیفہ یا اس کا کچھ حصہ پڑھنے سے سویا رہا (اور اٹھ نہ سکا)، پھر اسے نماز فجر سے ظہر کے درمیان ادا کر لیا تو اسے رات ہی کے وقت میں ادا کرنے کا ثواب مل گیا۔" [3]

ہمیں اپنا وظیفہ پورا کرنا چاہیے کیونکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے، چاہے وہ تھوڑا ہی ہو۔[4]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے فرمایا: "اے عبد اللہ! تم فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا جو رات کو قیام کرتا تھا، پھر اس نے رات کا قیام چھوڑ دیا۔" [5]

دعائے قنوتِ وتر:

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((اَنَّ رسولَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم کانَ یوتِرُ بثلاثِ رَکعاتٍ ویقنتُ قبلَ الرُّکوعِ))
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھتے اور دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔" [6]

وتر میں رکوع کے بعد قنوت کی تمام روایات ضعیف ہیں اور جو روایات صحیح ہیں، ان میں یہ صراحت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع کے بعد والا قنوت، قنوت وتر تھا یا قنوت نازلہ، لہٰذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ وتر میں قنوت، رکوع

] [1]صحیح] سنن أبي داود، الوتر، حديث: 1430، وهو حديث صحيح، وسنن النسائي، قيام الليل، حديث: 1733۔ امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 677 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [2] [صحیح] سنن أبي داود، الوتر، حديث: 1431، وسنده صحيح، امام حاکم اور حافظ ذہبی نے المستدرک: 1/302 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [3] صحیح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 747۔ [4] صحيح البخاري، الرقاق، حديث: 6465,6464، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 782۔ [5] صحيح البخاري، التهجد، حديث: 1152۔ [6] [صحیح] سنن النسائي، قيام الليل، حديث: 1700، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، حديث: 1182، وهو حديث صحيح، اسے ابن السکن نے صحیح کہا ہے۔

سے پہلے کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے اندر دو ستونوں کے درمیان لٹکی ہوئی رسی دیکھی تو پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' لوگوں نے کہا: یہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے۔ وہ (رات کو نفل) نماز پڑھتی رہتی ہیں، پھر جب سست ہو جاتی ہیں یا تھک جاتی ہیں تو اس رسی کو تھام لیتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے کھول دو، ہر شخص اپنی نشاط اور چستی کے مطابق نماز پڑھے، پھر جب سست ہو جائے یا تھک جائے تو آرام کرے۔'' [1]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اتنا ہی عمل اختیار کرو جس قدر تمھیں طاقت ہو۔ اللہ کی قسم! اللہ ثواب دینے سے نہیں تھکتا لیکن تم عمل کرنے سے تھک جاؤ گے۔''[2]

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ کلمات سکھائے تاکہ میں انھیں قنوت وتر میں کہوں:

اللهمَّ اهدِني فيمن هديتَ وعافِني فيمن عافيتَ وتولَّني فيمن تولَّيتَ وبارِكْ لي فيما أعطيتَ وقِني شرَّ ما قضيتَ إنك تَقضي ولا يُقضى عليك وإنه لا يَذِلُّ من واليتَ [ولا يعِزُّ من عاديتَ]

تبارکتَ ربَّنا وتعالیتَ ''اے اللہ! مجھے ہدایت دے کر ان لوگوں کی جماعت میں شامل فرما جنھیں تو نے رشد و ہدایت سے نوازا ہے اور مجھے عافیت دے کر ان لوگوں میں شامل فرما جنھیں تو نے عافیت بخشی ہے اور جن لوگوں کو تو نے اپنا دوست بنایا ہے، ان میں مجھے بھی شامل کر کے اپنا دوست بنا لے۔ جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا ہے، اس میں میرے لیے برکت ڈال دے اور جس شر و برائی کا تو نے فیصلہ فرمایا ہے، اس سے مجھے محفوظ رکھ۔ یقینا تو ہی فیصلہ صادر فرماتا ہے، تیرے خلاف فیصلہ صادر نہیں کیا جا سکتا

اور جس کا تو والی بنا، وہ کبھی ذلیل وخوار اور رسوا نہیں ہو سکتا اور وہ شخص عزت نہیں پا سکتا جسے تو دشمن کہے۔ ہمارے پروردگار! تو (بڑا) ہی برکت والا اور بلند وبالا ہے۔"[3]

[1]صحيح البخاري، التهجد، حديث: 1150، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 784۔ [2] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 785۔ [3] [صحيح] سنن أبي داود، الوتر، حديث: 1426,1425، وهو حديث صحيح، وجامع الترمذي، الوتر، حديث: 464، امام ترمذی نے اسے حسن اور امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1095 میں صحیح کہا ہے۔

تنبیہات

☆ دعائے قنوت وتر میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں کوئی مرفوع روایت نہیں ہے، البتہ مصنف ابن ابی شیبہ (2/ 101 في رفع اليدين في قنوت الوتر) میں بعض آثار ملتے ہیں۔ اس لیے ہاتھ اٹھا کر یا ہاتھ اٹھائے بغیر، دونوں طریقوں سے قنوت وتر کی دعا پڑھنا صحیح ہے۔[1]

* رَبَّنا وتَعالَيتَ کے بعد ((نستغفِرُك ونتوبُ إليك)) کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں موجود نہیں، بلکہ محض یہ بعض علماء کی طرف سے اضافہ ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک آدمی کو چھینک آئی تو اس نے الحمدُ للّٰهِ و الصلاةُ والسَّلامُ على رسولِ اللّٰهِ کہا، یہ سن کر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: میں بھی الحمدُ للّٰهِ و الصلاةُ والسَّلامُ على رسولِ اللّٰهِ کہہ سکتا ہوں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ہمیں یہ تعلیم نہیں دی بلکہ یہ فرمایا ہے کہ چھینک آنے پر الحمدُ للّٰهِ على كلِّ حالٍ پڑھا جائے۔"[2]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَن أَحدَثَ في أمرِنا هذا ما ليسَ منه فَهو رَدٌّ))

"جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی ایسی بات شامل کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔" [3]

معلوم ہوا کہ مسنون اذکار اور دعاؤں میں اپنی طرف سے کسی قسم کا اضافہ نہیں کرنا چاہیے۔ صحیح ابن خزیمہ (حدیث: 1100) میں سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان میں قیام اللیل کراتے اور قنوت میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے تھے، لہٰذا قنوتِ وتر کے آخر میں صلَّی اللہُ علی النبيّ پڑھنا درست ہے۔

[1] بعض ائمہ کے اقوال کے لیے دیکھیے تحفة الأحوذي: 2/486۔ [2] [حسن] جامع الترمذي، الأدب، حديث: 2738، وسنده حسن، امام حاکم اور امام ذہبی نے المستدرک: 4/266,265 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [3] صحيح البخاري، الصلح، حديث: 2697، وصحيح مسلم، الأقضية، حديث: 1718، نیز دیکھیے جزء لوین: 71 بلفظ 'من أحدث في ديننا ماليس فيه فهو رد' وسنده صحيح۔

دعائے قنوتِ نازلہ:

کفار کے ساتھ جنگ، مسلمانوں پر آمدہ مصیبت اور غلبۂ کفار کے وقت دعائے قنوت پڑھنی چاہیے۔ اسے قنوت نازلہ کہتے ہیں۔ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں (رکوع کے بعد) قنوت کرتے اور یہ دعا پڑھتے تھے:

اللّٰهُمَّ اغفِر لَنا وَلِلمُؤمنينَ، والمُؤمِناتِ والمسلِمينَ والمُسلِماتِ، وأَلِّف بينَ قلوبِهِم وأَصلِح ذاتَ بينِهِم، وانصُرهم على عدوِّكَ وعدوِّهم، اللّٰهمَّ العَن كفرَةَ أَهْلِ الكِتابِ الَّذينَ يصدُّونَ عَن سبيلِكَ ويُكَذِّبونَ رُسُلَكَ، ويقاتِلونَ أولياءَكِ، اللّٰهمَّ خالِف بينَ كلِمتِهِم، وزَلزِلْ أقدامَهُم، وأنزِلْ بِهِم بأسَكَ الَّذي لا تردُّهُ عنِ القومِ المُجرمينَ

”اے اللہ! ہمیں اور تمام مومن مردوں، مومن عورتوں، مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دے اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دے۔ ان کی آپس میں اصلاح فرما دے۔ اپنے اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرما۔ الٰہی! اہل کتاب کے کافروں پر اپنی لعنت فرما جو تیری راہ سے روکتے، تیرے رسولوں کو جھٹلاتے اور تیرے دوستوں سے لڑتے ہیں۔ الٰہی! ان کے درمیان پھوٹ ڈال دے، ان کے قدم ڈگمگا دے اور ان پر اپنا وہ عذاب نازل فرما جو تو مجرم قوم سے نہیں ٹالتا۔“ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کافروں پر بددعا یا مسلمانوں کے لیے نیک دعا کا ارادہ فرماتے تو آخری رکعت کے رکوع کے بعد سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ کہنے کے بعد اونچی آواز سے دعا فرماتے۔ [2]

(قنوتِ نازلہ میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک پانچوں نمازوں میں رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے پیچھے آمین کہتے تھے۔[4]

] [1]صحیح] السنن الکبرٰی للبیهقي، الصلاة: 2/211,210، حدیث: 3143۔ امام بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے۔ اس کی سند قوی ہے کیونکہ ابن جریج کی عطاء بن ابی رباح سے روایت قوی ہوتی ہے۔ [2] صحیح البخاري، التفسیر، حدیث: 4560,4559، وصحیح مسلم، المساجد، حدیث: 675۔ [3] [صحیح] مسند أحمد: 3/137، حدیث: 12402، یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ [4] [حسن] سنن أبي داود، الوتر، حدیث: 1443۔ امام حاکم نے المستدرک: 1/226,225 میں، حافظ ذہبی نے اور امام ابن خزیمہ نے حدیث: 618 میں اسے صحیح کہا ہے۔ اس روایت کی سند حسن ہے۔ یزید نے ہلال بن خباب سے اس کے اختلاط سے پہلے سنا ہے۔

قیامِ رمضان :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو قیام رمضان کی التزاماً رغبت دلاتے اور فرماتے تھے:

((مَن قامَ رمضانَ إيمانًا واحتِسابًا غُفِرَ لَهُ ما تقدَّمَ من ذنبِهِ))

"جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔" [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین راتیں باجماعت قیام رمضان کیا:

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (رمضان المبارک کے) روزے رکھے۔ (شروع میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ مہینے میں سے ایک دن بھی قیام نہ کیا یہاں تک کہ 23 ویں رات کو آپ نے ہمیں قیام رمضان کرایا، پھر آپ نے 24 ویں رات چھوڑ کر 25 ویں رات کو، پھر 26 ویں رات چھوڑ کر 27 ویں شب کو اپنے اہل خانہ اور اپنی خواتین سمیت سب لوگوں کو جمع کر کے قیام کیا۔ اور فرمایا: "جو شخص امام کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کرتا ہے، اس کے لیے پوری رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔" [2]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تین رات کے بعد) فرمایا: "میں نے دیکھا ہے کہ تمھارا معمول برابر قائم ہے تو مجھے خطرہ لاحق ہوا مبادا تم پر (یہ نماز) فرض کر دی جائے (اس لیے میں گھر سے نہیں نکلا) چنانچہ تم اپنے اپنے گھروں میں (رمضان کی راتوں کا) قیام کرو۔ آدمی کی نفل نماز گھر میں افضل ہوتی ہے۔" [3]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہی امام کے پیچھے باجماعت قیام رمضان (دوبارہ) شروع کرایا مگر یہ بھی فرمایا: رات کا آخری حصہ جس میں لوگ سو جاتے ہیں، رات کے ابتدائی حصے سے بہتر ہے جس میں لوگ قیام کرتے ہیں۔[4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شب قیام رمضان کرانے کے بعد لوگوں سے فرمایا:"تم اپنے گھروں میں پڑھا کرو۔" امام زہری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی یہی طریقہ جاری رہا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں بھی اسی پر عمل ہوتا رہا، (پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک

[1]صحيح البخاري، صلاة التراويح، حديث: 2009، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 759۔ [2] [صحيح] سنن أبي داود، شهر رمضان، حديث: 1375، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الصوم، حديث: 806۔ امام ترمذی نے، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 919 میں اور امام ابن خزیمہ نے حديث: 2206 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [3] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 731، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: 781۔ [4] صحيح البخاري، صلاة التراويح، حديث: 2010۔

امام کے پیچھے پڑھنے کا طریقہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت تھا اور بوجۂ خوفِ فرضیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے رمضان اختیار نہیں فرمایا تھا، پھر سے جاری فرمایا۔)[1]

وضاحت:

اس طریقے پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد ساری امت کا عمل رہا اور جس چیز کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مجموعی تائید حاصل ہو جائے، وہ بدعت نہیں ہوا کرتی، نیز اجماع امت کی وجہ سے بھی یہ طریق عمل بدعت نہیں ہے، ویسے بھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن کی سنت اختیار کرنے کا حکم خود نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں۔[2] لہٰذا جب کسی خلیفۂ راشد کی سنت کو دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قبول کر لیں تو وہ باقی امت کے لیے حجت بن جاتی ہے۔ اس لحاظ سے پورے رمضان میں قیام اللیل کا باجماعت اہتمام بدعت نہیں ہے۔ دراصل سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جو بدعت کہا ہے تو اس سے مراد بدعت کے لغوی معنی ہیں۔ لیکن افسوس کہ بعض لوگ اپنی بدعات کو جائز

ٹھہرانے کرنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بدعتی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے۔ آمین! دراصل بدعت وہ کام ہوتا ہے جس کی اصل اور دلیل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود نہ ہو جبکہ تراویح باجماعت کی دلیل سنت میں موجود ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے مہینے میں اسے باجماعت ادا نہیں کیا تو اس میں آپ کو یہ خدشہ لاحق تھا کہ مبادا اسے فرض قرار دے دیا جائے، اور اب یہ خدشہ آپ کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو گیا ہے، اس لیے پورا مہینہ تراویح باجماعت کا اہتمام بلاشبہ مشروع ہے۔

. دائمی سنتوں میں تیسری قسم نمازِ چاشت ہے

1. نمازِ چاشت سنتِ موکدہ ہے

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اسے پڑھتے رہے، اور آپ نے اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا تاکیدی حکم دیا، اور ایک آدمی کو تاکیدی حکم پوری امت کیلئے تاکیدی حکم ہوتا ہے، الا یہ کہ کسی شخص کیلئے اس کے خاص ہونے کی دلیل ثابت ہو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

(أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ صلى الله عليه وس7لم بِثَلاَثٍ [لاَ أَدَعُهُنَّ حَتّٰى أَمُوْتَ] ، صِيَامِ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ، وَرَكْعَتَيْ الضُّحٰى ، وَأَنْ أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ)

" مجھے میرے خلیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کا تاکیدی حکم دیا ہے، جنہیں میں مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا، ہر مہینے میں تین دن کے روزے، چاشت کی دو رکعات، اور یہ کہ میں نمازِ وتر سونے سے پہلے پڑھوں۔"[البخاری: ۱۹۸۱، ۱۱۷۸، مسلم: ۷۲۱] اور بعینہ یہی وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو بھی فرمائی۔[مسلم : ۷۲۲]

اور میں نے امام عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا کہ " یہ دونوں صحیح حدیثیں اس بات کی قطعی دلیل ہیں کہ نمازِ چاشت سنتِ موکدہ ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی ایک شخص کو کسی عمل کا تاکیدی حکم دیں تو وہ پوری امت کیلئے ہوتا ہے، اور وہ صرف اس شخص کیلئے خاص نہیں ہوتا، الا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی عمل کے متعلق خود فرمائیں کہ یہ حکم

تمہارے لئے ہی خاص ہے تو وہ یقینا خاص ہو گا، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم عام ہوتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر ہمیشہ عمل نہ کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ مسنون نہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات ایک عمل شروع کرتے تاکہ اس کا مسنون ہونا ثابت ہو جائے، اور پھر اسے چھوڑ دیتے تاکہ یہ ثابت ہو کہ وہ واجب نہیں۔[یہ بات انہوں نے بلوغ المرام کی حدیث: ۴۱۵ کی شرح کے دوران بیان کی] اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مذکورہ احادیث ذکر کرنے کے بعد اسی بات کو ترجیح دی ہے کہ نمازِ چاشت سنتِ مؤکدہ ہے۔

[شرح صحیح مسلم: ۵/۲۳۷، نیز دیکھئے: فتح الباری: ۳/۵۷]

لہٰذا درست یہ ہے کہ نمازِ چاشت پر ہمیشگی کرنا سنتِ مؤکدہ ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تاکیدی حکم دیا، اور اس کی فضیلت کو بیان فرمایا، اور خود اس پر عمل کیا، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب یہ سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ چاشت کی کتنی رکعات پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: چار رکعات پڑھتے تھے، اور کبھی کبھی زیادہ بھی پڑھ لیتے جتنی اللہ چاہتا۔[مسلم: ۷۱۹]

تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی نفی بھی مروی ہے، چنانچہ وہ بیان کرتی ہیں کہ

(مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم يُصَلِّيْ سُبْحَةَ الضُّحٰى قَطُّ ، وَإِنِّيْ لَأُسَبِّحُهَا ، وَإِنْ كَانَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَّعْمَلَ بِهِ خَشْيَةَ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ)

ترجمہ: '' میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ چاشت پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا، لیکن میں خود پڑھتی ہوں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عمل کو ' باوجودیکہ آپ اسے جاری رکھنا پسند فرماتے ' صرف اس لئے ترک کر دیتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ بھی اس پر عمل کرنا شروع کر دیں اور پھر وہ ان پر فرض کر دیا جائے۔''[البخاری: ۱۲۲۸، مسلم: ۷۱۸]اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ چاشت پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے کہا:

(لاَ إِلاَّ أَنْ يَجِيْئَ مِنْ مَغِيْبَةٍ) '' نہیں، الا یہ کہ آپ کچھ عرصہ باہر رہے ہوں تو واپس آکر اسے پڑھتے تھے'' [مسلم: ۷۱۷]لیکن اثبات اور نفی میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ انہوں نے نمازِ چاشت کا اثبات اُس خبر کی بنیاد پر کیا جو کہ ان تک پہنچی

تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعات پڑھتے تھے، اور انہوں نے نفی اپنے نہ دیکھنے کی کی ہے، یعنی انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ چاشت پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا تھا الا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر رہنے کے بعد واپس آئے ہوں تو تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز پڑھتے تھے، اور جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اپنے فعل کا تعلق ہے کہ وہ چاشت کی نماز پڑھتی تھیں، تو یہ اس بناء پر تھا کہ انہیں نمازِ چاشت کی فضیلت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پہنچ چکی تھیں، اور دوسرا یہ کہ انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نمازِ چاشت پڑھتے تھے۔[سبل السلام : ۳/۶۰]

" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں محض اتنی بات ہے کہ انہوں نے اپنے علم کے مطابق خبر دی ہے، جبکہ ان کے علاوہ دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نمازِ چاشت سنتِ موکدہ ہے اور اس پر ہمیشگی کرنی چاہئیے، اور جس کو علم حاصل ہے وہ حجت ہے اس پر جس کو علم حاصل نہیں، خاص طور پر یہ بات مد نظر رہے کہ نمازِ چاشت ان اوقات میں نہیں پڑھی جاتی کہ جن میں عموماعورتوں کے ساتھ خلوت ہوتی ہے۔"

[نیل الأوطار: ۲/۲۵۶]

اور میں نے امام عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ سے بلوغ المرام کی حدیث: ۴۱۵۔۴۱۷ کی شرح کے دوران سنا تھا کہ ان روایات میں تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلے اس نماز کے اثبات کی خبر دی، پھر شاید وہ بھول گئیں، یا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے پہلے نفی کی ہو، پھر انہیں یاد آگیا ہو، بہر حال اثبات نفی پر حجت ہے، جیسا کہ اثبات اور نفی اگر الگ الگ صحابی سے مروی ہوتے تو ثابت کرنے والے کو نفی کرنے والے پر مقدم کیا جاتا۔

2. نمازِ چاشت کی فضیلت

پہلی حدیث: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ ، فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ ، وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ ، وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ ، وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى)

ترجمہ: " تم میں سے ہر شخص کے ہر جوڑ پر ہر دن صدقہ کرنا ضروری ہے، پس ہر

(سبحان اللہ) صدقہ ہے، اور ہر (الحمد للہ) صدقہ ہے، اور ہر (لا إلہ إلا اللہ) صدقہ ہے، اور ہر (اللہ اکبر) صدقہ ہے، اور نیکی کا ہر حکم صدقہ ہے، اور برائی سے روکنا صدقہ ہے، اور ان سب سے چاشت کی دو رکعات ہی کافی ہو جاتی ہیں۔" [مسلم: ۷۲۰]دوسری حدیث: حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(فِيْ الْإِنْسَانِ ثَلَاثُمِائَةٍ وَّسِتُّوْنَ مِفْصَلاً ، فَعَلَيْهِ أَنْ يَّتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مِفْصَلٍ بِصَدَقَةٍ)

ترجمہ: " ہر انسان میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، اور اس پر لازم ہے کہ وہ ہر جوڑ کی جانب سے ایک صدقہ کرے" صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے نبی! کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

(اَلنَّخَاعَةُ فِيْ الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا ، وَالشَّيْئُ تُنْحِيْهِ عَنِ الطَّرِيْقِ ، فَإِنْ لَّمْ تَجِدْ فَرَكْعَتَا الضُّحٰى تُجْزِئُكَ)

ترجمہ: " مسجد میں پڑی تھوک کو دفن کر دو، اور راستے پر پڑی چیز کو ہٹا دو، اگر تم یہ نہ پاؤ تو چاشت کی دو رکعتیں کافی ہو جائیں گی " [ابو داؤد: ۵۲۴۲، احمد: ۵/۳۵۴۔] اور انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہونے کا ثبوت حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ملتا ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

(إِنَّهُ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِيْ آدَمَ عَلٰى سِتِّيْنَ وَثَلَاثِمِائَةِ مِفْصَلٍ ۔۔۔۔) [مسلم : ۱۰۰۷]

ترجمہ: " بنی آدم میں سے ہر انسان کی خلقت تین سو ساٹھ جوڑوں پر کی گئی ہے۔۔۔"

تیسری حدیث: حضرت نعیم بن همار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : يَا ابْنَ آدَمَ ! لَا تُعْجِزْنِيْ مِنْ أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ فِيْ أَوَّلِ النَّهَارِ ، أَكْفِكَ آخِرَهُ)

ترجمہ: " اللہ تعالی فرماتا ہے: اے ابن آدم! تم دن کے اول حصے میں چار رکعات مت چھوڑو، میں دن کے آخری حصے میں تمہیں کافی ہو جاؤنگا" [ابو داؤد: ۱۲۸۹۔ وصححہ شیخ ناصر الدین] چوتھی حدیث: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت

ابوذر رضی اللہ عنہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: (اِبْنَ آدَمَ ! اِرْكَعْ لِيْ أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ ، أَكْفِكَ آخِرَهُ)

ترجمہ: '' اے ابن آدم! تم دن کے اول حصے میں چار رکعات پڑھا کرو، میں دن کے آخری حصے میں تمہیں کافی ہو جاؤنگا۔'' [الترمذی:۴۷۵۔ وصححہ شیخ ناصر الدین] پانچویں حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ فجر کے بعد مسجد میں بیٹھے رہنے اور سورج کے بلند ہونے کے بعد نمازِ چاشت کے پڑھنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ صَلّٰى الْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ ، ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ، كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ)

ترجمہ: '' جس شخص نے نمازِ فجر باجماعت ادا کی، پھر طلوعِ آفتاب تک بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہا، پھر دو رکعتیں پڑھیں، تو اسے یقینی طور پر مکمل حج وعمرہ کا ثواب ملے گا۔'' [الترمذی: ۵۸۶۔ وصححہ شیخ ناصر الدین، اور میں نے امام ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ انہوں نے اسے حسن قرار دیا]

اور یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد اپنی جائے نماز پر بیٹھے رہتے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو کر بلند ہو جاتا۔[مسلم: ۶۷۰ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ]

3. نمازِ چاشت کا وقت

ایک نیزے کے برابر سورج کے بلند ہونے سے لے کر زوالِ آفتاب سے کچھ پہلے تک جاری رہتا ہے، تاہم بہتر یہ ہے کہ اسے سورج کی دھوپ کی گرمی کے وقت پڑھا جائے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(صَلاَةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ) [مسلم : ۷۴۸]

ترجمہ: '' اوابین کی نماز اس وقت پڑھی جائے جب دھوپ سخت گرم ہو جائے۔''

لہذا جو شخص اسے نیزے کے برابر سورج کے بلند ہونے کے بعد پڑھے اس پر کوئی حرج نہیں، اور جو اسے سخت گرمی کے وقت زوال کا ممنوع وقت شروع ہونے سے پہلے پڑھے تو وہ زیادہ بہتر ہے۔[مجموع فتاوی ابن باز: ۱۱/ ۳۹۵]

4. نمازِ چاشت کی کم از کم رکعات دو ہیں

اور زیادہ سے زیادہ رکعات کی کوئی حد نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات کے پڑھنے کا تاکیدی حکم دیا ہے اور اس کی فضیلت بھی بیان فرمائی ہے، جیسا کہ اس حوالے سے چند احادیث پہلے گذر چکی ہیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا ذکر بھی سابقہ سطور میں کیا جا چکا ہے، جس میں یہ ہے کہ جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ چاشت کی کتنی

رکعات پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: چار رکعات پڑھتے تھے، اور کبھی کبھی زیادہ بھی پڑھ لیتے جتنی اللہ چاہتا۔[مسلم: ۷۱۹] جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ چاشت کی چھ رکعات پڑھیں۔[الطبرانی فی الأوسط: ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، الترمذی فی الشمائل: ۲۴۵، وصححہ شیخ ناصر الدین فی الإرواء: ۴۶۳] اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن سورج کے بلند ہونے کے بعد ان کے گھر میں آٹھ رکعات پڑھیں، اور ان کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی ہلکی نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا، تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع وسجود مکمل کرتے تھے۔[البخاری: ۱۱۰۳، مسلم: ۳۳۶] اور حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ نمازِ چاشت کی زیادہ سے زیادہ رکعات کی کوئی تعداد متعین نہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۔۔ صَلِّ صَلاَةَ الصُّبْحِ ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلاَةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ، ثُمَّ صَلِّ فَإِنَّ الصَّلاَةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ ، حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلاَةِ فَإِنَّ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ ۔۔۔)

ترجمہ: " تم فجر کی نماز پڑھنے کے بعد نماز پڑھنا بند کر دو یہاں تک کہ سورج طلوع ہو کر بلند ہو جائے، کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے، اور اسی وقت کفار اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں، پھر نماز پڑھو کیونکہ اس وقت نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ جب (سورج آسمان کے عین وسط تک پہنچ جائے اور) تیر کا سایہ بالکل سیدھا کھڑا ہو (نہ دائیں ہو اور نہ بائیں)، تو اس وقت نماز نہ پڑھو کیونکہ عین اسی وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے۔"[مسلم: ۸۳۲] اور سنن ابی داؤد میں اس کے

الفاظ یوں ہیں: " ۔۔۔ پھر نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے اور وہ ایک تیر یا دو تیروں کے برابر اونچا چلا جائے" [ابو داؤد: ۱۲۷۷]

تیسری قسم: نماز نفل کی تیسری قسم عمومی نفل نماز ہے،

جو کہ دن اور رات میں ہر وقت مشروع ہے سوائے ممنوعہ اوقات کے۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) نماز تہجد

1. تہجد کا مفہوم:

لفظ تہجد "ہجد" سے ہے، اور اس کا معنی ہے رات کے وقت سونا اور پھر اٹھ کر نماز پڑھنا، اور متہجد اس شخص کو کہتے ہیں جو نیند سے بیدار ہو کر نماز کیلئے کھڑا ہو جائے۔[لسان العرب: ۴۳۲/۳، القاموس المحیط: ۴۱۸]

2. نمازِ تہجد سنت مؤکدہ ہے

اور کتاب اللہ، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ اور نمازِ تہجد کی عظمت کی بناء پر اللہ تعالی نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا:

﴿ يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۞ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۞ نِّصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۞ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ﴾ [المزمل: ۱-۴]

ترجمہ: " اے کپڑا اوڑھنے والے! رات کا تھوڑا حصہ چھوڑ کر باقی قیام کیجئے، رات کا آدھا حصہ یا اس سے کچھ کم کر لیجئے، اس سے زیادہ کیجئے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کیجئے۔"

اسی طرح فرمایا: ﴿ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ﴾ [الإسراء: ۷۹]

ترجمہ: ” اور رات کو تہجد ادا کیجئے، یہ آپ کیلئے زائد کام ہے، ممکن ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کر دے۔“

نیز فرمایا: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنزِيلًا ۝ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا﴾ [الإنسان : ٢٣-٢٦]

ترجمہ: ” ہم نے ہی آپ پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے، لہذا آپ اپنے رب کے حکم کے مطابق صبر کیجئے، اور ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ مانیئے، اور صبح و شام اپنے رب کا نام ذکر کیجئے، اور رات کو بھی اس کے حضور سجدہ کیجئے، اور رات کے طویل اوقات میں اس کی تسبیح کیجئے۔“

اور فرمایا: ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ﴾ [ق : ٤٠]

ترجمہ: ” اور رات کو اور سجدے کے بعد بھی اس کی تسبیح کیجئے“

اور دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا: ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ﴾ [الطور : ٤٩]

ترجمہ: ” اور رات کو اس کی تسبیح کیجئے اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی۔“

نیز فرمایا: ﴿يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ﴾ [آل عمران : ١١٣]

ترجمہ: ” وہ رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے اور سجدہ ریز رہتے ہیں۔“ اسی طرح اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ﴾ [آل عمران : ١٧]

ترجمہ: ” اور رات کے آخری حصے میں استغفار کرنے والے ہیں۔“

3. رات کے قیام کی فضیلت انتہائی عظیم ہے کیونکہ:

1. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اتنا اہتمام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آجاتا، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو (اتنا طویل) قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پھٹنے لگتے، میں عرض کرتی، اے اللہ

کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالی نے آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف فرما دی ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے:

(أَفَلاَ أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا)

"کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں؟" [البخاري: ۴۸۳۷، مسلم: ۲۸۲۰]

اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا لمبا قیام فرمایا کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم ہو گیا، آپ سے کہا گیا کہ اللہ تعالی نے آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کر دی ہیں، پھر بھی آپ اتنا لمبا قیام کرتے ہیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(أَفَلاَ أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا) "کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں؟" [البخاري: ۴۸۳۶، مسلم: ۲۸۱۹]

اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے چند اشعار میں آپ کے قیام کی کیفیت یوں بیان کی:

وفينا رسول الله يتلو كتابه إذا انشق معروف من الفجر ساطع

يبيت يجافي جنبه عن فراشه إذا استثقلت بالكافرين المضاجع

ترجمہ: " اور ہم میں ایک ایسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اس وقت کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں جب صبح صادق کی روشنی پھیلتی ہے، اور آپ رات اس حالت میں گذارتے ہیں کہ آپ کا پہلو بستر سے دور رہتا ہے، جبکہ کافر اس وقت اپنی گہری نیند میں مست ہوتے ہیں۔" 2. نمازِ تہجد دخولِ جنت کے بڑے اسباب میں سے ایک ہے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ بڑی تیزی کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے (اور آپ کا استقبال کیا)، اور ہر جانب یہ آواز لگائی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں، چنانچہ میں بھی لوگوں میں شامل ہو گیا تا کہ آپ کو دیکھ سکوں، پھر جب میں نے آپ کا چہرۂ انور دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا، اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سب سے پہلی حدیث سنی وہ یہ تھی:

(يٰا أَيُّهَا النَّاسُ ! أَفْشُوْا السَّلاَمَ ، وَأَطْعِمُوْا الطَّعَامَ ، وَصِلُوْا الْأَرْحَامَ ، وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ ، تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ بِسَلاَمٍ)

ترجمہ: " اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، اور رات کو اس وقت نماز پڑھا کرو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، (اگر یہ کام کروگے تو) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔" [ابن ماجہ: ۱۳۳۴، ۳۲۵۱، الترمذی: ۲۴۸۵، ۱۹۸۴ والحاکم: ۱۳/۳، واحمد: ۴۵۱/۵۔ وصححه شیخ ناصر الدین فی الصحیحة : ۵۶۹ وإرواء الغلیل: ۲۳۹/۳]

اور کسی شاعر نے کیا خوب کہاہے:

ألهتک لذة نومة عن خير عيش مع الخيرات فی غرف الجنان

تعيش مخلدا لا موت فيها وتنعم فی الجنان مع الحسان

تيقظ من منامک إن خيرا من النوم التهجد بالقرآن

ترجمہ: " تجھے نیند کی لذت نے اس بہترین زندگی سے غافل کر دیا ہے جو جنت کے بالا خانوں میں خوب سیرت عورتوں کے ساتھ ہوگی، تم وہاں ہمیشہ رہو گے، اور وہاں موت نہیں آئے گی، اور تم جنت میں خوبصورت عورتوں کے ساتھ عیش کروگے، (لہذا) اپنی نیند سے بیدار ہو جاؤ، کیونکہ نمازِ تہجد میں قرآن پڑھنا سونے سے کہیں بہتر ہے۔" [قیام اللیل للمروزی: ۹۰، التہجد وقیام اللیل لابن ابی الدنیا: ۳۱۷]

3. قیام اللیل جنت کے بالا خانوں میں درجات کی بلندی کا ایک سبب ہے، جیسا کہ حضرت ابو مالک الأشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّ فِيْ الْجَنَّةِ غُرَفًا يُرٰى ظَاہِرُہَا مِنْ بَاطِنِهَا ، وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاہِرِہَا ، أَعَدَّہَا اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ ، وَأَلاَنَ الْكَلاَمَ ، وَتَابَعَ الصِّيَامَ ، وَأَفْشَى السَّلاَمَ ، وَصَلّٰى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ)

ترجمہ: " بے شک جنت میں ایسے بالا خانے ہیں کہ جن کا بیرونی منظر اندر سے اور اندرونی منظر باہر سے دیکھا جا سکتا ہے، انھیں اللہ تعالی نے اس شخص کیلئے تیار کیا ہے جو کھانا کھلاتا ہو، بات نرمی سے کرتا ہو، مسلسل روزے رکھتا ہو، اور رات کو اس وقت نماز پڑھتا ہو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔"

[احمد: ۵/۳۴۳، ابن حبان(موارد الظمآن) : ۶۴۱، الترمذی(عن علی رضی اللہ عنہ) : ۲۵۲۷، وحسنہ شیخ ناصر الدین فی صحیح سنن الترمذی و صحیح الجامع: ۲۱۱۹]

4. قیام اللیل پر ہیشگی کرنے والے متقین اور محسنین میں سے ہیں جو کہ اللہ کی رحمت اور اس کی جنت کے مستحق ہیں، فرمان الہی ہے:

﴿ كَانُوا قَلِيلاً مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ * وَبِالأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴾ [الذاریات :۱۷، ۱۸]

ترجمہ: " رات کو کم سویا کرتے تھے، اور سحری کے وقت مغفرت مانگا کرتے تھے۔"

5. اللہ تعالی نے عباد الرحمن کی صفات کے ضمن میں قیام اللیل کرنے والوں کی یوں تعریف فرمائی:

﴿ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴾ [الفرقان : ۶۴]

ترجمہ: " اور جو اپنے رب کے حضور سجدہ اور قیام میں رات گذارتے ہیں۔"

6. اور اللہ تعالی نے قیام اللیل کرنے والوں کے ایمانِ کامل کی شہادت یوں دی:

﴿ إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۩ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۞ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [السجدہ : ۱۵، ۱۶،۱۷]

ترجمہ: "ہماری آیات پر تو وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں ان کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں، اور اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے، ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں، اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں، پس کوئی نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کیلئے کیا چیزیں ان کیلئے چھپا کر رکھی گئی ہیں، یہ ان کاموں کا بدلہ ہو گا جو وہ کیا کرتے تھے۔"

7. اللہ تعالی نے قیام کرنے والوں کو ان لوگوں کے برابر قرار نہیں دیا جو قیام نہیں کرتے، اور اس نے ان ایمان والوں کو اصحابِ علم قرار دیا ہے جو کہ رات کو قیام کرتے ہیں، اور اللہ تعالی نے ان کا مرتبہ دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ بڑا بیان کیا ہے، فرمان الہی ہے:

﴿أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا يَّحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوْ رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِيْ الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوْا الْأَلْبَابِ﴾ [الزمر: ۹]

ترجمہ: "کیا (یہ بہتر ہے) یا جو شخص رات کے اوقات سجدہ اور قیام کی حالت میں عبادت کرتے گذارتا ہے، آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے، ان سے پوچھئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ مگر ان باتوں سے سبق تو وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔"

8. قیام اللیل گناہوں کو مٹاتا اور برائیوں سے روکتا ہے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ ، وَهُوَ قُرْبَةٌ إِلَى رَبِّكُمْ ، وَمُكَفِّرٌ لِلسَّيِّئَاتِ ، وَمَنْهَاةٌ لِلْآثَامِ)

ترجمہ: "تم قیام اللیل ضرور کیا کرو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کی عادت تھی، اور اس سے تمہیں تمہارے رب کا تقرب حاصل ہوتا ہے، اور یہ گناہوں کو مٹانے والا، اور برائیوں سے روکنے والا ہے۔" [الترمذی: ۳۵۴۹، الحاکم: ۳۰۸/۱، البیہقی: ۵۰۲/۲، وحسنہ الشیخ ناصر الدین فی صحیح سنن الترمذی، وإرواء الغلیل: ۴۵۲]

9. فرض نماز کے بعد قیام اللیل سب سے افضل نماز ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ تہجد کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ : شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ : صَلَاةُ اللَّيْلِ)

ترجمہ: "رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں، اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل رات کی نماز ہے۔" [مسلم: ۱۱۶۳]

10. مومن کا شرف قیام اللیل میں ہے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے:

(یَا مُحَمَّدُ ! عِشْ مَا شِئْتَ فَإِنَّکَ مَیِّتٌ ، وَأَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَإِنَّکَ مُفَارِقُهُ ، وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنَّکَ مَجْزِیٌّ بِهِ) ثُمَّ قَالَ : یَا مُحَمَّدُ ! شَرَفُ الْمُؤْمِنِ قِیَامُ اللَّیْلِ ، وَعِزُّهُ اِسْتِغْنَاؤُهُ عَنِ النَّاسِ)

ترجمہ: '' اے محمد! آپ جتنا عرصہ چاہیں زندہ رہیں، آخر کار آپ پر موت ہی آنی ہے، اور جس سے چاہیں محبت کر لیں، آخر کار آپ اس سے جدا ہونے والے ہیں، اور آپ جو چاہیں عمل کریں، آپ کو اس کا بدلہ ضرور دیا جائے گا'' پھر انہوں نے کہا: '' اے محمد! مومن کا شرف قیام اللیل میں ہے، اور اس کی عزت لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے۔'' [الحاکم: ۳۲۵/۴۔ وصححہ ووافقہ الذہبی، وحسن إسنادہ المنذری فی الترغیب والترہیب: ۶۴۰ / اوحسنہ شیخ ناصر الدین فی الصحیحۃ: ۸۳۱]

11. قیام اللیل کے عظیم ثواب کی بناء پر قیام کرنے والا قابلِ رشک ہے، کیونکہ قیام دنیا اوراس کے اندر جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(لاَ حَسَدَ إِلاَّ فِیْ اثْنَتَیْنِ : رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ یَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ اللَّیْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَهُوَ یُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّیْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ)

ترجمہ: '' صرف دو آدمی ہی قابلِ رشک ہیں، ایک وہ جسے اللہ تعالی نے قرآن دیا (اسے حفظ کرنے کی توفیق دی) اور وہ اس کے ساتھ دن اور رات کے اوقات میں قیام کرتا ہے، اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالی نے مال عطا کیا اور وہ اسے دن اور رات کے اوقات میں خرچ کرتا ہے''[مسلم: ۸۱۵]

12. قیام اللیل میں قراءتِ قرآن کرنا بہت بڑی غنیمت ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ قَامَ بِعَشْرِ آیَاتٍ لَمْ یُکْتَبْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ ، وَمَنْ قَامَ بِمِائَةِ آیَةٍ کُتِبَ مِنَ الْقَانِتِیْنَ ، وَمَنْ قَامَ بِأَلْفِ آیَةٍ کُتِبَ مِنَ الْمُقَنْطِرِیْنَ)

ترجمہ: ''جو شخص دس آیات کے ساتھ قیام کرتا ہے وہ غافلوں میں نہیں لکھا جاتا، اور جو شخص سو آیات کے ساتھ قیام کرتا ہے وہ فرمانبرداروں میں لکھ دیا جاتا ہے، اور جو شخص ایک ہزار آیات کے ساتھ قیام کرتا ہے اسے اجر وثواب کے خزانے حاصل کرنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔'' [ابو داؤد: ۱۳۹۸، وابن خزیمہ: ۱۸۱ / ۲ : ۱۱۴۲، وصححہ شیخ ناصر الدین فی صحیح سنن ابی داؤد والصحیحۃ: ۶۴۳] اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ إِذَا رَجَعَ إِلٰى أَہْلِہٖ أَنْ يَّجِدَ فِيْهِ ثَلاَثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ ؟ قُلْنَا : نَعَمْ ، قَالَ : ثَلاَثُ آيَاتٍ يَقْرَأُ بِهِنَّ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلاَتِہٖ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ ثَلاَثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ)

ترجمہ: ''کیا تم میں سے کسی شخص کو یہ بات پسند ہے کہ جب وہ اپنے گھر کو واپس لوٹے تو اس میں تین حاملہ اور بڑی ہی موٹی اور صحتمند اونٹنیاں پائے؟ ہم نے کہا: جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اگر تین آیات اپنی نماز میں پڑھ لے تو یہ اس کیلئے تین حاملہ اور صحتمند اونٹنیوں سے بہتر ہے۔'' [مسلم: ۸۰۲] اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے ختم کیلئے کم از کم مدت تین دن مقرر فرمائی ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''چالیس دن''، پھر آپ نے فرمایا: ''ایک ماہ''، پھر آپ نے فرمایا: ''بیس دن''، پھر آپ نے فرمایا: ''پندرہ دن''، پھر آپ نے فرمایا: ''دس دن''، پھر آپ نے فرمایا: ''ایک ہفتہ''، انہوں نے کہا: میں اس سے بھی کم مدت میں قرآن مجید ختم کرنے کی طاقت رکھتا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(لاَ يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَهُ فِيْ أَقَلَّ مِنْ ثَلاَثٍ) ''جو شخص اسے تین دن سے کم مدت میں پڑھتا ہے وہ اسے سمجھ نہیں سکتا۔''

[ابو داؤد: ۱۳۹۵، ۱۳۹۰۔ وصححہ شیخ ناصر الدین]

4. قیام اللیل کا سب سے افضل وقت رات کا آخری تہائی حصہ ہے

نمازِ تہجد کا سب سے افضل وقت رات کا آخری تہائی حصہ ہے، تاہم رات کے ابتدائی حصے میں، درمیانے حصے میں اور اس کے آخری حصے میں بھی تہجد پڑھنا جائز ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں اس قدر روزے چھوڑتے کہ ہم یہ گمان کرتے کہ آپ نے اس میں سرے سے روزے رکھے ہی نہیں، اور کسی مہینے میں اتنے روزے رکھتے کہ ہم یہ گمان کرتے کہ آپ نے کبھی روزہ چھوڑا ہی نہیں، اور رات کے جس حصہ میں آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے' ضرور دیکھ لیتے، اور جس حصہ میں آپ کو سوئے ہوئے دیکھنا چاہتے دیکھ لیتے۔ [البخاری: ۱۱۴۱]

اور یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اس مسئلہ میں آسانی ہے، اور کوئی مسلمان رات کے کسی حصے میں جب بآسانی قیام اللیل کر سکتا ہو تو وہ کرلے، تاہم رات کے آخری تہائی حصے میں کرنا افضل ہے، جیسا کہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(أَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ الْآخِرِ ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُوْنَ مِمَّنْ يَّذْكُرُ اللّٰهَ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ)

ترجمہ: '' اللہ تعالی اپنے بندے کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب رات کے آخری حصے کا وسط ہوتا ہے، لہذا اگر تم اس بات کی طاقت رکھو کہ اس وقت اللہ کا ذکر کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ تو ایسا ضرور کرنا۔'' [الترمذی: ۳۵۷۹، ابو داؤد: ۱۲۷۷، النسائی: ۵۷۲۔ وصححہ شیخ ناصر الدین] اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ ، فَيَقُوْلُ : مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ ؟ مَنْ يَّسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهُ ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهُ) وفی روایة لمسلم : (فَلَا يَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُضِيْئَ الْفَجْرُ)

ترجمہ: '' ہمارا رب ' جو بابرکت اور بلند وبالا ہے ' جب ہر رات کا آخری تہائی حصہ باقی ہوتا ہے تو وہ آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے، پھر کہتا ہے: کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے تو میں اس کی دعا کو قبول کروں ؟ اور کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں ؟ اور کون ہے جو مجھ سے معافی طلب کرے تو میں اسے معاف کر دوں ؟'' اور مسلم کی ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: '' پھر وہ بدستور اسی طرح رہتا ہے یہاں تک کہ فجر روشن ہو جائے۔'' [البخاری: ۱۱۴۵، ۶۳۲۱، ۷۴۹۴، مسلم: ۷۵۸] اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا مِّنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلاَّ أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ)

ترجمہ: '' بے شک ہر رات کو ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ جس میں کوئی مسلمان بندہ جب اللہ تعالی سے دنیا وآخرت کی کوئی بھلائی طلب کرے تو اللہ تعالی اسے وہ بھلائی ضرور عطا کرتا ہے۔'' [مسلم: ۷۵۷]

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(أَحَبُّ الصَّلاَةِ إِلیَ اللّٰہِ صَلاَةُ دَاوُدَ عَلَیْہِ السَّلاَمُ ، وَأَحَبُّ الصِّیَامِ إِلیَ اللّٰہِ صِیَامُ دَاوُدَ، وَکَانَ یَنَامُ نِصْفَ اللَّیْلِ وَیَقُوْمُ ثُلُثَہُ ، وَیَنَامُ سُدُسَہُ ، وَیَصُوْمُ یَوْمًا وَیُفْطِرُ یَوْمًا ، وَلاَ یَفِرُّ إِذَا لاَقیٰ)

ترجمہ: " اللہ تعالی کو سب سے محبوب نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے، اور اللہ تعالی کو سب سے محبوب روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں، وہ آدھی رات سوتے تھے، اور اس کا تیسرا حصہ قیام کرتے تھے، اور اس کا چھٹا حصہ سو جاتے تھے، اور ایک دن

روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ چھوڑ دیتے تھے، اور جب (دشمن سے) ملاقات کرتے تو راہِ فرار اختیار نہ کرتے۔" [البخاری: ۱۱۳۱، ۱۹۷۹، مسلم: ۱۱۵۹] اور مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کونسا عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: وہ عمل جو ہمیشہ جاری رہے، میں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام کیلئے کب بیدار ہوتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: جب مرغے کی آواز سنتے۔[البخاری ۱۱۳۲، مسلم: ۷۴۱] اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے کسی حصے میں بیدار کر دیتا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم طلوعِ فجر سے پہلے ہی اپنا ورد مکمل کر لیتے۔[ابو داؤد: ۱۳۱۶۔ وحسنہ شیخ ناصر الدین]

5. رکعاتِ قیام اللیل کی تعداد

قیام اللیل کیلئے کوئی ایک عدد خاص نہیں کیا گیا، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(صَلاَةُ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی ، فَإِذَا خَشِیَ أَحَدُکُمُ الصُّبْحَ صَلّٰی رَکْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَہُ مَا قَدْ صَلّٰی)

ترجمہ: " رات کی نفل نماز دو دو رکعات ہے، لہذا تم میں سے کسی شخص کو جب صبح کے طلوع ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ ایک رکعت ادا کر لے جو اس کی نماز کو وتر (طاق) بنا دے گی۔"[البخاری: ۹۹۰، مسلم: ۷۴۹] تاہم افضل یہ ہے کہ گیارہ یا تیرہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھی جائیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل یہی تھا، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء سے (جسے لوگ العتمۃ۔ رات کی نماز۔ کہتے ہیں) فارغ ہو کر فجر کی نماز تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے، ہر دو رکعات کے بعد سلام پھیرتے، اور آخر میں ایک رکعت وتر پڑھ لیتے۔۔۔۔[مسلم: ۷۳۶] اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسے تھی؟ تو انہوں نے کہا:

(مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلاَ فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً ۔۔۔۔)

یعنی " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں اور اس کے علاوہ باقی تمام مہینوں میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔۔۔۔"
[البخاری: ۱۱۴۷، مسلم: ۷۳۸]

6. قیام اللیل کے آداب

1. سوتے وقت قیام اللیل کی نیت کرے، اور نیند کے ذریعے اطاعت کیلئے طاقت کے حصول کا ارادہ کرے تاکہ اس کی نیند پر بھی اسے ثواب حاصل ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(مَا مِنِ امْرِئٍ تَكُوْنُ لَهُ صَلاَةٌ بِلَيْلٍ فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا نَوْمٌ إِلاَّ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ أَجْرَ صَلاَتِهٖ ، وَكَانَ نَوْمُهُ صَدَقَةً عَلَيْهِ)

ترجمہ: " جو شخص رات کو نماز پڑھنے کا عادی ہو، لیکن (کسی رات) اس پر نیند غالب آجائے تو اس کیلئے اس کی نماز کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور اس کی نیند اس کیلئے صدقہ ہوتی ہے۔" [النسائی: ۱۷۸۴، ابو داؤد: ۱۳۱۴، الموطأ: ۱/۱۱۷۔ وصححہ شیخ ناصر الدین] اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ أَتٰى فِرَاشَهُ وَهُوَ يَنْوِيْ أَنْ يَّقُوْمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ حَتّٰى أَصْبَحَ ، كُتِبَ لَهُ مَا نَوٰى ، وَكَانَ نَوْمُهُ صَدَقَةً عَلَيْهِ مِنْ رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ)

ترجمہ: " جو شخص اپنے بستر پر اس نیت کے ساتھ آئے کہ وہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھے گا، پھر اس پر نیند غالب آگئی یہاں تک کہ اس نے صبح کر لی، تو اس کیلئے اس کی نیت کے مطابق اجر لکھ دیا جاتا ہے، اور اس کی نیند اللہ تعالی کی طرف سے اس کیلئے صدقہ ہوتی ہے۔" [النسائی: ۱۷۸۶۔ وصححہ شیخ ناصر الدین]

2. بیدار ہوتے وقت نیند کے آثار ختم کرنے کی غرض سے اپنا ہاتھ منہ پر پھیرے، پھر (بیدار ہونے کی) دعا پڑھے اور اس کے بعد مسواک کرکے یہ دعا پڑھے: (لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ)

ترجمہ: " اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کیلئے ساری بادشاہت ہے اور اسی کیلئے تمام تعریفیں ہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، اور اللہ پاک ہے، اور اللہ سب سے بڑا ہے، اور اللہ کی توفیق کے بغیر نہ کسی برائی سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ کچھ کرنے کی، اے میرے اللہ! مجھے معاف کر دے۔" کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ " جو شخص رات کو بیدار ہو، پھر یہ دعا پڑھے، تو اس کے بعد وہ جو دعا بھی کرتا ہے، اسے قبول کیا جاتا ہے۔"[البخاری:۱۱۵۴]

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے، پھر نیند کے آثار ختم کرنے کیلئے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا، پھر آل عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت فرمائی۔۔۔[مسلم: ۷۶۳]اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نیند سے بیدار ہوتے تو اپنا منہ مسواک سے صاف کرتے۔[البخاری: ۲۴۵، مسلم: ۲۵۴]اس کے بعد وہ نیند سے بیدار ہونے کے دیگر اذکار پڑھے اور اس طرح وضو کرے جیسا کہ اسے اللہ تعالی نے حکم دیا ہے۔[حصن المسلم: ۱۲-۱۶]

3. رات کی نفل نماز کا آغاز ہلکی پھلکی دو رکعات سے کرے، کیونکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے ثابت ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز پڑھنے کی غرض سے کھڑے ہوتے تو اپنی نماز کا آغاز دو ہلکی پھلکی رکعات سے کرتے۔[مسلم: ۷۶۷]اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحْ صَلاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ)

ترجمہ:" تم میں سے کوئی شخص جب رات کے قیام کیلئے کھڑا ہو تو دو ہلکی پھلکی رکعات سے اپنی نماز کا افتتاح کرے" [مسلم:۷۶۸] 4. نمازِ تہجد گھر میں پڑھنا مستحب ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں ہی تہجد پڑھتے تھے، اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۔۔۔ فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلاَةِ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ، فَإِنَّ خَيْرَ صَلاَةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهِ إِلاَّ الصَّلاَةُ الْمَكْتُوْبَةُ)

ترجمہ: " لہذا تم پر لازم ہے کہ تم اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھا کرو کیونکہ آدمی کی بہترین نماز وہ ہے جسے وہ اپنے گھر میں ادا کرے سوائے فرض نماز کے" [البخاری: ۷۳۱، مسلم: ۷۸۱]

5. قیام اللیل بغیر انقطاع کے ہمیشہ جاری رکھنا چاہیئے، اور بہتر یہ ہے کہ مسلمان چند معلوم رکعات پر ہمیشگی کرے، اگر وہ ہشاش بشاش ہو توان میں لمبا قیام کرے، اور اگر اس میں سستی ہو تو ہلکا قیام کرے، اور اگر وہ رکعات اس سے فوت ہو جائیں تو وہ انہیں قضا کرے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(خُذُوْا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ ، فَإِنَّ اللّٰهَ لاَ يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا ، وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ مَا دُوْوِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ)

ترجمہ: '' تم اپنی طاقت کے مطابق ہی عمل کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالی اس وقت تک نہیں اکتا تا جب تک تم خود نہ اکتا جاؤ، اور اللہ تعالی کو سب سے محبوب عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی کی جائے چاہے وہ کم کیوں نہ ہو۔'' [البخاری: ۱۹۷۰، مسلم: ۷۸۲۔ واللفظ لہ]

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

(يَا عَبْدَ اللّٰهِ ! لاَ تَكُنْ مِثْلَ فُلاَنٍ ، كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ)

ترجمہ: '' اے عبد اللہ! تم فلاں آدمی کی طرح نہ بنو کہ وہ رات کو قیام کرتا تھا پھر اس نے قیام اللیل کو چھوڑ دیا۔'' [البخاری: ۱۱۵۲، مسلم: ۱۱۵۹]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز شروع فرماتے تو اسے ہمیشہ جاری رکھتے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نیند غالب آجاتی یا آپ کو کوئی تکلیف ہوتی جس سے آپ قیامِ لیل نہ کر پاتے تو دن کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ رکعات پڑھ لیتے۔۔۔[مسلم: ۷۴۶]

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ أَوْ نَامَ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَهٗ بَيْنَ صَلاَةِ الْفَجْرِ وَصَلاَةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَأَنَّمَا قَرَأَهٗ مِنَ اللَّيْلِ

ترجمہ: '' جو شخص اپنا ورد یا اس کا کچھ حصہ نیند کی وجہ سے نہ پڑھ سکے، اور اسے نماز فجر اور نمازِ ظہر کے درمیان پڑھ لے تو وہ اس کیلئے ایسے ہی لکھ دیا جاتا ہے جیسا کہ اس نے اسے رات کو پڑھا'' [مسلم: ۷۴۷] 6. اگر اس پر اونگھ طاری ہو تو اسے قیام اللیل ترک کرکے

سو جانا چاہیئے یہاں تک کہ اس سے اونگھ کے آثار ختم ہو جائیں اور وہ ہشاش بشاش ہو جائے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا نَعِسَ أَحَدُكُمْ فِيْ الصَّلاَةِ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ)

ترجمہ: " تم میں سے کسی شخص کو جب حالتِ نماز میں اونگھ آئے تو وہ سو جائے یہاں تک کہ اس سے نیند کے آثار ختم ہو جائیں، کیونکہ تم میں سے کوئی شخص جب حالتِ اونگھ میں نماز جاری رکھے تو ہو سکتا ہے کہ وہ استغفار کرنا چاہتا ہو لیکن وہ اپنے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دے۔" [البخاری: ۲۱۲، مسلم: ۷۸٦]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْآنُ عَلٰى لِسَانِهِ فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُوْلُ ، فَلْيَضْطَجِعْ)

ترجمہ: " تم میں سے کوئی شخص جب رات کو قیام کرے، پھر (اونگھ کی وجہ سے) اس کی زبان سے قرآن کی قراءت مشکل ہو جائے، اور اسے کچھ پتہ نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، تو وہ لیٹ جائے۔" [مسلم: ۷۸۷]

7. اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ قیام اللیل کیلئے اپنے اہلِ خانہ کو بھی بیدار کرے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو قیام کرتے، پھر جب وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے بھی ارشاد فرماتے:

(قُوْمِيْ ، فَأَوْتِرِيْ يَا عَائِشَةُ) " اے عائشہ! اٹھو اور وتر پڑھ لو" [البخاری: ۹۹۷، مسلم: ۷۴۴]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلاً قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى ، ثُمَّ أَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّتْ ، فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِيْ وَجْهِهَا الْمَاءَ ، وَرَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ ، ثُمَّ أَيْقَظَتْ زَوْجَهَا ، فَإِنْ أَبٰى نَضَحَتْ فِيْ وَجْهِهِ الْمَاءَ)

ترجمہ: " اللہ تعالی اس آدمی پر رحمت فرمائے جو رات کو بیدار ہوا اور اس نے نماز پڑھی، پھر اس نے اپنی بیوی کو بھی جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی، اور اگر اس نے انکار کیا تو اس نے اس کے چہرے پر پانی چھڑکا، اور اللہ تعالی اس عورت پر رحمت فرمائے جو رات کو بیدار

ہوئی اور اس نے نماز پڑھی، پھر اس نے اپنے خاوند کو بھی جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی، اور اگر اس نے انکار کیا تو اس نے اس کے چہرے پر پانی چھڑکا۔" [النسائی: ۱۶۱۰، ابن ماجہ: ۱۳۳۶، ابو داؤد: ۱۳۰۸۔ وصححہ شیخ ناصر الدین] اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا اسْتَيْقَظَ الرَّجُلُ مِنَ اللَّيْلِ وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّيَا رَكْعَتَيْنِ ، كُتِبَا مِنَ الذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتِ)

ترجمہ: " جب ایک شخص رات کو بیدار ہو اور وہ اپنی بیوی کو بھی جگائے، پھر وہ دو رکعات ادا کریں، تو انہیں اللہ تعالی کا زیادہ ذکر کرنے والوں اور ذکر کرنے والیوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔" [ابن ماجہ: ۱۳۳۵، ابو داؤد: ۱۳۰۹۔ وصححہ شیخ ناصر الدین]

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رات کے وقت آئے، اور آپ نے فرمایا: (أَلاَ تُصَلِّيَانِ ؟) " تم دونوں نماز نہیں پڑھتے ؟" میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جب چاہے گا تو ہمیں اٹھا دے گا! میں نے جب یہ بات کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے، اور مجھے کوئی جواب نہ دیا، اور جب آپ پیٹھ پھیر رہے تھے تو اس وقت میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ اپنی ران پر مارا اور فرمایا: (وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْئٍ جَدَلاً) " انسان اکثر باتوں میں جھگڑالو واقع ہوا ہے۔" [البخاری: ۱۱۲۷، مسلم: ۷۷۵]

ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں قیام اللیل کی اور اس کیلئے اپنے اہلِ خانہ اور رشتہ داروں کو بیدار کرنے کی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔ [فتح الباری لابن حجر: ۱۱/۳] اور امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام اللیل کی عظیم فضیلت معلوم نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی اور اپنے چچازاد کو ایسے وقت میں پریشان نہ کرتے جسے اللہ تعالی نے مخلوق کے آرام کیلئے بنایا ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے آرام وسکون پر قیام اللیل کی فضیلت کو ترجیح دی تاکہ وہ دونوں اسے حاصل کر سکیں، اور ایسا انہوں نے اللہ تعالی کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے کیا:

﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلاَةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لاَ نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴾ [طه : ۱۳۲]

ترجمہ: " اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے، اور خود بھی اس پر ڈٹ جایئے، ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے، وہ تو ہم خود آپ کو دیتے ہیں، اور انجام (اہلِ) تقوی ہی کیلئے ہے۔" [المرجع السابق]

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ " ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جب چاہے گا تو ہمیں اٹھادے گا" یہ بات انہوں نے در اصل اللہ تعالی کے اس فرمان سے لی ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [الزمر : ۴۲]

ترجمہ: " اللہ ہی ہے جو موت کے وقت روحیں قبض کرلیتا ہے، اور جو مرا نہ ہو اس کی روح نیند کی حالت میں قبض کرلیتا ہے، پھر جس کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہو اس کی روح کو روک لیتا ہے، اور دوسری روحیں ایک مقررہ وقت تک کیلئے واپس بھیج دیتا ہے، غور وفکر کرنے والے لوگوں کیلئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔" اور جہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر مارنے کا تعلق ہے تو اس کا سب سے بہتر معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حاضر جوابی اور ان کی طرف سے معذرت نہ کرنے پر ایسا کیا۔ اور اس حدیث میں قیام اللیل کی ترغیب کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ایک انسان اپنے ساتھی کو اس کا حکم دے سکتا ہے، اور یہ کہ حاکمِ وقت کو اور ہر ذمہ دار کو چاہئیے کہ وہ اپنی رعایا اور اپنے ماتحت لوگوں کی خبر گیری کرے، اور ان کی دینی اور دنیاوی مصلحتوں کا خیال رکھے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ نصیحت کرنے والے کو چاہئیے کہ اگر اس کی نصیحت کو قبول نہ کیا جائے یا اس سے ایسی معذرت کرلی جائے جو اسے قبول نہ ہو تو وہ نہ اسے اپنے لئے عار سمجھے اور نہ ہی تشدد اور سختی کرے۔

[شرح مسلم للنووی: ۶/۳۱۱، فتح الباری: ۱۱/۳]

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبراہٹ کی حالت میں بیدار ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا:

(سُبْحَانَ اللّٰهِ ! مَاذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْخَزَائِنِ ! وَمَاذَا أَنْزَلَ مِنَ الْفِتَنِ ! أَيْقِظُوْا صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ ۔ يُرِيْدُ أَزْوَاجَهُ حَتّٰى يُصَلِّيْنَ ۔ ، رُبَّ كَاسِيَةٍ فِيْ الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِيْ الْآخِرَةِ)

ترجمہ: " سبحان اللہ! اللہ تعالی نے کتنے خزانے نازل فرمائے ہیں! اور کتنے فتنے اتارے ہیں! ان حجروں والیوں کو جگادو۔ یعنی آپ کی ازواج مطہرات کو تاکہ وہ نماز پڑھ لیں۔ دنیا میں لباس پہننے والی کئی عورتیں قیامت کے دن برہنہ ہونگی! " [البخاری: ۱۱۵، ۱۱۲۶، ۶۲۱۸] الحافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں قیام اللیل کی ترغیب دی گئی ہے، اسے واجب نہیں قرار دیا گیا، اور اس میں یہ

بھی ہے کہ بیدار ہوتے وقت اللہ تعالی کا ذکر کرنا چاہئیے، اور اپنے گھر والوں کو بھی عبادت کیلئے جگانا چاہئیے، خاص طور پر اس وقت جب قدرتِ الٰہی کی کوئی نشانی ظاہر ہو۔[فتح الباری: ۱۱/۳]

اور حدیث کے الفاظ "دنیا میں کئی لباس پہننے والی عورتیں قیامت کے دن برہنہ ہونگی" کے بارے میں ابن الأثیر رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ دراصل انسان کے اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال صالحہ سے کنایہ ہے، اور گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرما رہے ہیں کہ کئی مالدار لوگ جنہوں نے دنیا میں کوئی خیر کا کام نہیں کیا، وہ روزِ قیامت فقراء ہونگے، اور لباس پہننے والے اور عیش و عشرت میں زندگی بسر کرنے والے کئی لوگ آخرت کے دن برہنہ اور بدحال ہونگے۔[جامع الأصول فی أحادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم: ۶/۶۸] اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رات کو نماز پڑھتے جتنی اللہ چاہتا، یہاں تک کہ جب رات کا آخری حصہ ہوتا تو آپ اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کر دیتے اور فرماتے: اٹھو نماز پڑھو، اٹھو نماز پڑھو، پھر یہ آیت تلاوت فرماتے:

﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴾ [طه : ۱۳۲]

ترجمہ: " اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے، اور خود بھی اس پر ڈٹ جایئے، ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے، وہ تو ہم خود آپ کو دیتے ہیں، اور انجام (اہلِ) تقوی ہی کیلئے ہے۔"[الموطأ: ۵۔ صححہ الأرناؤط فی جامع الأصول: ۶/۶۹، وشیخ ناصر الدین فی تحقیق المشکاۃ: ۱۲۴۰]

8. نماز تہجد پڑھنے والا شخص حسبِ طاقت اس میں قرآن مجید کی قراءت کرے، اور غور و فکر کے ساتھ کرے، اور اسے اختیار ہے، چاہے تو اونچی آواز سے کرے اور چاہے تو پست آواز سے کرے، تاہم اگر اونچی آواز سے قراءت کرنا اسے چست رکھنے کا باعث ہو، یا اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہو جو اس کی قراءت سن رہا ہو، یا اس سے فائدہ اٹھا رہا ہو تو پھر قراءت جہرا کرنا افضل ہے، اور اگر اس کے قریب کوئی اور شخص بھی تہجد پڑھ رہا ہو، یا اس کی اونچی آواز سے کسی کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس حالت میں قراءت سرا (پست آواز کے ساتھ) کرنا افضل ہے، اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو وہ جیسے چاہے قراءت کرے۔[المغنی لابن قدامہ: ۲/۵۶۲]

اور اس بارے میں احادیث موجود ہیں، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا لمبا قیام کیا کہ میں نے ایک برا ارادہ کر لیا۔ ان سے پوچھا گیا: کس

چیز کا ارادہ؟ تو انہوں نے کہا: میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ بیٹھ جاؤں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دوں۔ [البخاری: ۱۱۳۵، مسلم: ۷۷۳ واللفظ لہ]

اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، تو آپ نے سورۃ البقرۃ شروع کر دی، میں نے دل میں کہا: شاید آپ سو آیات پڑھ کر رکوع کریں گے، لیکن آپ نے قراءت جاری رکھی، میں نے دل میں کہا: شاید آپ اسے دو رکعات میں مکمل کریں گے، لیکن آپ نے قراءت جاری رکھی، میں نے دل میں کہا: شاید اسے مکمل کر کے رکوع میں چلے جائیں گے، لیکن آپ نے اسے ختم کر کے سورۃ النساء شروع کر دی، اور اسے بھی ختم کر دیا، پھر آپ نے سورۃ آل عمران شروع کر دی، اور اسے بھی ختم کر دیا، اور آپ ٹھہر ٹھہر کر قراءت کر رہے تھے، جب کسی تسبیح والی آیت سے گذرتے تو وہاں تسبیح پڑھتے، اور جب سوال والی آیت سے گذرتے تو وہاں سوال کرتے، اور جب پناہ والی آیت سے گذرتے تو وہاں پناہ طلب کرتے۔۔۔[مسلم: ۷۷۲]اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (نماز میں) کھڑا ہوا، آپ نے سورۃ البقرۃ کی قراءت فرمائی، اور آپ جب رحمت والی آیت سے گذرتے تو رک جاتے اور (رحمت کا) سوال کرتے، اور جب عذاب والی آیت سے گذرتے تو رک کر اللہ تعالی کی پناہ طلب کرتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا، اور وہ بھی اتنا ہی لمبا تھا جتنا قیام تھا، آپ رکوع میں یہ دعا بار بار پڑھتے رہے: (سُبْحَانَ ذِيْ الْجَبَرُوْتِ ، وَالْمَلَكُوْتِ ، وَالْكِبْرِيَاءِ ، وَالْعَظَمَةِ) ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام ہی کے بقدر سجدہ کیا، اور سجدے میں بھی یہی دعا پڑھتے رہے، پھر آپ دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوئے تو اس میں سورۃ آل عمران کی تلاوت فرمائی، اس کے بعد ہر رکعت میں ایک ایک سورت پڑھتے رہے۔[ابو داؤد: ۸۷۳، النسائی: ۱۰۴۹۔ وصححہ شیخ ناصر الدین] اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے چار رکعات پڑھیں، اور ان میں سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ اور سورۃ الأنعام کو پڑھا۔

[ابو داؤد: ۷۷۴۔ وصححہ شیخ ناصر الدین]

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے بتایا کہ وہ ایک ہی رکعت میں پوری مفصل سورتوں کو پڑھتا ہے، تو انہوں نے کہا: تم اشعار کی طرح قرآن کو انتہائی تیزی کے ساتھ پڑھتے ہو! میں ان ملتی جلتی سورتوں کو جانتا ہوں جن کو ملا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے، پھر انہوں نے بیس سورتیں ذکر کیں۔[البخاری: ۷۷۵، مسلم: ۸۲۲]اور ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سورتوں میں سے دو دو سورتیں ملا کر ایک رکعت میں پڑھتے تھے۔[البخاری: ۴۹۹۶]اور مسلم کی ایک روایت

میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تم قرآن مجید کو شعروں کی طرح انتہائی تیزی کے ساتھ پڑھتے ہو! بے شک کئی لوگ ایسے ہیں جو قرآن مجید کو پڑھتے ہیں لیکن قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترتا، اور جب قرآن دل میں اتر جائے اور اس میں راسخ ہو جائے تو وہ اس کیلئے نفع بخش ہوتا ہے، اور نماز کا سب سے افضل حصہ رکوع و سجود والا حصہ ہے۔۔۔[مسلم: ۸۲۲]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی ایک ہی آیت کو پوری رات قیام کے دوران پڑھتے رہے۔[الترمذی:۴۴۸۔ وصححہ شیخ ناصر الدین] اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام میں صبح ہونے تک ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے اور وہ ہے:

﴿ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [ابن ماجہ : ۱۳۵۰۔ وحسنہ شیخ ناصر الدین]

اور یہ تمام احادیث مبارکہ اس بات کی دلیل ہیں کہ رات کی نفل نماز میں اپنی جسمانی اور ایمانی طاقت کے مطابق اور جتنی اللہ تعالی بندے کو توفیق دے، اسے مختلف سورتوں کو پڑھنا چاہیئے۔ اور رہی یہ بات کہ قیام اللیل میں قراءت جہرا ہو یا سرا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز میں قراءت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آپ جہرا پڑھتے یا سرا؟ تو انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عمل کیا کرتے تھے، کبھی جہرا اور کبھی سرا۔

[احمد: ۶/۱۴۹، ابوداؤد: ۱۴۳۷، الترمذی: ۲۹۲۴، النسائی: ۱۶۶۲، ابن ماجہ: ۱۳۵۴۔ وصححہ شیخ ناصر الدین]

اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ”اے ابو بکر! آپ نماز پڑھ رہے تھے تو میں آپ کے پاس سے گذرا، اور آپ کی آواز پست تھی!“ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں جس سے سرگوشی کر رہا تھا بس اسی کو سنا رہا تھا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اِرْفَعْ قَلِيْلاً) ”اپنی آواز تھوڑی سی اونچی کر لیا کرو“ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ کے پاس سے گذرا، آپ نماز پڑھ رہے تھے، اور آپ کی آواز اونچی تھی! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں سوئے ہوئے لوگوں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اِخْفِضْ قَلِيْلاً) ”اپنی آواز ذرا پست رکھا کرو۔“[ابو داؤد: ۱۳۲۹، الترمذی: ۴۴۷۔ وصححہ شیخ ناصر الدین] اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو رات کی نماز میں قراءت کرتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا:

(يَرْحَمُهُ اللّٰهُ ، لَقَدْ أَذْكَرَنِيْ كَذَا وَكَذَا آيَةً كُنْتُ أَسْقَطْتُهَا مِنْ سُوْرَةِ كَذَا وَكَذَا)

ترجمہ: " اللہ تعالی اس پر رحم فرمائے، اس نے مجھے کتنی آیات یاد کرادی ہیں جنہیں میں فلاں فلاں سورت سے بھول چکا تھا۔" اور دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ایک آدمی کی قراءت سنی تو آپ نے فرمایا:

(رَحِمَهُ اللّٰهُ ، لَقَدْ أَذْكَرَنِيْ آيَةً كُنْتُ أُنْسِيْتُهَا)

ترجمہ: " اللہ تعالی اس پر رحم فرمائے، اس نے مجھے ایک آیت یاد کرادی ہے جو کہ میں بھول چکا تھا۔"[البخاری: ۵۰۳۷، مسلم: ۷۸۸]اور قرآن مجید کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جب حافظِ قرآن دن اور رات کی نماز میں اس کی قراءت کرے تو وہ اسے یاد رکھتا ہے ،جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ، إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا ، وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ)

ترجمہ: " بے شک حافظِ قرآن کی مثال باندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے، اگر (اس کا مالک) اس کا خیال رکھے تو اسے اپنے قابو میں رکھتا ہے، اور اگر اسے چھوڑ دے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔" اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے: (وَإِذَا قَامَ صَاحِبُ الْقُرْآنِ فَقَرَأَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ذَكَرَهُ ، وَإِذَا لَمْ يَقُمْ بِهِ نَسِيَهُ)

ترجمہ: " اور جب حافظِ قرآن قرآن مجید کو برابر دن رات پڑھتا رہے تو وہ اسے یاد رکھتا ہے، اور اگر وہ اس کے ساتھ قیام نہ کرے تو وہ اسے بھول جاتا ہے۔" [البخاری: ۵۰۳۱، مسلم: ۷۸۹]

9. قیام اللیل کبھی کبھی باجماعت پڑھنا جائز ہے

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے باجماعت بھی پڑھا ہے اور اکیلے بھی، تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر وبیشتر عادت یہ تھی کہ آپ نفل نماز اکیلے ہی پڑھتے تھے، اور جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ کے ساتھ باجماعت قیام کرنا ثابت ہے ان میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، ان کی والدہ اور ایک یتیم، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا(حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خالہ) شامل ہیں جنہوں نے مختلف مواقع پر نفل نماز کم از کم ایک ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باجماعت پڑھی، اور ان کے بارے میں تمام

احادیث اس رسالے میں پہلے گذر چکی ہیں، اسی طرح حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی ایک ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل نماز پڑھائی۔[البخاری: ۱۱۸۶، مسلم:۳۳] ۔اور اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں اپنے کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نفل نماز باجماعت پڑھائی ۔[المغنی: ۲/۵۶۷] تاہم اسے دائمی سنت بنانا درست نہیں ہے، کبھی کبھار نفل نماز باجماعت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، سوائے نمازِ تراویح کے کہ جسے ہمیشہ باجماعت پڑھنا سنت ہے۔[الاختیارات الفقہیہ لابن تیمیہ: ۹۸]

10. نمازِ تہجد کا اختتام نمازِ وتر کے ساتھ کرے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلاَتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا)

ترجمہ: "تم رات کی آخری نماز وتر بناؤ۔"

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ

(مَنْ صَلّٰى مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَجْعَلْ آخِرَ صَلاَتِهِ وِتْرًا (قَبْلَ الصّبْحِ) فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَأْمُرُ بِذٰلِكَ)

یعنی" جو شخص رات کو نفل نماز پڑھے وہ اس کے آخر میں (صبح ہونے سے پہلے) نمازِ وتر پڑھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم دیا کرتے تھے۔" [البخاری: ۹۹۸، مسلم: ۷۵۱]

11. اپنی نیند اور اپنے قیام دونوں پر اللہ تعالی سے اجر وثواب کا طلبگار رہو

ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ نے آپس میں اعمال صالحہ کا مذاکرہ کیا، تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبد اللہ (ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ کا نام) ! آپ قرآن کیسے پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں ہمیشہ دن رات پڑھتا رہتا ہوں، اور اے معاذ! آپ کیسے پڑھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں رات کے ابتدائی حصے میں سوتا ہوں، پھر بیدار ہو کر قرآن پڑھتا ہوں جتنا اللہ تعالی چاہتا ہے، اور یوں میں اپنی نیند پر بھی اللہ تعالی سے اجر کی امید رکھتا ہوں اور

اپنے قیام پر بھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ قرآن کیسے پڑھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں بیٹھے ہوئے، کھڑے ہوئے، اپنی سواری پر ہر حال میں اور دن اور رات میں ہر وقت پڑھتا رہتا ہوں، اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رات کو سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں، اور یوں میں نیند اور قیام دونوں پر اللہ تعالی سے اجر وثواب کی امید رکھتا ہوں۔[البخاری: ۴۳۴۱، مسلم: ۱۷۳۳]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے آرام پر بھی اسی طرح ثواب کے طلبگار تھے جیسا کہ تھکاوٹ پر طلبگار تھے، کیونکہ اگر آرام اس نیت سے کیا جائے کہ تاکہ عبادت آسانی سے کی جا سکے، تو اس پر بھی ثواب ملتا ہے۔[فتح الباری: ۸/۶۲]

اور میں نے امام ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا کہ اس حدیث میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرتِ طیبہ کا ذکر ہے، اور یہ کہ وہ آپس میں عبادات کے متعلق مذاکرہ کرتے تھے، اور نیند اور قیام دونوں پر ثواب کے طلبگار تھے، لہذا مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے اوقات کو منظم کرے، کچھ وقت قرآن کیلئے، اور کچھ وقت اپنے دیگر امور کیلئے، اور کچھ وقت اپنے گھر والوں کیلئے خاص کرے۔۔۔[یہ بات انہوں نے ریاض شہر کی مسجد (الجامع الکبیر) میں مورخہ ۱۴۱۶/۷/۲۲ بروز جمعرات کی صبح کو صحیح بخاری کی حدیث ۴۳۴۱ کی شرح کے دوران ذکر کی] 12. قیام اللیل میں کثرتِ رکوع وسجود کے ساتھ لمبا قیام کرنا افضل ہے، بشرطیکہ اپنی طاقت کے مطابق ہو اور اکتائے بغیر ہو، جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(أَفْضَلُ الصَّلاَةِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ)

"بہترین نماز وہ ہے جس میں قیام لمبا ہو۔"[مسلم: ۷۵۶] اس حدیث میں (الْقُنُوْت) کا ذکر ہے اور اس کے کئی معانی ہیں، مثلا: اطاعت، خشوع وخضوع، دعا، نماز، عبادت، قیام، خاموشی، سکون وغیرہ۔[النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر: ۴/۱۱۱، مشارق الأنوار: ۲/۱۸۶، اور حافظ ابن حجر نے ابن العربی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے القنوت کے دس معانی ذکر کئے ہیں۔ فتح الباری: ۲/۴۹۱]

اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق تمام علماء کے نزدیک اس حدیث میں قنوت سے مراد قیام ہے۔[شرح مسلم: ۶/۲۸۱]

اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ اللہ تعالی کو سب سے محبوب عمل کونسا ہے، یا یہ سوال کیا کہ ایسا عمل بتائیں جو انہیں جنت میں داخل کر دے، تو انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے یہی سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا تو انہوں نے ارشاد فرمایا:

(عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ ، فَإِنَّكَ لاَ تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً إِلاَّ رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً ، وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيْئَةً)

ترجمہ: "تم زیادہ سے زیادہ سجدے کیا کرو، کیونکہ تم اللہ تعالی کی رضا کیلئے ایک سجدہ کروگے تو وہ اس کے بدلے میں تمہارا ایک درجہ بلند کر دے گا اور تمہارا ایک گناہ مٹا دے گا" [مسلم: ۴۸۸] اور حضرت ربیعہ بن کعب الأسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات گذارتا تھا، ایک رات میں آپ کے پاس وضو کا پانی اور آپ کی ضرورت کی اشیاء لایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم سوال کرو" میں نے کہا: میں آپ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ میں جنت میں آپ کے ساتھ داخل ہوں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی اور سوال؟ میں نے کہا: بس یہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(فَأَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ)

"تم کثرتِ سجود کے ذریعے اپنے نفس پر میری مدد کرو" [مسلم: ۴۸۹] اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(أَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِهٖ وَہُوَ سَاجِدٌ ، فَأَكْثِرُوْا الدُّعَاءَ)

ترجمہ: "بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ حالتِ سجدہ میں ہوتا ہے، لہذا تم سجدے میں دعا زیادہ کیا کرو" [مسلم: ۴۸۲]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(أَمَّا الرُّكُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِيْهِ الرَّبَّ ، وَأَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِيْ الدُّعَاءِ ، فَقَمِنٌ أَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ)

ترجمہ: "تم رکوع میں رب تعالی کی عظمت بیان کیا کرو، اور سجدے میں دعا زیادہ سے زیادہ کیا کرو، کیونکہ عین قریب ہے کہ تمہاری دعا قبول کر لی جائے۔" [مسلم: ۴۷۹] اور علماء کرام رحمہم اللہ کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ سجدے کم اور قیام لمبا کرنا

افضل ہے یا سجدے زیادہ اور قیام مختصر کرنا افضل ہے؟ چنانچہ ان میں سے بعض علماء کا موقف یہ ہے کہ لمبے قیام کی بہ نسبت رکوع و سجود زیادہ کرنا افضل ہے، اور یہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کا موقف ہے، اور ان کی دلیل سجدے کی فضیلت میں وارد مذکورہ احادیث ہیں۔ جبکہ کئی علماء کا کہنا ہے کہ دونوں برابر ہیں۔ اور بعض اہل علم نے پہلی رائے کو اختیار کیا ہے، یعنی یہ کہ کثرتِ رکوع و سجود کی بہ نسبت لمبا قیام کرنا افضل ہے، اور ان کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ہے جس میں بہترین نماز اس نماز کو قرار دیا گیا ہے جس میں لمبا قیام ہو۔[المغنی لابن قدامہ: ۵۶۴/۲، فتاوی ابن تیمیہ: ۶۹/۲۳، نیل الأوطار: ۲/۲۷۰]اور امام طبری رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالی کے اس فرمان ﴿أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا﴾ [الزمر : ۹]

ترجمہ: ''کیا(یہ بہتر ہے) یا جو شخص رات کے اوقات سجدہ اور قیام کی حالت میں عبادت کرتے ہوئے گذارتا ہے۔''

کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہاں (قانت) سے مراد نماز میں بحالتِ قیام قراءتِ قرآن کرنا ہے۔۔۔ جبکہ کئی علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد اطاعت ہے۔[جامع البیان: ۱/۲۶۷]

اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ﴿أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا﴾ [الزمر : ۹] یعنی حالتِ سجدہ اور حالتِ قیام میں، اور اسی آیت سے بعض اہل علم نے استدلال کیا ہے کہ قنوت کا معنی صرف قیام ہی نہیں، بلکہ اس کا ایک معنی نماز میں خشوع وخضوع بھی ہے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (قانت) بمعنی مطیع ہے، یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار۔[تفسیر ابن کثیر: ۴/۴۸]

اور شیخ الإسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ رکوع و سجود اور قیام میں نماز لمبی کرنا اس سے بہتر ہے کہ مختصر رکوع و سجود اور قیام کے ساتھ زیادہ رکعات پڑھی جائیں۔[فتاوی ابن تیمیہ: ۲۳ /۷۱اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ جنسِ سجدہ بارہ وجوہات کی بناء پر جنسِ قیام سے افضل ہے] اور میں نے امام ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا، انہوں نے فرمایا:

'' اہلِ علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا کم سجدے اور لمبا قیام افضل ہے، یا زیادہ سجدے اور مختصر قیام؟ چنانچہ ان میں سے بعض نے پہلی رائے اور بعض نے دوسری رائے کو اختیار کیا ہے، اور جہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا تعلق ہے تو آپ کی نماز معتدل تھی، اگر آپ لمبا قیام فرماتے تو رکوع و سجود بھی لمبا فرماتے، اور اگر آپ مختصر قیام فرماتے تو رکوع و سجود بھی مختصر فرماتے، اور یہی سب سے افضل ہے۔''

اور انہوں نے ذکر کیا کہ " سب سے افضل یہ ہے کہ مسلمان اپنی استطاعت کے مطابق نمازِ تہجد پڑھے، تاکہ اس میں اکتاہٹ پیدا نہ ہو، لہذا اگر اسے لمبا قیام کرنے میں راحت محسوس ہو تو وہ لمبا قیام کرلے، اور اگر اسے مختصر قیام کرنے میں راحت محسوس ہو، اور وہ یہ سمجھے کہ اس طرح اسے زیادہ خشوع حاصل ہو گا، اور اسے عبادت کی لذت محسوس ہو گی، تو وہ مختصر قیام کرلے، اور سجدے جس قدر زیادہ ہونگے اتنا ہی بہتر ہو گا، لہذا اگر مسلمان لمبا قیام اور زیادہ رکوع وسجود کرنے کی استطاعت رکھتا ہو تو اس کے حق میں یہی افضل ہے کہ وہ دونوں امور کو جمع کرلے، اور یہی معتدل نماز ہے کہ اگر وہ لمبا قیام کرے تو رکوع و سجود بھی لمبے کرے، اور اگر وہ مختصر قیام کرے تو رکوع وسجود بھی مختصر کرے۔[یہ بات انہوں نے منتقی الأخبار کی حدیث ۱۲۶۱ کی شرح کرتے ہوئے ذکر کی]

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں انتہائی مشقت اٹھاتے تھے، اور انہیں اس کی لذت محسوس ہوتی تھی، اور آپ بعض اوقات اتنا لمبا قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پھٹنے لگتے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہے جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے ایک ہی رکعت میں سورۃ البقرۃ، سورۃ النساء اور سورۃ آل عمران کی تلاوت فرمائی، جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث (۷۷۲) پہلے گذر چکی ہے، اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعات میں سورۃ البقرۃ ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ اور سورۃ الأنعام کی قراءت فرمائی۔[ابوداؤد: ۸۷۳، النسائی: ۱۰۴۹۔ یہ حدیث بھی پہلے گذر چکی ہے] ا

ور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے، اور آپ کا ایک سجدہ پچاس آیات کی قراءت کے برابر ہوتا۔[البخاری: ۹۹۴]

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ تہجد سے اکتانے کی بجائے اس سے راحت محسوس فرماتے تھے، اور نماز آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حُبِّبَ إِلَيَّ النِّسَاءُ وَالطِّيبُ ، وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ)

ترجمہ: " میرے دل میں عورتوں کی اور خوشبو کی محبت ڈال دی گئی ہے، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے " [احمد : ۱۲۸/۳، النسائی: ۳۹۴۰۔ وصححہ شیخ ناصر الدین] اور سالم بن ابی الجعد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: کاش میں نماز پڑھتا اور مجھے راحت محسوس ہوتی، تو لوگوں نے اسے گویا برا بھلا کہا، تو اس نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، آپ

نے فرمایا: (یَابِلَالُ! أَقِمِ الصَّلَاۃَ، أَرِحْنَا بِہَا) " اے بلال! نماز کی اقامت کہو اور ہمیں اس کے ذریعے راحت پہنچاؤ۔" [ابو داؤد: ۴۹۸۵، ۴۹۸۶۔ وصححہ شیخ ناصر الدین] تاہم امت کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے کہ

(خُذُوْا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِیْقُوْنَ ، فَإِنَّ اللّٰہَ لاَ یَمَلُّ حَتّٰی تَمَلُّوْا)

یعنی " تم اپنی طاقت کے مطابق ہی عمل کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالی اس وقت تک نہیں اکتا تا جب تک تم خود نہ اکتا جاؤ۔" [البخاری : ۱۹۷۰، مسلم: ۷۸۲] اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ ، وَلَنْ یُشَادَّ الدِّیْنَ أَحَدٌ إِلاَّ غَلَبَہُ ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا ، وَأَبْشِرُوْا ، وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغُدْوَۃِ وَالرَّوْحَۃِ وَشَیْئٍ مِنَ الدُّلْجَۃِ ، وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا)

ترجمہ:" دین (اسلام) یقینا آسان ہے، اور جو شخص دین میں سختی کرے گا دین اس پر غالب آ جائے گا، لہذا تم (افراط و تفریط سے بچتے ہوئے) درمیانی راہ اختیار کرو، قریب رہو، اور خوش ہو جاؤ، اور صبح، شام اور کچھ رات کے حصے میں عبادت کر کے مدد طلب کرو، اور میانہ روی اور اعتدال سے کام لو، تم یقینا منزلِ مقصود تک پہنچ جاؤ گے۔" [البخاری: ۳۹، ۶۴۶۳، مسلم: ۲۸۱۶] اور میں نے امام ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا، انہوں نے کہا: " اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے حق میں بہتر یہ ہے کہ ہم میانہ روی اختیار کریں اور ایسی طوالت سے بچیں جو ہمارے لئے مشقت کا باعث بنے تاکہ ہمارے اندر اکتاہٹ اور عبادت سے سستی پیدا نہ ہو، لہذا مومن کو نمازِ تہجد تو پڑھنی چاہئیے اور عبادت میں محنت بھی کرنی چاہئیے لیکن بغیر کسی مشقت کے، اور اعتدال کی راہ اپناتے ہوئے تاکہ وہ عبادت سے اکتا نہ جائے۔"

[یہ بات انہوں نے منتقی الأخبار کی احادیث (۱۲۵۷۔ ۱۲۶۲) کی شرح کرتے ہوئے ذکر کی]

7. قیام اللیل کیلئے معاون اسباب

1. فضائلِ قیام اللیل کی معرفت، اور اللہ تعالی کے ہاں قیام کرنے والوں کے اونچے مقام و مرتبہ کی پہچان جی ہاں! قیام اللیل کے عظیم فضائل ذہن نشین کئے جائیں اور یہ بات اپنے سامنے رکھی جائے کہ اللہ تعالی نے قیام کرنے والوں کیلئے دنیا و آخرت میں سعادتمندی رکھی ہے، اور اس نے ان سے جنت کا وعدہ کیا ہے، اور ان کے ایمانِ کامل کی شہادت دی ہے، اور یہ کہ وہ اور قیام نہ کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے، اور یہ کہ وہی صحیح معنوں میں اہلِ علم ہیں، اور قیام اللیل جنت کے بالا خانوں میں درجات کی بلندی اور جنت میں داخلے کا

ایک اہم سبب ہے، اور قیام اللیل اللہ تعالی کے نیک بندوں کی صفات میں سے ایک صفت ہے، اور مومن کا شرف اس میں ہے کہ وہ قیام اللیل کرے، اور صرف وہ بندۂ مومن قابلِ رشک ہے جو قیام کرتا ہو۔۔۔۔۔ یہ تمام فضائل ' جن کے دلائل گذشتہ صفحات میں گذر چکے ہیں ' اگر ہر وقت مدِ نظر رہیں تو مسلمان کے دل میں قیام اللیل کی رغبت پیدا ہوتی ہے اور وہ ان کے حصول کیلئے کوشاں رہتا ہے۔2. شیطان کے مکر کو پہچاننا کہ وہ قیام اللیل سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے، حالانکہ قیام اللیل بالکل نہ کرنے سے ہمیں ڈرایا گیا ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک آدمی کا ذکر کیا گیا جو رات بھر سویا رہتا ہے، تو آپ نے فرمایا:

(ذَاکَ رَجُلٌ بَالَ الشَّیْطَانُ فِیْ أُذُنِہٖ) أَوْ قَالَ (فِیْ أُذُنَیْہِ)

یعنی " وہ ایسا شخص ہے جس کے کان (یا کانوں) میں شیطان پیشاپ کرکے چلا جاتا ہے " [البخاری: ۱۱۴۴، ۳۲۷۰، مسلم: ۷۷۴]اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(یَعْقِدُ الشَّیْطَانُ عَلٰی قَافِیَۃِ رَأْسِ أَحَدِکُمْ إِذَا ہُوَ نَامَ ثَلاَثَ عُقَدٍ ، یَضْرِبُ عَلٰی مَکَانِ کُلِّ عُقْدَۃٍ : عَلَیْکَ لَیْلٌ طَوِیْلٌ فَارْقُدْ ، فَإِنِ اسْتَیْقَظَ فَذَکَرَ اللّٰہَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَۃٌ ، فَإِنْ تَوَضَّأَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَۃٌ ، فَإِنْ صَلّٰی اِنْحَلَّتْ عُقَدُہُ ، فَأَصْبَحَ نَشِیْطًا طَیِّبَ النَّفْسِ ، وَإِلاَّ أَصْبَحَ خَبِیْثَ النَّفْسِ کَسْلاَنَ)

ترجمہ: " تم میں سے کوئی شخص جب سو جاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے، اور ہر گرہ کی جگہ پر مارتے ہوئے کہتا ہے: لمبی رات ہے، مزے سے سوئے رہو، پھر اگر وہ بیدار ہو جائے اور اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، اور اگر اٹھ کر وضو کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے، اور اگر نماز بھی پڑھے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں، پھر وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ ہشاش بشاش اور خوش مزاج ہوتا ہے، ورنہ بد مزاج اور سست ہوتا ہے۔" [البخاری:۱۱۴۲، مسلم: ۷۷٦] اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

(یا عَبْدَ اللّٰہِ ! لاَ تَکُنْ مِثْلَ فُلاَنٍ ، کَانَ یَقُوْمُ اللَّیْلَ فَتَرَکَ قِیَامَ اللَّیْلِ)

ترجمہ: " اے عبد اللہ ! تم فلاں آدمی کی طرح نہ بنو کہ وہ رات کو قیام کرتا تھا پھر اس نے قیام اللیل چھوڑ دیا۔" [البخاری: ۱۱۵۲، مسلم: ۱۱۵۹] اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک خواب دیکھا جسے انہوں نے اپنی بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا، اور انہوں نے وہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

(نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰہِ لَوْ کَانَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ) ی عنی" عبد اللہ اچھا آدمی ہے، اگر وہ رات کو نماز پڑھتا" اس کے بعد وہ رات کا کم حصہ سوتے تھے (اور زیادہ حصہ نمازِ تہجد میں گذارتے تھے) ۔[البخاري: ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، مسلم: ۲۴۷۹]اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّ اللّٰہَ يُبْغِضُ کُلَّ جَعْظَرِيٍّ ، جَوَّاظٍ ، سَخَّابٍ بِالْأَسْوَاقِ ، جِيْفَةٍ بِاللَّيْلِ حِمَارٍ بِالنَّهَارِ ، عَالِمٍ بِأَمْرِ الدُّنْيَا جَاهِلٍ بِأَمْرِ الْآخِرَةِ)

ترجمہ: " بے شک اللہ تعالی ہر ایسے شخص کو ناپسند کرتا ہے جو انتہائی سخت مزاج، بہت زیادہ کھانے والا ہو، بازاروں میں چیخنے والا ہو، رات کو مردہ پڑا رہتا ہو اور دن کو گدھا بنا رہتا ہو، دنیاوی معاملات کو جاننے والا اور اخروی امور سے ناواقف ہو۔" [ابن حبان۔ الإحسان ۔: ۷۲ وصححہ الأرناؤط في تحقيق ابن حبان: ۲۷۴/۱، وشیخ ناصر الدین في الصحيحة: ۱۹۵ و صحیح الترغیب والترہیب: ۶۴۵] 3. موت کو یاد کرنا اور کم امیدیں رکھنا، کیونکہ یہ چیز انسان کو عمل صالح پر مجبور کرتی ہے اور اس کی سستی ختم کر دیتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا:

(کُنْ فِيْ الدُّنْيَا کَأَنَّکَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ)

یعنی" دنیا میں ایک اجنبی یا مسافر کی طرح رہو" اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

(إِذَا أَمْسَيْتَ فَلاَ تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلاَ تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِکَ لِمَرَضِکَ ، وَمِنْ حَيَاتِکَ لِمَوْتِکَ)

ترجمہ: " جب تم شام کرلو تو صبح کا انتظار مت کرو، اور جب تم صبح کرلو تو شام کا انتظار مت کرو، اور اپنی صحت کے دوران اپنی بیماری کے دنوں کیلئے اور اپنی زندگی کے دوران اپنی موت کیلئے عمل کرلو" [البخاري: ۶۴۱۶]امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے

: اغتنم فی الفراغ فضل رکوع فعسی أن یکون موتک بغتة کم صحیح رأیت من غیر سقم ذہبت نفسه الصحیحة فلتة

ترجمہ: " فراغت کے اوقات میں رکوع کی فضیلت کو غنیمت سمجھو، کیونکہ عین ممکن ہے کہ تمہاری موت اچانک آجائے، اور میں نے کتنے صحتمند دیکھے ہیں جن کی صحتمند جانیں اچانک رخصت ہو گئیں" [ہدی الساری لابن حجر: ۴۸۱]

اور جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امام عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی الحافظ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر ملی تو انہوں نے کہا:

إن عشت تفجع بالأحبة کلهم وبقاء نفسک لا أبا لک أفجع

ترجمہ: "اگر آپ زندہ رہتے تو تمام احباب کے صدمے آپ کو سہنے پڑتے، اور تمہاری بقاء اللہ نہ کرے اور بھی صدمے کا باعث ہے۔"

اور ایک اور شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

صلاتک نور والعباد رقود ونومک ضد للصلاۃ عنید

وعمرک غنم إن عقلت ومهلة یسیر ویفنی دائبا ویبید

ترجمہ: "تمہاری نماز نور ہے اور بندے سوئے ہوئے ہیں، اور تمہاری نیند نماز کی مخالف ہے، اور اگر تم سمجھو تو تمہاری عمر غنیمت اور تمہارے لئے مہلت ہے، اور وہ آہستہ آہستہ ختم ہوتی جارہی ہے۔"

[قیام اللیل۔ محمد بن نصر: ۴۲، التہجد وقیام اللیل۔ ابن ابی الدنیا: ۳۲۹]

اور بعض صلحائے امت کا کہنا ہے:

عجبت من جسم ومن صحة ومن فتی نام إلی الفجر

فالموت لا تؤمن خطفاته فی ظلم اللیل إذا یسری

من بین منقول إلی حفرة یفترش الأعمال فی القبر

وبین مأخوذ علی غرة بات طویل الکبر والفجر

عاجله الموت علی غفلة فمات محسورا إلی الحشر

ترجمہ: "مجھے حیرت ہوتی ہے کسی نوجوان کے جسم پر، اور اس کی صحت پر جو کہ فجر تک سویا رہ جائے، کیونکہ رات جب شروع ہوتی ہے تو اس کے اندھیروں میں موت کے اچانک آجانے سے وہ محفوظ نہیں ہوتا، کتنے لوگوں کو قبر کے گڑھے کی طرف منتقل کر دیا گیا جہاں وہ

اپنے اعمال ہی کو بستر بناتے ہیں، اور کتنے ایسے لوگ ہیں جن کی اچانک پکڑ کی گئی، اور وہ رات بھر تکبر اور فخر کی حالت میں رہتے تھے، موت نے انہیں غفلت کی حالت میں آلیا، اور وہ حشر تک حسرت و ندامت کی حالت میں مر گئے" [قیام اللیل۔ محمد بن نصر: ۹۲، التہجد وقیام اللیل۔ ابن ابی الدنیا: ۳۳]

4. انسان صحت اور فراغت کو غنیمت تصور کرے، تاکہ وہ صحت اور فراغت کے دنوں میں جو عمل کرے وہ اس کیلئے بیماری اور سفر کے دنوں میں بھی لکھا جائے، جیسا کہ حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا) [البخاری: ۲۹۹۶]

ترجمہ: " جب ایک بندہ بیمار ہو جائے یا سفر پر روانہ ہو جائے تو اس کیلئے اس کا عمل اسی طرح لکھا جاتا ہے جیسا کہ وہ اقامت اور صحتمندی کے دنوں میں کیا کرتا تھا۔" لہذا عقلمند کو چاہئیے کہ وہ یہ عظیم فضیلت فوت نہ ہونے دے، اور صحت، فراغت اور اقامت کے دنوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرے، تاکہ جب وہ مشغول ہو جائے یا (بیماری کی بناء پر) عاجز آجائے تو اس کیلئے وہ عبادت بدستور لکھی جاتی رہے، اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ : اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ)

ترجمہ: " دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سارے لوگ خسارے میں رہتے ہیں: صحت اور فراغت" [البخاری: ۶۴۱۲]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

(اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ : شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ)

ترجمہ: " پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، دولتمندی کو غربت سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔" [الحاکم: ۳۰۶/۴۔ وصححہ ووافقہ الذہبی، وابن المبارک فی الزہد من حدیث عمرو بن میمون مرسلا: ۱۰۴/۱ : برقم: ۲، وصححہ الحافظ ابن حجر فی الفتح: ۱۱/ ۲۳۵، وصححہ شیخ ناصر الدین فی صحیح الجامع: ۱۰۸۸]

5. رات کو جلدی سونے کی کوشش کرے، تاکہ نیند پوری کرنے کے بعد اسے قوت اور نشاط حاصل ہو اور اسے اس کے ساتھ قیام اللیل اور نمازِ فجر کیلئے مدد مل سکے۔ حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد گفتگو کرنا ناپسند کرتے تھے۔[البخاری: ۵۶۸، مسلم: ۶۴۷]

6. آدابِ نیند کا لحاظ کرنا، اور وہ یہ ہیں: وہ باوضو ہو کر سوئے، اور اگر تحیۃ الوضو کی دو رکعات بھی پڑھ لے تو اور بہتر ہے، اس کے بعد سونے کے اذکار پڑھے، اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر کے آخری تین سورتیں پڑھے اور ان میں پھونک مار کر جہاں تک ہو سکے اپنے پورے جسم پر ہاتھوں کو پھیر لے، اپنے سر اور چہرے سے شروع کرے اور اپنے جسم کے سامنے والے حصے پر انہیں پھیر لے، اور یہ عمل تین مرتبہ کرے، پھر آیۃ الکرسی اور سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات پڑھے، اور نیند کے باقی اذکار مکمل کرے۔[حصن المسلم للمؤلف: ۶۸۔۷۸]

یہ اذکار اسے قیام اللیل کی خاطر بیدار ہونے کیلئے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں، نیز اس کے علاوہ وہ اپنے قریب ٹائم پیس بھی رکھ لے، یا اپنے گھر والوں، یا رشتہ داروں، یا پڑوسیوں، یا اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کو تاکید کر دے کہ وہ اسے جگا دیں۔ 7. قیام اللیل کیلئے معاون دیگر اسباب کو اختیار کرنا، مثلاً یہ کہ وہ کم کھائے، دن کے وقت اپنے آپ کو بے فائدہ کاموں میں مت تھکائے، اور اپنے اوقات کو نفع بخش کاموں کیلئے منظم کرے، اور دن کے وقت قیلولہ کرنا نہ چھوڑے کیونکہ قیلولہ قیام اللیل کیلئے مددگار ثابت ہوتا ہے، اور گناہوں سے اجتناب کرے، کیونکہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: '' میں ایک گناہ کرنے کی بناء پر پانچ ماہ تک قیام اللیل سے محروم رہا'' لہذا گناہوں کی وجہ سے بندہ بہت ساری غنیمتوں سے محروم ہو جاتا ہے، اور قیام اللیل کے لئے سب سے بڑا معاون سبب یہ ہے کہ انسان کا دل مسلمانوں کے متعلق (بغض، کینہ اور حسد وغیرہ) سے، اور اس کا دامن بدعات سے پاک ہو، اور وہ دنیا کے فضول کاموں سے اعراض کرنے والا ہو، اور تمام اسباب میں سب سے بڑا سبب اللہ تعالی سے محبت اور اس پر مضبوط ایمان ہے، جو کہ اسے اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ رات کو اٹھ کر اپنے رب تعالی سے سرگوشی کرے جو کہ اس کے قریب ہوتا ہے اور اسے دیکھ رہا ہوتا ہے، اور یہی چیز اسے قیام اللیل کو لمبا کرنے پر بھی آمادہ کرتی ہے۔[مختصر منہاج القاصدین لابن قدامہ: ۶۷۔۶۸] اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّ فِيْ اللَّيْلِ لَسَاعَةً لاَ يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا مِّنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلاَّ أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ)

ترجمہ: ''بے شک ہر رات کو ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ جس میں کوئی بندۂ مسلمان اللہ تعالی سے دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی طلب کرے تو اللہ تعالی اسے وہ بھلائی ضرور عطا کرتا ہے۔''[مسلم: ۷۵۷]

(۲) عمومی نفل نماز کی دوسری قسم دن اور رات کی عام نفل نماز ہے

مسلمان دن اور رات میں ' ممنوعہ اوقات کو چھوڑ کر ' جب چاہے عام نفل نماز پڑھ سکتا ہے، اور اس کی نماز دو دو رکعات کی شکل میں ہو گی، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(صَلاَةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى ۔۔۔۔)

یعنی '' دن اور رات کی نماز دو دو رکعات کی شکل میں ہے ۔۔۔'' [النسائی: ۱۱۶۶، ابو داؤد: ۱۲۹۵، ابن ماجہ: ۱۳۲۲۔ وصححہ شیخ ناصر الدین]

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اللہ تعالی کے اس فرمان

﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ [السجدہ: ۱۶]

ترجمہ: '' ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں، اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے وہ اس سے خرچ کرتے ہیں۔'' کے متعلق کہتے ہیں: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے رہتے تھے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد قیام اللیل ہے۔[ابو داؤد: ۱۳۲۱، الترمذی: ۳۱۹۶۔ وصححہ شیخ ناصر الدین] اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اللہ تعالی کے اس فرمان

﴿ كَانُوْا قَلِيْلاً مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ * وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾ [الذاریات: ۱۷، ۱۸]

ترجمہ: '' رات کو کم سویا کرتے تھے، اور سحری کے وقت مغفرت مانگا کرتے تھے۔'' کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم) مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے تھے۔[ابو داؤد: ۱۳۲۲۔ وصححہ شیخ ناصر الدین]

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں برابر نماز پڑھتے رہتے تھے، یہاں تک کہ عشاء کی نماز ادا فرماتے۔[الترمذی: ۶۰۴۔ وصححہ شیخ ناصر الدین] اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان کی والدہ نے ان سے پوچھا: تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کب ملے تھے؟ میں نے کہا: میں کافی عرصے سے انہیں نہیں مل سکا، یہ سن کر وہ ناراض ہو گئیں، تو میں نے کہا: مجھے اجازت دیں، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا ہوں، نمازِ مغرب ان کے ساتھ ادا کرونگا، پھر ان سے التجا کرونگا کہ وہ میرے لئے اور آپ کیلئے اللہ تعالی سے بخشش کی دعا فرمائیں، چنانچہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، آپ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی، پھر آپ نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ نمازِ عشاء کا وقت ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عشاء پڑھائی اور جلدی سے گھر کو جانے لگے، میں بھی آپ کے پیچھے چل دیا، آپ نے میری آواز سنی تو فرمایا: یہ کون' حذیفہ ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں، تو آپ نے فرمایا:

(مَا حَاجَتُکَ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ وَلِأُمِّکَ؟)

"تمہیں کیا کام ہے، اللہ تعالی تمہاری اور تمہاری والدہ کی مغفرت فرمائے۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ دیکھو، ایک ایسا فرشتہ نازل ہوا ہے جو آج رات سے قبل کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا، اس نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ وہ مجھے سلام کرے، اور مجھے اس بات کی خوشخبری سنائے کہ حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اہلِ جنت کی خواتین کی سردار، اور حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) اہلِ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہونگے۔"

[احمد: ۵/ ۴۰۴، الترمذی: ۳۷۸۱، النسائی فی الکبری: ۳۸۰، ابن خزیمہ ۱۱۹۴۔ وصححہ شیخ ناصر الدین واحمد شاکر]

چوتھی قسم: نماز نفل کی چوتھی قسم وہ نمازیں ہیں جو کسی سبب کی بناء پر مشروع کی گئیں ہیں۔

(۱) تحیۃ المسجد

صحیح مذہب کے مطابق جب بھی کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس کیلئے تحیۃ المسجد کا پڑھنا سنت موکدہ ہے، جیسا کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا دَخَلَ أَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ أَنْ یَّجْلِسَ)

ترجمہ: "تم میں سے کوئی شخص جب بھی مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے"

اور دوسری روایت میں فرمایا:

(إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلاَ يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ)

ترجمہ: "تم میں سے کوئی شخص جب بھی مسجد میں داخل ہو تو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک دو رکعتیں نہ پڑھ لے۔"

[البخاری: ۴۴۴، مسلم: ۷۱۴]

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا کچھ قرض تھا، تو آپ نے مجھے وہ ادا فرمایا اور کچھ مال زیادہ بھی عنایت فرمایا، اور میں آپ کے پاس مسجد میں گیا تو آپ نے فرمایا: (صَلِّ رَكْعَتَيْنِ) " دو رکعتیں پڑھ لو" [مسلم: ۷۱۵]

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ:

(دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُ فَقَالَ : صَلَّيْتَ ؟ قَالَ: لاَ ، قَالَ : فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ)

یعنی ایک آدمی جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اٹھو اور دو رکعت نماز پڑھو۔[البخاری: ۹۳۱، مسلم: ۸۷۵]

وفی روایۃ لمسلم :

(جَاءَ سُلَيْكٌ اَلْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُ ، فَجَلَسَ ، فَقَالَ لَهُ : يَا سُلَيْكُ ! قُمْ ، فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ ، وَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا ، ثُمَّ قَالَ : إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ ،فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ ، وَلْيَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا)

یعنی حضرت سلیک الغطفانی رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز اس وقت آئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، وہ آکر بیٹھ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلیک! کھڑے ہو جاؤ، اور دو ہلکی پھلکی رکعات ادا کرو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: '' تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن اس وقت آئے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو رکعت نماز ادا کرے، اور انہیں ہلکا پھلکا پڑھے'' [مسلم: ۸۷۵] اور تحیۃ المسجد کا حکم دینا حقیقت میں وجوب کا فائدہ دیتا ہے، اور اس کی ادائیگی سے قبل مسجد میں بیٹھنے سے منع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو چھوڑنا حرام ہے، اور اہلِ علم کے مابین اس کے واجب ہونے یا سنت ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے، اور صحیح بات یہ ہے کہ تحیۃ المسجد سنت موکدہ ہے، اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: '' اس حدیث میں تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھنے کا استحباب ہے، اور اس کے سنت ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ تحیۃ المسجد ہر وقت مستحب ہے'' [شرح مسلم للنووی: ۵/۲۳۳، نیز دیکھئے: نیل الأوطار للشوکانی: ۲/۲۶۰]

(۳) وضو کے بعد نماز

دن اور رات میں کسی وقت جب کوئی مسلمان وضو کرے تو اس کے بعد نماز پڑھنا سنت موکدہ ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نمازِ فجر کے وقت فرمایا:

(يَا بِلاَلُ ! حَدِّثْنِيْ بِأَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِيْ الْإِسْلاَمِ ، فَإِنِّيْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِيْ الْجَنَّةِ)

ترجمہ: '' اے بلال! مجھے تم اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا وہ عمل بتلاؤ جس پر تمہیں (اللہ تعالی کی رضا یا جنت کے حصول کی) سب سے زیادہ امید ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے سامنے تمہارے جوتوں کی آواز سنی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے ایسا کوئی عمل کیا تو نہیں، البتہ ایک عمل ایسا ہے کہ جس پر مجھے بہت زیادہ امید ہے، اور وہ یہ ہے کہ میں دن اور رات کی جس گھڑی میں بھی وضو کرتا ہوں تو اس کے بعد نماز ضرور پڑھتا ہوں، جتنی اللہ تعالی نے میرے لئے لکھی ہوتی ہے۔ [البخاری: ۱۱۴۹، مسلم: ۲۴۵۸] امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: '' اس حدیث میں وضو کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت ہے، اور یہ نماز سنت ہے، اور یہ نماز کے ممنوعہ اوقات میں (طلوع، زوال اور غروبِ آفتاب کے وقت، نماز فجر کے بعد اور نماز عصر کے بعد) بھی جائز ہے، کیونکہ یہ سببی نماز ہے۔'' [شرح مسلم للنووی: ۱۵/۲۴۶، فتح الباری: ۳/۳۵] اور میں نے امام عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح بخاری کی حدیث مذکور کی شرح کے دوران سنا تھا، انہوں نے کہا: '' یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سنتِ وضو دن اور رات کے دوران ہر وقت پڑھی جا سکتی ہے۔'' اور اس

عظیم سنت کی مزید تاکید حدیثِ عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے، جس میں یہ ہے کہ انہوں نے مکمل وضو کیا، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا، اور آپ نے وضو کے بعد فرمایا تھا:

(مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ، لاَ يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ ، غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)

ترجمہ: " جس شخص نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر اس نے دو رکعات اس طرح ادا کیں کہ ان میں دنیاوی خیالات پیدا نہیں ہونے دیئے، تو اللہ تعالی اس کے پچھلے تمام گناہ معاف فرمادے گا۔" [البخاری: ۱۶۴، مسلم: ۲۲۶]

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ، مُقْبِلٌ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهٖ وَوَجْهِهٖ ، إِلاَّ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ)

ترجمہ: " جو مسلمان اچھی طرح وضو کرے، پھر کھڑا ہو جائے اور مکمل توجہ کے ساتھ دو رکعتیں نماز پڑھے، تو اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے" [مسلم: ۲۳۴] اور سنتِ وضو کو ہر وقت ادا کرنے کی مزید تاکید حدیثِ بریدہ رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے کہا:

(يَا بِلاَلُ ! بِمَا سَبَقْتَنِيْ إِلَى الْجَنَّةِ ؟ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ إِلاَّ سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِيْ ، دَخَلْتُ الْبَارِحَةَ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِيْ ۔۔۔۔)

یعنی " اے بلال! تم کس عمل کے ساتھ جنت میں مجھ سے سبقت لے گئے؟ میں جب بھی جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے سامنے تمہارے چلنے کی آواز ضرور سنی، اور آج رات بھی اسی طرح ہوا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے سامنے تمہارے چلنے کی آواز سنی۔۔۔" انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے جب بھی اذان کہی، اس کے بعد دو رکعات ضرور ادا کیں، اور جب بھی میرا وضو ٹوٹا میں نے دوبارہ وضو ضرور کیا، اور میں نے یہ ذہن بنالیا کہ (وضو کے بعد) دو رکعتیں پڑھنا اللہ تعالی کا مجھ پر حق ہے (جو کہ مجھے ہر حال میں ادا کرنا ہے) ۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " تو انہی دو رکعتوں کے ساتھ ہی تم مجھ سے سبقت لے گئے۔"

[احمد: ۵/۳۶۰، الترمذی: ۳۶۸۹۔ وصححہ شیخ ناصر الدین]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: " یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا جب بھی وضو ٹوٹتا، وہ ہر مرتبہ فوراً وضو کر لیتے، اور وضو کے بعد نماز پڑھتے۔" [فتح الباری: ۳/۳۵] اور یہی شیخ الاِسلام کا مذہب ہے کہ سنتِ وضو ہر وقت پڑھی جا سکتی ہے، اگر چہ ممنوعہ اوقات میں سے کوئی وقت کیوں نہ ہو۔

[الاختیارات الفقہیۃ لابن تیمیہ: ۱۰۱]

(۲) سفر سے واپسی پر مسجد میں دو رکعتیں پڑھنا

مسلمان کو چاہئیے کہ وہ سفر سے واپسی پر اپنے گھر جانے سے قبل مسجد میں دو رکعات نماز ادا کرے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک اونٹ خریدا، پھر جب آپ مدینہ منورہ کو واپس لوٹے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں مسجد جاؤں اور دو رکعات نماز پڑھوں۔ [البخاری:۳۰۸۹، مسلم: ۷۱۵] اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے چاشت کے وقت ہی واپس لوٹتے تھے، اور سب سے پہلے مسجد میں جا کر دو رکعتیں پڑھتے تھے، پھر اسی میں بیٹھے رہتے (اور لوگوں کے حالات معلوم کرتے) ۔[البخاری: ۳۰۸۸، مسلم: ۷۱۶]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

" ان احادیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ سفر سے لوٹ کر واپس آنے والے شخص کیلئے مستحب یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے مسجد میں دو رکعتیں ادا کرے، اور یہ نماز سفر سے واپسی کی نماز ہے نہ کہ تحیۃ المسجد، اور مذکورہ احادیث میں اس بات کی صراحت موجود ہے، اور ان میں یہ بھی ہے کہ چاشت کے وقت اپنے گھر میں پہنچنا مستحب ہے، اور یہ بھی ہے کہ مرتبہ کے لحاظ سے بڑے آدمی کو ' جسے سفر سے واپسی پر عموماً لوگ سلام کرنے کیلئے آتے ہیں ' اسے چاہئیے کہ وہ واپس آ کر اپنے گھر کے قریب کسی ایسی جگہ پر بیٹھے جہاں لوگ بآسانی اس سے ملاقات کر سکیں، چاہے وہ مسجد ہو یا کوئی اور جگہ۔"

[شرح مسلم للنووی: ۵/۲۳۶، فتح الباری: ۱/۵۳۷]

(۴) نمازِ استخارہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام امور میں استخارے کی تعلیم اتنے اہتمام کے ساتھ دیتے تھے جیسا کہ ہمیں قرآن مجید کی ایک سورت کی تعلیم دے رہے ہوں، آپ فرماتے تھے: ترجمہ: " تم میں سے کسی شخص کو جب کسی معاملے میں پریشانی ہو تو وہ دو رکعتیں نماز نفل پڑھے، پھر یہ دعا پڑھے:

(اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْتَخِيْرُکَ بِعِلْمِکَ وَأَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ ، وَأَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِيْمِ ، فَإِنَّکَ تَقْدِرُ وَلاَ أَقْدِرُ ، وَتَعْلَمُ وَلاَ أَعْلَمُ ، وَأَنْتَ عَلاَّمُ الْغُيُوْبِ ، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِیْ فِیْ دِيْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ (أَوْ قَالَ : عَاجِلِ أَمْرِیْ وَآجِلِهٖ) فَاقْدُرْهُ لِیْ وَيَسِّرْهُ لِیْ ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِیْ فِیْ دِيْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ (أَوْ قَالَ : عَاجِلِ آمْرِیْ وَ آجِلِهٖ) فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ، ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهٖ)

ترجمہ: " اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ساتھ خیر کا طلبگار ہوں، اور تیری قدرت کے ساتھ قدرت طلب کرتا ہوں، اور تجھ سے تیرے عظیم فضل کا سائل ہوں، کیونکہ تو ہی قدرت رکھتا ہے، میں تو قدرت نہیں رکھتا، اور تو ہی جانتا ہے، میں تو نہیں جانتا، اور غیبوں کا جاننے والا بھی تو ہے، اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ معاملہ (جس کام کیلئے استخارہ کر رہا ہو اس کا ذکر کرے) میرے لئے میرے دین، میری معیشت اور میرے انجامِ کار میں بہتر ہے تو اس کو میرے مقدر میں کر دے اور اسے میرے لئے آسان بنا دے، اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ معاملہ (جس کام کیلئے استخارہ کر رہا ہو اس کا ذکر کرے) میرے لئے میرے دین، میری معیشت اور میرے انجامِ کار میں برا ہے تو اس کو مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس سے دور کر دے، اور میرے لئے خیر کو مقدر کر دے جہاں کہیں بھی ہو، پھر مجھے اس پر راضی کر دے۔" [البخاری: ۱۱۶۲، ۶۳۸۲، ۷۳۹۰] اور شیخ الاِسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ اگر کسی امر کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو نمازِ استخارہ ممنوع وقت میں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔[الاختیارات الفقھیہ لابن تیمیہ: ۱۰۱، مجموع الفتاوی: ۲۳/۲۱۵، فتح الباری: لابن حجر: ۱۱/۱۸۳]

(۵) صلاۃ التوبہ

صلاۃ التوبہ کا پڑھنا سنت ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(مَا مِنْ عَبْدٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ، فَيُحْسِنُ الطَّهُوْرَ ، ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ إِلاَّ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ)

ترجمہ: ” جو بندہ کوئی گناہ کرے، پھر اچھی طرح سے وضو کرے، اور پھر کھڑا ہو جائے اور دو رکعتیں پڑھے، اور بعد ازاں وہ اللہ تعالی سے مغفرت طلب کرے تو اللہ تعالی اس کی مغفرت کر دیتا ہے۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

﴿ وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوْا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلاَّ اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾

ترجمہ: ” ایسے لوگوں سے جب کوئی برا کام ہو جاتا ہے یا وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فورا انہیں اللہ یاد آ جاتا ہے، اور وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں، اور کون ہے اللہ کے سوا جو گناہ معاف کر سکے؟ اور وہ عمدا اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے۔“[ابو داؤد: ۱۵۲۱، الترمذی: ۴۰۶۔ وصححہ شیخ ناصر الدین] اور شیخ الإسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ صلاۃ التوبہ ممنوع وقت میں بھی پڑھی جا سکتی ہے کیونکہ توبہ فوری طور پر کرنا واجب ہے۔[فتاوی شیخ الإسلام: ۲۳ / ۲۱۵]

(۶) سجودِ تلاوت

1. سجدۂ تلاوت کی فضیلت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ ، فَسَجَدَ ، اِعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِيْ ، يَقُوْلُ : يَا وَيْلَهُ [وفی روایۃ : يَا وَيْلِيْ] أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ ، وَأُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَأَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ)

ترجمہ: ” جب کوئی ابن آدم آیتِ سجدہ کی قراءت کرتا ہے، پھر سجدہ ریز ہو جاتا ہے، تو شیطان علیحدہ ہو کر رونا شروع کر دیتا ہے، اور وہ کہتا ہے: ہائے اس کی مصیبت! [اور ایک روایت میں ہے: ہائے میری مصیبت!] ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو وہ سجدہ ریز ہو گیا، چنانچہ اس کیلئے جنت ہے، اور مجھے اس کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کر دیا، چنانچہ میرے لئے جہنم ہے۔“[مسلم: ۸۱] اس حدیث میں سجودِ تلاوت کی ترغیب دی گئی ہے۔

2. سجدۂ تلاوت پڑھنے والے اور سننے والے کیلئے صحیح مذہب کے مطابق سنتِ مؤکدہ ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی، تو آپ نے بھی سجدہ کیا اور جتنے لوگ وہاں موجود تھے وہ بھی سب کے سب سجدے میں پڑ گئے، سوائے ایک بوڑھے شخص کے جس نے اپنی ہتھیلی میں مٹی اٹھائی اور اسے اپنی

پیشانی کے قریب کر کے اسی پر سجدہ کر لیا، اور اس نے کہا: مجھے بس یہی کافی ہے، پھر کچھ عرصہ بعد میں نے اس بوڑھے کو دیکھا کہ اسے کفر کی حالت میں قتل کر دیا گیا، اور وہ امیہ بن خلف تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلی سورت جس میں آیتِ سجدہ تھی، وہ سورۃ النجم ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سجدہ کیا اور جو لوگ آپ کے پیچھے تھے وہ بھی سجدے میں پڑ گئے۔۔[البخاری: ۱۰۶۷، ۱۰۷۰، ۳۸۵۳، ۳۹۷۲، ۴۸۶۳، مسلم: ۵۷۶] اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم میں سجدہ کیا، اور آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور (کچھ دیگر) انسانوں نے بھی سجدہ کیا۔[البخاری: ۱۰۷۱، ۴۸۶۲] اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر وہ سورت تلاوت فرماتے تھے جس میں سجدہ ہوتا، تو آپ خود بھی سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے، اور ہمارا اس طرح ازدحام ہوتا کہ ہم میں سے کئی لوگوں کو اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ بھی نہ ملتی جہاں وہ سجدہ کر سکتے۔

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے تھے، اور جب کوئی ایسی سورت پڑھتے کہ جس میں سجدہ ہوتا ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ ریز ہو جاتے۔۔۔[البخاری: ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۹، مسلم: ۵۷۵] اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سورۃ الانشقاق اور سورۃ العلق میں سجدۂ تلاوت کیا۔[مسلم: ۵۷۸] اور یہ تمام احادیث سجودِ تلاوت کی اہمیت و مشروعیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہتمام پر دلالت کرتی ہیں، تاہم کچھ ایسے دلائل بھی موجود ہیں جن سے ان کا واجب نہ ہونا ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق ثابت ہے کہ انہوں نے جمعہ کے روز منبر پر سورۃ النحل کی تلاوت کی، یہاں تک کہ جب آیتِ سجدہ آئی تو آپ منبر سے نیچے اترے اور سجدہ کیا، اور اسی طرح لوگ بھی سجدے میں پڑ گئے، پھر جب اگلا جمعہ آیا تو انہوں نے پھر وہی سورت پڑھی، اور جب آیتِ سجدہ کی قراءت کی تو آپ نے فرمایا:

(يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا نَمُرُّ بِالسُّجُودِ، فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ أَصَابَ، وَمَنْ لَّمْ يَسْجُدْ فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ)

ترجمہ: " اے لوگو! ہم آیاتِ سجود سے گذرتے ہیں، لہذا جس نے سجدہ کر لیا اس نے ٹھیک کیا، اور جس نے سجدہ نہ کیا اس پر کوئی گناہ نہیں۔" اس کے بعد انہوں نے سجدہ نہ کیا، اور ایک روایت میں ہے:

(إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضْ عَلَيْنَا السُّجُودَ إِلاَّ أَنْ نَّشَاءَ)

ترجمہ: " بے شک اللہ تعالی نے ہم پر سجدۂ تلاوت فرض نہیں کیا، ہاں اگر ہم اپنی مرضی سے کرنا چاہیں تو کوئی حرج نہیں۔" [البخاری: ۱۰۷۷] اور سجودِ تلاوت کے سنتِ موکدہ ہونے اور واجب نہ ہونے کی سب سے واضح دلیل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ النجم کو پڑھا، تو انہوں نے اس میں سجدہ نہ کیا۔ [البخاری: ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، مسلم: ۵۷۷] اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ حدیثِ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سجدۂ تلاوت نہ کرنے کے جواز کی دلیل ہے، اور یہ کہ سجدۂ تلاوت سنت موکدہ ہے نہ کہ واجب، کیونکہ اگر واجب ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس کا حکم دیتے۔ [شرح مسلم للنووی: ۵/ ۸۱، المغنی لابن قدامہ: ۲/ ۳۶۵، فتح الباری لابن حجر: ۲/ ۵۵۵] اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: " سجدۂ تلاوت کے واجب نہ ہونے کی سب سے قوی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

[فتح الباری: ۲/ ۵۵۸]

لیکن امام ابن باز رحمۃ اللہ علیہ ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ " اس سے زیادہ قوی، اور سجدۂ تلاوت کے واجب نہ ہونے کی سب سے واضح دلیل حضرت زید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، کیونکہ اس میں یہ ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ النجم کو پڑھا اور اس میں سجدہ نہ کیا، اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کا حکم دیا، اور اگر وہ واجب ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس کا حکم ضرور دیتے۔"

[حاشیۃ فتح الباری لابن باز: ۲/ ۵۵۸]

3. اگر قاریٔ قرآن سجدۂ تلاوت کرے تو سننے والا بھی کرے، اور اگر وہ نہ کرے تو سننے والا بھی نہ کرے، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو کہ سابقہ سطور میں گذر چکی ہے۔

اور ایک نوجوان تمیم بن حذلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیتِ سجدہ کی تلاوت کی تو انہوں نے اس سے کہا: تم سجدہ کرو، اور اس میں تم ہمارے امام ہو۔ [البخاری معلقا: کتاب سجود القرآن باب من سجد لسجود القاریء۔ قال الحافظ: وصلہ سعید بن منصور] لہذا وہ سننے والا جو قاریٔ قرآن کی تلاوت کو بغور سن رہا ہو، اور وہ اسے سنتے ہوئے اس کی متابعت بھی کر رہا ہو، تو اگر قاریٔ قرآن سجدہ کرے تو وہ بھی کرے، اور اگر وہ نہ کرے تو وہ بھی نہ کرے۔ [فتح الباری: ۲/ ۵۵۸، المغنی لابن قدامہ: ۲/ ۳۶۶، الشرح الممتع لابن عثیمین: ۴/ ۱۳۱] اور رہا وہ سامع جو سماعِ قرآن کا قصد نہیں کرتا بلکہ کہیں سے گذرتے ہوئے اس نے قراءت سن لی، اور قاری نے

سجدہ کیا، تو سامع پر لازم نہیں کہ وہ بھی سجدہ کرے، جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ اسے اس پر واجب نہیں سمجھتے تھے۔[البخاری معلقا: کتاب سجود القرآن باب من رأی أن اللہ عز و جل لم یوجب السجود۔ قال الحافظ: وصلہ ابن ابی شیبہ]

اور حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کا کچھ لوگوں سے گذر ہوا جو کہ بیٹھے قرآن مجید پڑھ رہے تھے، اور جب انہوں نے آیتِ سجدہ کو پڑھا تو سجدے میں پڑ گئے، تب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے بھی کہا گیا تو انہوں نے کہا: (مَالِهٰذَا غَدَوْنَا) " ہم اس کام کیلئے نہیں نکلے تھے "

[البخاری معلقا: و قال الحافظ: وصلہ عبد الرزاق، و قال: إسنادہ صحیح] اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے:

(إِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلٰى مَنِ اسْتَمَعَهَا) "سجدۂ تلاوت اس پر ہے جو آیتِ سجدہ کو بغور سنے۔"[المرجع السابق]

اور قصداً آیتِ سجدہ کو سننے والے شخص کے متعلق ابن بطال کا کہنا ہے کہ علماء نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ اگر قاری سجدہ کرے تو قصداً سننے والے پر واجب ہے کہ وہ بھی سجدہ کرے۔[فتح الباری: ۵۵۶/ ۲، نیل الأوطار: ۲/ ۳۰۹] اور یاد رہے کہ سامع اور مستمع کے درمیان مذکورہ فرق درج بالا دلائل کی بناء پر کیا گیا ہے۔[شرح مسلم للنووی: ۵/ ۷۸]

4. **سجودِ قرآن کی تعداد اور ان کے مقامات** قرآن مجید میں سجودِ تلاوت کی تعداد چودہ ہے اور ان کے مقامات درج ذیل ہیں:

1. سورۃ الأعراف کے آخر میں ﴿ وَلَهُ يَسْجُدُوْنَ ﴾ پر۔

2. سورۃ الرعد میں ﴿وَظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ﴾ پر۔[الرعد: ۱۵]

3. سورۃ النحل میں ﴿وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ پر۔[النحل: ۵۰]

4. سورۃ الإسراء میں ﴿ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴾ پر۔[الإسراء: ۱۰۹]

5. سورۃ مریم میں ﴿خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا﴾ پر۔[مریم: ۵۸]

6. سورۃ الحج میں ﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ﴾ پر۔[الحج: ۱۸]

7. سورۃ الفرقان میں ﴿وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا﴾ پر۔[الفرقان: ٦٠]

8. سورۃ النمل میں ﴿رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ پر۔[النمل: ٢٦]

9. سورۃ الم السجدہ میں ﴿وَهُمْ لاَ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ پر۔[الم السجدۃ: ١٥]

10. سورۃ ص میں ﴿وَخَرَّ رَاكِعًا وَّأَنَابَ﴾ پر۔[ص: ٢٤]

یہ سجدہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ((ص)) کا سجدہ واجبات میں سے نہیں، تاہم میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔[البخاری: ١٠٦١، ٣٤٢٢]

11. سورۃ فصلت میں جمہور علماء کے نزدیک ﴿وَهُمْ لاَ يَسْئَمُوْنَ﴾ پر سجدہ ہے۔[فصلت: ٣٧] ۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور کچھ دیگر سلف صالحین رحمہم اللہ کا کہنا ہے کہ سورۃ ((فصلت)) کا سجدہ ﴿إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ پر ہے۔[فصلت: ٣٨] ۔

12. سورۃ النجم کے آخر میں ﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا﴾ پر۔

13. سورۃ الانشقاق میں ﴿وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لاَ يَسْجُدُوْنَ﴾ پر۔[الانشقاق: ٢١]

14. سورۃ العلق کے آخر میں ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ پر۔

5. جہری نماز میں سجدۂ تلاوت ثابت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو نماز عشاء پڑھائی تو انہوں نے اس میں سورۃ الانشقاق کی قراءت کی، اور سجدۂ تلاوت کیا، اور جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو القاسم 1 کے پیچھے اس میں سجدہ کیا تھا، اس لئے اب میں اس میں سجدہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میری آپ سے ملاقات ہو جائے۔[البخاری: ٧٦٦، ٧٦٨، مسلم: ٥٧٨]

6. سجدۂ تلاوت کی کیفیت

جو شخص آیتِ سجدہ کو پڑھے، یا اسے بغور سنے تو اس کیلئے مستحب یہ ہے کہ وہ قبلہ رخ ہو کر تکبیر کہے، اور سجدے کی حالت میں چلا جائے، اور دعائے سجدۂ تلاوت پڑھے، پھر سجدے سے تکبیر کہے بغیر، اور اسی طرح تشہد اور سلام کے بغیر اٹھ جائے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر قرآن پڑھتے تھے، اور جب سجدے سے گذرتے تو تکبیر کہتے اور سجدہ ریز ہو جاتے، اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدے میں چلے جاتے۔

[ابو داؤد: ۱۴۱۳۔ضعفہ الحافظ ابن حجر فی بلوغ المرام، وشیخ ناصر الدین فی إرواء الغلیل: ۴۷۲، وأخرجہ الحاکم: ۲۲۲/ ۱ عن عبید اللہ وصححہ ووافقہ الذہبی، اور میں نے امام ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے بلوغ المرام کی حدیث: ۳۶۹ کی شرح کے دوران سنا تھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حاکم کی روایت سے تقویت ملتی ہے، لہٰذا وہ سجدۂ تلاوت کیلئے صرف جاتے ہوئے تکبیر کہے، تاہم اگر وہ نماز میں ہو تو سجدے میں جاتے ہوئے اور اسی طرح اس سے اٹھتے ہوئے بھی تکبیر کہے۔ نیز دیکھئے: نیل الأوطار: ۳۱۱/ ۲، سبل السلام: ۳۸۶/ ۲] اور اہلِ علم کے مابین اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ کیا سجودِ تلاوت کیلئے بھی وہی شروط ہیں جو نمازِ نفل کیلئے ہیں، یعنی نجاست سے پاک ہونا، باوضو ہونا، ستر کو ڈھانپنا اور استقبالِ قبلہ ۔۔۔؟ تو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ شروط سجودِ تلاوت کیلئے بھی ہیں، جبکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ شروط سجودِ تلاوت کیلئے نہیں ہیں، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ان شروط کا لحاظ کئے بغیر سجدۂ تلاوت کر لیا کرتے تھے۔[البخاری: کتاب سجود القرآن باب سجود المشرکین مع المسلمین] ۔ تاہم ان کا موقف یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت شروطِ نماز کے ساتھ کرنا افضل ہے، اور کسی عذر کے بغیر ان شروط میں سے کسی ایک کو چھوڑنا نہیں چاہیئے۔

[شرح صحیح مسلم: ۸۲/ ۵، فتاوی شیخ الإسلام ابن تیمیہ: ۱۶۵/ ۲۳]

اور اسی طرح ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے کہ سجودِ تلاوت میں نماز کی شروط کا پایا جانا ضروری نہیں ۔[تہذیب السنن: ۵۳/ ۱] اور یہ موقف جمہور علماء کے موقف کے خلاف ہے، تاہم ہر مسئلے میں ان کی موافقت لازم نہیں ہے جب تک کہ دلیل موجود نہ ہو۔ اس مسئلے میں مزید وضاحت کیلئے دیکھئے: [المغنی لابن قدامہ: ۳۵۸/ ۲، نیل الأوطار: ۳۱۳/ ۲۔ فتح الباری: ۵۵۳/ ۲، سبل السلام: ۳۷۹/ ۲، الشرح الممتع: ۱۲۶/ ۴، فتاوی ابن باز: ۴۰۶/ ۱۱] اور اگر سجدۂ تلاوت نماز میں ہو تو

سجدے میں جاتے ہوئے اور اس سے اٹھتے ہوئے تکبیر کہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران نیچے جاتے ہوئے اور اوپر اٹھتے ہوئے ہر مرتبہ تکبیر کہتے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

(صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ) یعنی "تم نماز اسی طرح پڑھو جیسا کہ تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔" [البخاری: ۵۹۵]

[اور اسی بات کو امام ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ترجیح دی ہے۔ مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ: ۱۱/۴۰۶، نیز دیکھئے: المختارات الجلیۃ من المسائل الفقہیۃ للسعدی: ۴۹] اور جب آیتِ سجدہ سورت کے آخر میں ہو اور وہ نماز میں اسی کو پڑھ رہا ہو تو اسے اختیار ہے، چاہے تو رکوع میں چلا جائے، اور چاہے تو سجدۂ تلاوت کر لے، پھر کھڑا ہو کر مزید کچھ قراءت کر لے اور رکوع میں چلا جائے، اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ کھڑا ہو کر بغیر کچھ پڑھے رکوع میں چلا جائے۔ [المغنی لابن قدامہ: ۲/۳۶۹]

7. سجدۂ تلاوت کی دعا

سجدۂ تلاوت میں بھی وہی دعا پڑھے جو سجدۂ نماز میں پڑھی جاتی ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت سجودِ قرآن میں یہ دعا بار بار پڑھتے تھے:

(سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ [وَصَوَّرَهُ] وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ [فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ]) (احمد: ۶/۲۱۷، ابو داؤد: ۱۴۱۴، الترمذی: ۵۸۰، النسائی: ۱۱۲۹، سنن البیہقی: ۲/۳۲۵، الحاکم: ۱/۲۲۰۔ وصححہ شیخ ناصر الدین] اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں نے گذشتہ رات ایک خواب دیکھا ہے کہ گویا میں ایک درخت کی جڑ کی طرف نماز پڑھ رہا ہوں، اور میں نے آیتِ سجدہ کو پڑھا اور سجدے میں چلا گیا، تب اس درخت نے بھی میرے ساتھ سجدہ کیا، اور میں نے اس سے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے:

(اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا، وَضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا، وَاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا، وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے آیتِ سجدہ کو پڑھا، پھر سجدے میں چلے گئے، اور میں نے سنا کہ آپ وہی دعا پڑھ رہے تھے جو اس شخص نے درخت کی طرف سے سنائی تھی۔[الترمذی: ۵۷۹، ابن ماجہ: ۱۰۵۳۔حسنہ شیخ ناصر الدین]

اور سجودِ تلاوت میں بھی وہی چیز مشروع ہے جو سجودِ نماز میں مشروع ہے۔

[مجموع فتاوی ومقالات متنوعة لابن باز: ۴۰۷/۱۱، الشرح الممتع: ۱۴۴/۴]

اور صحیح بات یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت ممنوع اوقات میں بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ ایک سببی عبادت ہے۔

[شرح مسلم للنووی: ۸۲/۵، نیل الأوطار: ۳۱۳/۲، مجموع فتاوی ابن باز: ۱۱/ ۲۹۱]

(۷) سجدۂ شکر کسی مسلمان کو جب کوئی نعمت نصیب ہو، یا اس سے کوئی آفت ٹل جائے حالانکہ اس کا سبب موجود تھا، یا اسے کسی مصیبت سے نجات مل جائے تو اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ اللہ تعالی کیلئے دو رکعت صلوۃ شکر بجالائے۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی خوش کن خبر ملتی یا کوئی ایسا معاملہ ہوتا جس سے آپ کو خوشی نصیب ہوتی تو آپ اللہ تعالی کا شکر ادا کرنے کیلئے سجدے میں چلے جاتے[احمد: ۴۵/۵، ابوداؤد: ۲۷۷۴، الترمذی: ۱۵۷۸، ابن ماجہ: ۱۳۹۴۔ وصححہ شیخ ناصر الدین] اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبا سجدہ کیا، پھر اپنا سر اٹھایا، اور فرمایا:

(إِنَّ جِبْرِيْلَ علیہ السلام أَتَانِيْ فَبَشَّرَنِيْ فَقَالَ : إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ : مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ ، فَسَجَدْتُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ شُكْرًا)

ترجمہ: ’’بے شک حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: جس شخص نے آپ پر درود پڑھا، میں اس پر رحمت بھیجوں گا، اور جس شخص نے آپ پر سلام کہا میں اس پر سلام کہوں گا، چنانچہ میں نے شکر بجالانے کی خاطر اللہ تعالی کیلئے سجدہ کیا۔‘‘ [احمد: ۱۹۱/۱، وحسنہ شیخ ناصر الدین فی تحقیق المشکاۃ: ۹۳۷]

اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا۔۔۔۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہلِ یمن کے اسلام کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط لکھا، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خط پڑھا تو اس پر اللہ تعالی کا شکر ادا کرنے کیلئے سجدے میں گر گئے۔[السنن الکبری للبیهقی: ۳۶۹/۲۔ وصححہ البیهقی۔ وأصلہ فی صحیح البخاری] اور جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک خوشخبری دینے والے کی آواز سنی کہ اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول کرلی ہے، تو وہ بھی سجدے میں گر گئے۔[البخاری: ۴۴۱۸، مسلم: ۲۷۶۹] اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس وقت سجدۂ شکر کیا جب انہوں نے خوارج کے مقتولین میں اس شخص کو دیکھا جس کے قتل کی پیشین گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔[احمد: ۱۰۷/۱، وحسنہ شیخ ناصر الدین فی الإرواء: ۴۷۶]

نمازِ نفل کے ممنوعہ اوقات

1. ممنوعہ اوقات

عمومی نفل نماز کے ممنوعہ اوقات بالتفصیل پانچ اور بالاختصار تین ہیں:

1. نمازِ فجر کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک

2. طلوعِ آفتاب سے اس کے ایک نیزے کے برابر بلند ہونے تک

3. عین زوالِ شمس کے وقت

4. نمازِ عصر کے بعد سے غروبِ آفتاب تک

5. عین غروبِ آفتاب کے وقت اور اگر ان اوقات کو مختصر کیا جائے تو یہ تین بنتے ہیں:

1. نمازِ فجر کے بعد سے سورج کے بقدر ایک نیزہ بلند ہونے تک

2. جب سورج عین آسمان کے وسط تک پہنچ جائے یہاں تک کہ اس کا زوال ہو جائے۔

3. اور نمازِ عصر کے بعد سے سورج کے مکمل غروب ہونے تک۔

اور ان اوقاتِ ممنوعہ کے متعدد دلائل موجود ہیں، چنانچہ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(لاَ صَلاَةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ ، وَلاَ صَلاَةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ)

ترجمہ: " فجر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے، اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے یہاں تک کہ سورج غائب ہو جائے" اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے:

(--- لاَ صَلاَةَ بَعْدَ صَلاَتَيْنِ : بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ ، وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ)

ترجمہ: " دو نمازوں کے بعد کوئی نماز نہیں، عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے، اور فجر کے بعد یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے۔" اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

(--- لاَ صَلاَةَ بَعْدَ صَلاَةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ ، وَلاَ صَلاَةَ بَعْدَ صَلاَةِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ)

ترجمہ: " نمازِ عصر کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے، اور نمازِ فجر کے بعد بھی کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے۔" [البخاری: ۵۸۶، ۱۸۶۴، مسلم: ۸۲۷]

اور حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اس بات کی دلیل ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(--- صَلِّ صَلاَةَ الصُّبْحِ ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلاَةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَىْ شَيْطَانٍ، وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ، ثُمَّ صَلِّ فَإِنَّ الصَّلاَةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ ، حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلاَةِ فَإِنَّ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّم فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْئُ فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلاَةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلاَةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ ، فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَىْ شَيْطَانٍ ، وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ) [مسلم : ۸۳۲]

ترجمہ: " تم فجر کی نماز پڑھنے کے بعد نماز پڑھنا بند کر دو یہاں تک کہ سورج طلوع ہو کر بلند ہو جائے، کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے، اور اسی وقت کفار اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں، پھر نماز پڑھو کیونکہ اس وقت نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ جب(سورج آسمان کے عین وسط تک پہنچ جائے اور) تیر کا سایہ بالکل سیدھا کھڑا ہو(نہ دائیں ہو اور نہ بائیں)، تو اس وقت نماز نہ پڑھو کیونکہ عین اسی وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے، پھر جب سایہ آجائے تو نماز پڑھو کیونکہ اس وقت نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ تم عصر کی نماز پڑھ لو، پھر نماز پڑھنا بند کر دو یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے، کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے، اور اسی وقت کفار اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔"

اور حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین گھڑیاں ایسی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھنے اور فوت شدگان کو دفن کرنے سے منع فرماتے تھے، جب سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے، اور جب دوپہر کے وقت (مشرق ومغرب کی طرف) کسی چیز کا سایہ نہ رہے یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے، اور جب سورج غروب ہو رہا ہو یہاں تک کہ مکمل طور پر غروب ہو جائے

[مسلم:۸۳۱]

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوْا الصَّلاَةَ حَتّٰى تَبْرُزَ ، وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوْا الصَّلاَةَ حَتّٰى تَغِيْبَ)

ترجمہ: " جب سورج تھوڑا سا ظاہر ہو جائے تو نماز مؤخر کر دو یہاں تک کہ وہ اچھی طرح واضح ہو جائے، اور جب تھوڑا سا چھپ جائے تو نماز مؤخر کر دو یہاں تک کہ وہ اچھی طرح غائب ہو جائے۔" [البخاری: ۳۲۷۲، مسلم: ۸۲۹]

یہ تمام احادیث ' مذکورہ اوقات میں نمازِ نفل کے ممنوع ہونے پر دلالت کرتی ہیں، اور ان کے علاوہ بھی کئی احادیث صحیحین وغیرہ میں موجود ہیں، اور میں نے امام ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح مسلم کی حدیث:۸۲۷ کی شرح کے دوران سنا تھا کہ نمازِ فجر اور نماز عصر کے بعد نماز کے ممنوع ہونے کے بارے میں وارد احادیث متواتر کے درجہ تک پہنچتی ہیں، اور ممنوعہ اوقات پانچ ہیں، اور صحیح یہ ہے کہ سببی نمازیں مثلا طواف کے بعد دو رکعتیں، تحیۃ المسجد، نمازِ کسوف اور نمازِ جنازہ وقتِ طلوع اور وقتِ غروب کے علاوہ باقی ممنوع اوقات میں پڑھی جا سکتی ہیں۔ یاد رہے کہ ان پانچ اوقات کے علاوہ فجر صادق کے طلوع ہونے کے بعد فجر کی سنتوں کے سوا کوئی اور نفل نماز پڑھنا بھی ممنوع ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (لاَ صَلاَةَ بَعْدَ الْفَجْرِ إِلاَّ سَجْدَتَيْنِ)

یعنی" فجر کے (طلوع ہونے کے) بعد سوائے دو رکعتوں کے اور کوئی نماز نہیں۔"

[احمد: ۲/۱۰۴، الترمذی: ۴۱۹، ابوداؤد: ۱۲۷۸، ابن ماجہ: ۲۳۵ و صححہ شیخ ناصر الدین]

اور اس کی مزید وضاحت ابوداؤد کی روایت سے ہوتی ہے، اس میں یہ ہے کہ یسار مولی ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے طلوعِ فجر کے بعد نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: اے یسار! ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا:

(لِيُبَلِّغْ شَاهِدُكُمْ غَائِبَكُمْ ، لاَتُصَلُّوا بَعْدَ الْفَجْرِ إِلاَّ سَجْدَتَيْنِ)

ترجمہ: " تم میں جو موجود ہے وہ غیر موجود کو پہنچادے کہ تم فجر کے (طلوع ہونے کے) بعد دو رکعتوں کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھو۔"

[ابوداؤد: ۱۲۷۸۔ وصححہ شیخ ناصر الدین]

فرضوں کے بعد کی سنتیں:

نمازِ جمعہ کے فرضوں کے بعد جو موکدّہ سنتیں ہیں، انکے بارے میں دو مختلف قسم کی حدیثیں ہیں۔ پہلی یہ کہ جمعہ کے فرضوں سے فارغ ہو کر ذکر واذکار کے بعد گھر چلا جائے اور صرف دو سنتیں پڑھ لے، جیسا کہ بخاری و مسلم، سننِ اربعہ اور مسند احمد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم :يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهِ﴾[2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ دوسری حدیث صحیح مسلم اور سننِ اربعہ میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے جس میں ارشادِ نبوی ہے:

﴿إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعاً﴾[3]

تم میں سے کوئی شخص جمعہ پڑھ چکے تو اُسے چاہیئے کہ چار رکعتیں پڑھے۔ ان دونوں میں سے پہلی فعلی اور دوسری قولی حدیث ہے اور دونوں ہی صحیح ہیں اور ان دونوں کو جمع کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر گھر میں آکر پڑھے تو دو رکعتیں پڑھ لے، اور اگر مسجد میں ہی پڑھے تو چار پڑھے۔[4]

ان دونوں میں سے کسی ایک حدیث پر عمل کیا جاسکتا ہے، دو والی یا چار والی پر۔ جبکہ حضرت علی، ابن عمر، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم اور عطاء، ثوری اور اَبو یوسف رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ پہلے دو رکعتیں اور پھر چار رکعتیں پڑھ لے۔[1]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے بعد کم از کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ چار ہیں۔[2]

چار رکعتیں پڑھنے والے کیلئے جائز تو دونوں طرح ہی ہے کہ چاہے تو انہیں ایک ہی سلام سے پڑھ لے، یا چاہے تو دو دو رکعتیں کر کے دو سلاموں سے پڑھ لے۔ امام شافعی اور جمہور کا مسلک دو سلاموں والا اور احناف کا ایک سلام والا ہے اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے احناف کے مسلک کو اظہر قرار دیا ہے۔ جبکہ جمہور کا مسلک اَحوَط ہے کہ لوگوں میں سے کسی کو غلط فہمی نہ ہو کہ یہ ظہر احتیاطی کے چار فرض پڑھ رہا ہے۔ غرض چار رکعتیں پڑھنا افضل اور دو پڑھنا جائز ہے۔[3]

وباللہ التوفیق

والسلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

ابو عطاء المنعم رضاء الله بن الحاج خان بادشاه

مؤلف کے دیگر تالیفات

(1) کتاب الحجامة پښتو .... مطبوع
(2) حوارات المسلم عربی .... مطبوع
(3) حوارات النسوة عربی .... مطبوع
(4) حوارات ابناء الاسلام .... غیر مطبوع
(5) حوارات بنات الاسلام عربی .... مطبوع
(6) حدیقة المسلم عربی .... غیر مطبوع

(7) حدیقة النسوة عربی .... غیر مطبوع
(8) تذکرۃ بیاد شیخ اردو .... مطبوع
(9) اتحاد الامت پښتو .... مطبوع
(10) معارف الاحوال لاصلاح عمل الاطفال پښتو مطبوع
(11) اسان اصول فقه پښتو .... غیر مطبوع
(12) لغة الاطفال عربی .... مطبوع
(13) میزان الصرف عربی .... مطبوع
(14) صرف بهائی عربی .... غیر مطبوع
(15) مه غمژن کیګه .... غیر مطبوع
(16) اسلامی نغمے پښتو .... غیر مطبوع
(17) دعوت الی الله غیر مطبوع
(18) روضة الاطفال مطبوع
(19) پښتو ترجمه اسان مونځ مطبوع
(20) ماحکم المیراث فی الاسلام مطبوع
(21) اَلْمُکَالَمَةُ بَیْنَ یَدَیکَ غیر مطبوع
(22) اسانه طریقه دقرآن مجید دحفظ مطبوع
(23) علم القرآن غیر مطبوع
(24) اهل القرآن ورجال القرآن غیر مطبوع
(25) پرسکون گهرانه اور حقوق نسواں غیر مطبوع
(26) المکالمه بین النساء غیر مطبوع
(27) ثلویښت دعاګانی او ثلویښت حدیثونه مطبوع
(28) عظمت قرآن بزبان قرآن غیر مطبوع
(29) الجرح والتعدیل وظوابط التحقیق والتخریج غیر مطبوع
(30) اصول الحدیث فی حدیث الرسول غیر مطبوع
(31) توحید باری تعالیٰ سے متعلقه شکوک وشبهات کا ازاله غیر مطبوع
(32) پښتو ترجمه رہنمائے اساتذہ مطالعۂ قرآنِ حکیم غیر مطبوع

(33) پښتو ترجمه مطالعۂ قرآنِ حکیم جلد اول غیر مطبوع

(34) پښتو ترجمه مطالعۂ قرآنِ حکیم جلد دویم غیر مطبوع

(35) پښتو ترجمه خیر الاصول فی حدیث الرسول مطبوع

(36) فتنوں میں مؤمن کا کردار غیر مطبوع

(37) نور القرآن غیر مطبوع

(38) فکری جنگ غیر مطبوع

(39) اہل السنۃ والجماعۃ کا تصور سنت (39)

(40) جھنم کا بیان اور اللہ سے محبت کیوں اور کیسے

(41) اصول الفقه فی علوم الفقه

(42) مؤمن کی نماز اور طہارت کے مسائل و احکام

فهرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	خطبہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔۔۔۔ پیش لفظ	2
2	پیش لفظ	3
3	حدیث کے معاملے میں چھان بین اور احتیاط:	4
4	نماز کی فرضیت، فضیلت اور اہمیت	8
5	ترک نماز، کفر کا اعلان ہے:	9
6	فضیلتِ نماز:	10
7	نمازی اور شہید:	12
7	اہمیتِ نماز:	13
8	نیت کے مسائل	15
9	طہارت کی فضیلت	17
10	پیشاب کرنے کے بعد طہارت سے غفلت برتنے سے عذاب قبر ہوتا ہے۔	18
11	پانی کے مسائل	19
12	بلی کا جھوٹا ناپاک نہیں ہوتا۔	20
13	پانی میں نجاست شامل ہو جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ رفع حاجت کے مسائل	21
14	رفع حاجت کے وقت شرمگاہ کو دایاں ہاتھ لگانا منع ہے۔	23
15	رفع حاجت کے لئے پردے کا اہتمام ضروری ہے۔	25

16	رفع حاجت کے دوران بات کرنا منع ہے۔	26
17	نجاست دور کرنے کے مسائل	28
18	اہل کتاب کے برتن دھوتے وقت یا دھونے کے بعد کلمہ شہادت وغیرہ پڑھنا سنت سے ثابت نہیں۔	29
19	جوتوں سے لگی نجاست جوتوں کو مٹی پر رگڑنے سے دور ہو جاتی ہے۔	30
20	مردہ حلال جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔	31
21	پینے والی چیز میں مکھی گر جائے تو اسے ڈبو کر نکال دینے سے مکھی کی نجاست دور ہو جاتی ہے۔	32
22	جنابت کے مسائل	32
23	بیوی سے صحبت کرنے سے قبل یہ دعا مانگنی چاہئے۔	33

24	غسل جنابت میں پہلے دونوں ہاتھ دھونے چاہئیں پھر برتن میں ہاتھ ڈالنے چاہئیں۔	34
25	حالت جنابت میں کھانے پینے کے لئے ہاتھ دھونے کافی ہیں، البتہ وضو کرنا افضل ہے۔	35
26	پاک آدمی وضو کے بغیر قرآن مجید پڑھ سکتا ہے۔	36
27	نمازی کا لباس	37
28	مساجد کے مسائل و فضائل مسجد کی فضیلت:	40
29	بعض مساجد میں نمازوں کا ثواب:	41
30	مسجد میں تھوکنا گناہ ہے:	42
31	مسجد میں جانے کی فضیلت:	43

32	مساجد میں خوشبو کے اہتمام کا حکم:	44
33	مسجد کی خبر گیری کرنے والا مومن ہے:	45

34	نماز پنجگانہ کے اوقات:	46
35	اذان و اقامت	47
36	اذان کے جفت کلمات	48
37	اقامت کے جفت کلمات	49
38	اذان اور موذن کے فضائل:	50
39	اذان کا جواب دینا چاہیے:	51

40	اذان کے بعد کی دعائیں:	52
41	دعائے اذان میں مختلف الفاظ کے اضافوں کی حقیقت:	53
42	اذان مغرب کے بعد دعا کی حقیقت:	54
43	قبلہ اور سترہ	57
44	مازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ:	59
45	نماز باجماعت	61
46	نماز باجماعت کے متفرق مسائل	62
47	صفوں میں مل کر کھڑا ہونے کا حکم :	63

48	صفوں کی ترتیب:	67
49	ستونوں کے درمیان صف بنانا:	68
50	امامت کا بیان :	69
51	زیادہ لمبی نماز پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ:	71
52	اماموں پر وبال:	72

53	امام کی اقتدا کے احکام:	73
54	امام کو لقمہ دینا:	74
55	امامت کے چند مسائل:	75

56	نماز کی نیت:	78
57	قیام :	80
58	تکبیر اولیٰ:	82
59	تکبیر تحریمہ کے بعد کی دعائیں:	83
60	آدابِ تلاوت:	84
61	نماز کی مسنون قراءت:	85
62	نماز جمعہ اور عیدین میں تلاوت:	86
63	جمعے کے دن نماز فجر میں تلاوت :	87

64	عصر و ظہر کی نماز میں قراءت :	88
65	نماز مغرب میں قراءت :	89
66	نماز عشاء میں قراءت :	90
67	نماز میں شیطانی وسوسوں سے بچنے کی دعا اور علاج:	91
68	نماز میں رونا :	92
69	اطمینان، نماز کا رکن ہے :	94
70	سجدے کے احکام :	97
71	عورتیں بازو نہ بچھائیں:	100

72	سجدہ، قربِ الٰہی کا باعث:	101
73	لمبا سجدہ کرنا:	102
74	سجدے کی دعائیں:	103
75	درمیانی جلسہ (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا) :	105
76	دوسرا سجدہ :	106
77	تشہد:	108
78	مسئلہ رفع سبابہ:	109
79	آخری قعدہ (تشہد) :	110

80	سلام پھیرنے سے پہلے کی دعائیں:	112
81	نماز کا اختتام :	114
82	سجدۂ سہو کا بیان	116
83	نماز سے فارغ ہو کر باتیں کر لینے کے بعد سجدۂ سہو:	117
84	نماز کے بعد مسنون اذکار	119
85	آیۃ الکرسی	124
86	فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا :	126
87	چند قابلِ غور امور:	128

88	سنتوں کا بیان	132
89	غیر مؤکدہ سنتیں:	133
90	جمعے کے بعد کی سنتیں:	134

91	فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد پڑھنے کا جواز:	135
92	تہجد، قیام اللیل، قیام رمضان اور وتر	136
93	نبیؐ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکر گزاری کا اسلوب:	137
94	تہجد کی دعائے استفتاح:	141
95	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد کی کیفیت:	142

96	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین دعائیں :	144
97	قیام اللیل کا طریقہ:	146
98	تین وتروں کی قراءت:	148
99	وتروں کے سلام کے بعد کی دعا:	150
100	تنبیہات	152
101	دعائے قنوتِ نازلہ :	153
102	قیامِ رمضان :	154
103	. دائمی سنتوں میں تیسری قسم نمازِ چاشت ہے	156

104	نمازِ چاشت کی فضیلت	158
105	نمازِ چاشت کا وقت	160
106	تیسری قسم: نماز نفل کی تیسری قسم عمومی نفل نماز ہے،	162
107	رات کے قیام کی فضیلت انتہائی عظیم ہے کیونکہ:	163
108	قیام اللیل کا سب سے افضل وقت رات کا آخری تہائی حصہ ہے	169
109	رکعاتِ قیام اللیل کی تعداد	171

110	. قیام اللیل کے آداب	172
111	قیام اللیل کبھی کبھی باجماعت پڑھنا جائز ہے	181

112	اپنی نیند اور اپنے قیام دونوں پر اللہ تعالی سے اجر وثواب کا طلبگار ہو	182
113	قیام اللیل کیلئے معاون اسباب	187
114	عمومی نفل نماز کی دوسری قسم دن اور رات کی عام نفل نماز ہے	193
115	چوتھی قسم: نماز نفل کی چوتھی قسم وہ نمازیں ہیں جو کسی سبب کی بناء پر مشروع کی گئیں ہیں۔	194
116	وضو کے بعد نماز	196
117	(۲) سفر سے واپسی پر مسجد میں دو رکعتیں پڑھنا	198
118	(۴) نمازِ استخارہ	199
119	(۶) سجودِ تلاوت	200

120	5. جہری نماز میں سجدۂ تلاوت ثابت ہے	204
121	. سجدۂ تلاوت کی کیفیت	205
122	7. سجدۂ تلاوت کی دعا	206
123	نمازِ نفل کے ممنوعہ اوقات	208
124	فرضوں کے بعد کی سنتیں:	211
125	مؤلف کے دیگر تالیفات	212
126	فهرست	215